

يَا أَيُّهَا النَّارُ كَلِمَاتٌ كَثِيرَةٌ مِنْهَا كَلِمَةٌ كَبِيرَةٌ

لے لوگو! یہ کتاب تمہارے پاس ہے اور اس کی طرف سے وہ سن لیں اور اس پر عمل کریں
یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کے لیے ہیں

دکھن کی کہانیاں

تالیف

محمد مسلمان

خطیب پاکستان لانا محمد شرفین اور کاتبی

ناشر

ضیاء اشرف ان پبلی کیشنز

لاہور، پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مَنْ لَمْ یَذْکُرْ اَبَاہُ وَ اُمَّہُ فَاِنَّ ذِکْرَہُمَا
مِنْ ذِکْرِہِ وَ ذِکْرُہُمَا مِنْ ذِکْرِہِ

الذکر الجمیل
حلیۃ الحدیث الخلیل

ذکر جمیل

تالیف

مخدوم سید
مفتی سید پاکستان الامام شفیق اودھوی

ناشر

ضیاء المشرق پبلی کیشنز

لاہور ۰ پاکستان

جملہ حقوق بحق پسران مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمہ اللہ محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے۔ رجسٹریشن نمبر 15522
دفتر کاپی رائٹ، حکومت پاکستان

| | |
|-------------|---|
| نام کتاب | ذکر جمیل |
| مصنف | مجدد مسلک اہلسنت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمہ اللہ |
| مرتبہ | مولانا اوکاڑوی اکادمی العالمی |
| تاریخ اشاعت | ۵۳ بی، سندھی مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی، کراچی 74400 |
| ناشر | مئی 2010ء |
| تعداد | ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور |
| کمپیوٹر کوڈ | ایک ہزار |
| قیمت | ST21 |
| | 235/- روپے |

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 37221953 فیکس:- 042-37238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 37247350-37225085

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-32212011-32630411۔ فیکس:- 021-32210212

e-mail:- info@zia-ul-quran.com

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

ہدیہ عقیدت

بمختور

سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ اللعالمین
شفیع المذنبین، سید الاولین و الاخرین
سلطان الکونین، جبرائیل و میکائیل
حضرت سیدنا احمد مجتبیٰ
محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم،

بتوسط

قدوة السالکین، زبدة العارفين
سیدی و مرشدی و مولائی
حضرت الحاج میاں غلام اللہ صاحب نقشبندی
المعروف

حضرت ثانی لائانی شرق پوری
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،

جن کے فیض و کرم سے میں اس لائق ہوا۔
ہے کہ قبول اُفتد زب سے عزیز و شرف

محتاج کرم:

سگ استانہ رفیع

محمد شفیع (اوڈوی) غفرلہ لسمع

کراچی (پاکستان)

فہرست مضامین

| صفحہ نمبر | مضمون | شمار | صفحہ نمبر | مضمون | شمار |
|-----------|-------------------------------------|------|-----------|--|------|
| ۶۲ | قبضِ روح سے حیات زائل نہیں ہوتی | ۲۱ | ۱۲ | پیش گفزار | ۱ |
| ۶۳ | موتِ عادی، موتِ حقیقی | ۲۲ | ۱۵ | ذکرِ جمیل اور مصنف کا تعارف | ۲ |
| ۶۴ | مسئلہ حیاتِ النبی اور علماء دیوبند | ۲۳ | ۱۹ | اکابر علمائے کرام کا اظہارِ خیال | ۳ |
| ۶۹ | موتے مبارک | ۲۴ | ۲۱ | " " " " " | ۴ |
| ۷۱ | سرِ انور اور بالوں کی کیفیت | ۲۵ | ۲۳ | حُبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم | ۵ |
| ۷۲ | بال متبرک تھے | ۲۶ | ۲۶ | معیارِ محبت | ۶ |
| ۷۴ | حضرت خالد کی ٹوپی اور بال مبارک | ۲۷ | ۳۰ | علاماتِ محبت | ۷ |
| ۷۵ | خالد کی بیوی | ۲۸ | ۳۲ | آپ کا ذکر ذکرِ حُدا ہے | ۸ |
| ۷۶ | موتے مبارک کی تعظیم | ۲۹ | ۳۳ | ذکرِ حُدا کے ساتھ ذکرِ رسولی | ۹ |
| ۷۷ | موتے مبارک کی بے ادبی | ۳۰ | ۳۴ | جنت میں ہر جگہ نامِ رسول | ۱۰ |
| ۷۹ | عالم کی ہر چیز زندہ و ذی فہم ہے | ۳۱ | ۳۵ | آپ کی تعظیم فرضِ عین ہے | ۱۱ |
| ۸۳ | چہرہ انور | ۳۲ | ۳۸ | صحابہ اور آپ کی تعظیم | ۱۲ |
| ۸۵ | بے مثل حُسن و جمال | ۳۳ | ۳۹ | وفات کے بعد تعظیم | ۱۳ |
| ۹۲ | حُسنِ مصطفیٰ پر دے میں | ۳۴ | ۴۰ | آپ کا ذکر عبادت ہے | ۱۴ |
| " | معنوی اثر | ۳۵ | ۴۳ | مسئلہ حیاتِ النبی | ۱۵ |
| ۹۵ | چشمِ مبارک | ۳۶ | ۵۰ | آپ شہید ہیں | ۱۶ |
| ۹۷ | آپ کا سر | ۳۷ | ۵۲ | حیاتِ انبیاء حیاتِ شہداء کے کامل تر ہے | ۱۷ |
| ۹۸ | تشریم و حیا | ۳۸ | ۵۳ | انبیاء کرام اپنی قبور میں نماز پڑھتے ہیں | ۱۸ |
| ۹۹ | حضور آگے اور پیچھے برابر دیکھتے ہیں | ۳۹ | ۶۰ | جہاں چاہتے ہیں تشریف لجاتے ہیں | ۱۹ |
| ۱۰۰ | اندھیرا حجاب نہیں | ۴۰ | ۶۱ | حیاتِ انبیاء اجماعی مسئلہ ہے | ۲۰ |

| صفحہ نمبر | مضمون | شمار | صفحہ نمبر | مضمون | شمار |
|-----------|-------------------------------------|------|-----------|--|------|
| ۱۳۷ | دہن مبارک | ۶۳ | ۱۰۰ | حاضر و ناظر ہونا | ۴۱ |
| ۱۳۹ | آپ کی آواز مبارک | ۶۴ | ۱۰۱ | شاہد کا معنی | ۴۲ |
| ۱۵۰ | حضور کی ہر بات حق ہے | ۶۵ | ۱۰۲ | کوئی چیز پوشیدہ نہیں | ۴۳ |
| " | برکاتِ لعابِ دہن | ۶۶ | ۱۰۵ | دیدارِ الہی | ۴۴ |
| ۱۵۱ | تصرف اقتدار | ۶۷ | " | ادراک و رویت | ۴۵ |
| ۱۵۲ | پیرِ کامل سے تعلق پیدا کرو | ۶۸ | ۱۰۶ | اولیاء اللہ کی بصیرت | ۴۶ |
| ۱۵۵ | سوکھے کنوئیں بھر لو | ۶۹ | ۱۱۳ | گوشش مبارک | ۴۷ |
| ۱۵۶ | ایک عورت دو کھالیں | ۷۰ | ۱۱۵ | قوتِ سماعت | ۴۸ |
| ۱۵۹ | کنوئیں کا پانی خوشبودار ہو گیا | ۷۱ | ۱۱۷ | ہر درود پڑھنے والے کی آواز نہجتی ہے | ۴۹ |
| " | آسیب دور ہو گیا | ۷۲ | ۱۱۸ | مقامِ اولیاء | ۵۰ |
| ۱۶۰ | جسمِ خوشبودار ہو گیا | ۷۳ | ۱۲۱ | لوحِ محفوظ پر چلتے ہوئے قلم کی آواز سنتے تھے | ۵۱ |
| ۱۶۱ | کھانے میں برکت | ۷۴ | ۱۲۲ | ایک فرشتہ کی قوتِ سماعت | ۵۲ |
| ۱۶۲ | اندھا بینا ہو گیا | ۷۵ | " | آدابِ درود شریف | ۵۳ |
| ۱۶۳ | بیماریاں دور ہو گئیں | ۷۶ | ۱۲۵ | لبِ شیریں و دندانِ مبارک | ۵۴ |
| ۱۶۵ | گہرے زخمِ درست ہو گئے | ۷۷ | ۱۲۷ | دانتوں کی صفائی | ۵۵ |
| ۱۶۶ | کٹے ہوئے اعضاء درست ہو گئے | ۷۸ | ۱۲۸ | آپ کے منہ کی کیفیت | ۵۶ |
| ۱۶۹ | تقدیرِ الہی | ۷۹ | ۱۳۱ | بعد از وفات کلام کرنا | ۵۷ |
| " | اقسامِ تقدیر | ۸۰ | ۱۳۲ | آپ کے غلاموں کی حیات | ۵۸ |
| ۱۷۰ | حضرت مجدد صاحب کی دعا | ۸۱ | ۱۳۳ | اہل قبور سے باتیں | ۵۹ |
| ۱۷۲ | زبانِ مبارک | ۸۲ | ۱۳۰ | خوفِ خدا پر دو جنتیں | ۶۰ |
| ۱۷۶ | افصح الخلق | ۸۳ | ۱۳۱ | کفنِ چور کی بخشش | ۶۱ |
| ۱۷۷ | سلمان فارسی کو عربی زبان کیسے آگئی؟ | ۸۴ | ۱۳۲ | بعد از وفات اولیاء اللہ کے حالات | ۶۲ |

| صفحہ نمبر | مضمون | نمبر شمار | صفحہ نمبر | مضمون | شمار |
|-----------|------------------------------|-----------|-----------|---|------|
| ۲۰۵ | گردن، کندھے، پشت مبارک | ۱۰۷ | ۱۷۸ | ہرنی نے پکارا | ۸۵ |
| ۲۰۷ | گردن، کندھوں کی خوبصورتی | ۱۰۸ | ۱۷۹ | جانوروں کی بولیاں جانتے تھے | ۸۶ |
| ۲۰۸ | مہرِ نبوت | ۱۰۹ | " | مختلف زبانیں آگئیں | ۸۷ |
| ۲۱۰ | انگلی کا اشارہ اور بادل | ۱۱۰ | ۱۸۰ | آپ کا کلام بھرِ ذخار | ۸۸ |
| ۲۱۱ | ستونِ خانہ کارونا | ۱۱۱ | ۱۸۲ | نمکین پانی میٹھا ہو گیا | ۸۹ |
| " | منکرِ حدیث کا اعتراض | ۱۱۲ | " | کن کی کنجی | ۹۰ |
| ۲۱۷ | بغل مبارک | ۱۱۳ | ۱۸۵ | اولیاء اللہ کو کن عطا ہوتا ہے | ۹۱ |
| ۲۱۹ | بغلوں کی کیفیت اور پسینہ | ۱۱۴ | ۱۸۶ | حنین کریمین کا زبان چوٹنا | ۹۲ |
| ۲۲۰ | حضرت ماعز سنگسار ہو گئے | ۱۱۵ | ۱۸۹ | ریش مبارک | ۹۳ |
| ۲۲۱ | حضرت ماعز کی توبہ | ۱۱۶ | ۱۹۱ | آپ نے خضاب نہیں کیا | ۹۴ |
| ۲۲۲ | زنا کی سزائیں | ۱۱۷ | ۱۹۲ | بال پھر سیاہ ہو گئے | ۹۵ |
| ۲۲۳ | مسدِ رحم (سنگسار کرنا) | ۱۱۸ | " | تصرف اولیاء بعد از وفات | ۹۶ |
| ۲۲۵ | منکرینِ حدیث کا رحم سے انکار | ۱۱۹ | ۱۹۳ | حضور مزاج پر سیسے لئے تشریف لائے | ۹۷ |
| ۲۲۶ | اعتراضات و جوابات | ۱۲۰ | " | بالوں پر بادلوں کا سایہ | ۹۸ |
| ۲۲۵ | دست و بازو مبارک | ۱۲۱ | " | حضور کو خواب میں دیکھنا | ۹۹ |
| ۲۲۸ | کتوری سے بڑھ کر خوشبودار | ۱۲۲ | ۱۹۶ | ڈاڑھی ضروری ہے | ۱۰۰ |
| ۲۲۹ | ریشم سے بڑھ کر نرم | ۱۲۳ | ۱۹۷ | ڈاڑھی کا ثبوت قرآن سے | ۱۰۱ |
| " | گل شے کی کنجیاں | ۱۲۴ | ۱۹۸ | ڈاڑھی منڈانیوں اور رسول کے لئے ہے | ۱۰۲ |
| " | حمد کا جھنڈا | ۱۲۵ | " | ڈاڑھی منڈانیوں اور پورے اسلام میں داخل ہے | ۱۰۳ |
| ۲۳۰ | حضور کی پھڑی | ۱۲۶ | ۱۹۹ | ڈاڑھی کی مخالفت کر نیوالے جہنمی ہیں | ۱۰۴ |
| ۲۳۱ | ضعیف گھوڑی تو انا ہو گئی | ۱۲۷ | ۲۰۰ | سنتِ نبوی پر مضبوطی سے قائم رہنا | ۱۰۵ |
| ۲۳۲ | کنکریوں نے کلمہ توحید پڑھا | ۱۲۸ | " | ڈاڑھی کی مقدار | ۱۰۶ |

| صفحہ نمبر | مضمون | شمار | صفحہ نمبر | مضمون | شمار |
|-----------|-----------------------------------|------|-----------|--------------------------------|------|
| ۲۶۲ | ہاتھ مبارک رکھنے کا اثر | ۱۵۱ | ۲۴۲ | کمال اطاعت | ۱۲۹ |
| ۲۶۳ | پتھر پانی پر تیرنے لگا | ۱۵۲ | ۲۴۳ | آگ ٹھنڈی ہو گئی | ۱۳۰ |
| " | چاند کا اشارہ سے ہلنا | ۱۵۳ | ۲۴۴ | حضرت انس کا دسترخوان | ۱۳۱ |
| ۲۶۴ | معجزہ شق القمر | ۱۵۴ | ۲۴۵ | مسئلہ فطرت آگ | ۱۳۲ |
| ۲۶۶ | جنت کا خوش بکرا | ۱۵۵ | ۲۴۶ | ٹوٹی پنڈلی درست | ۱۳۳ |
| " | انگلیوں سے پانی کے چٹھے | ۱۵۶ | " | ہاتھ پھیرنے سے پہرہ روشن | ۱۳۴ |
| " | کھانے سے تسبیح کی آواز | ۱۵۷ | ۲۴۸ | چہرہ مثل آئینہ ہو گیا | ۱۳۵ |
| ۲۷۰ | کنوئیں کا پانی بڑھ گیا | ۱۵۸ | " | حضرت علی کا سینہ | ۱۳۶ |
| ۲۷۱ | حضرت بلال کی سات کھجوریں | ۱۵۹ | ۲۴۹ | سیدہ کی بھوک دور ہو گئی | ۱۳۷ |
| ۲۷۲ | حضرت ابو ہریرہ کی اکیس کھجوریں | ۱۶۰ | ۲۵۱ | دست مبارک کی تاثیر سے بال سیاہ | ۱۳۸ |
| " | کھانے میں برکت | ۱۶۱ | " | چہرہ تروتازہ | ۱۳۹ |
| ۲۷۹ | حضرت جابر کی بکری زندہ ہو گئی | ۱۶۲ | ۲۵۲ | عداوت محبت سے بدل گئی | ۱۴۰ |
| " | حضرت جابر کے فرزند زندہ ہو گئے | ۱۶۳ | ۲۵۴ | مرضِ نسیان دور ہو گیا | ۱۴۱ |
| ۲۸۲ | مردوں کا زندہ ہونا | ۱۶۴ | " | قوتِ حافظ بڑھ گئی | ۱۴۲ |
| ۲۸۳ | چھوٹی بکری نے دودھ دے دیا | ۱۶۵ | ۲۵۵ | ساختِ دماغ | ۱۴۳ |
| ۲۸۴ | بکریاں موٹی اور دودھ والی ہو گئیں | ۱۶۶ | ۲۵۶ | حضرت جبریل کا گھوڑے سے گر جانا | ۱۴۴ |
| ۲۸۵ | حضرت اُمّ معبد کی بکری | ۱۶۷ | ۲۵۷ | لکڑی تلوار بن گئی | ۱۴۵ |
| ۲۸۷ | حضرت قتادہ کی آنکھ | ۱۶۸ | ۲۵۹ | کھجور کی شاخ روشن ہو گئی | ۱۴۶ |
| ۲۸۹ | ایک دن میں دھڑ ختم | ۱۶۹ | " | آپ کی چشم بصیرت | ۱۴۷ |
| ۲۹۰ | جن کا اثر دور | ۱۷۰ | ۲۶۰ | پانی دودھ بن گیا | ۱۴۸ |
| " | عداوت محبت میں بدل گئی | ۱۷۱ | ۲۶۱ | زبان کی گرہ کھل گئی | ۱۴۹ |
| ۲۹۱ | چہرہ تروتازہ ہو گیا | ۱۷۲ | " | گنجا پن دور ہو گیا | ۱۵۰ |

| صفحہ نمبر | مضمون | شمارہ | صفحہ نمبر | مضمون | شمارہ |
|-----------|--|-------|-----------|---------------------------------------|-------|
| ۲۲۴ | اعلان عام جو چاہو پوچھو | ۱۹۵ | ۲۹۱ | جلا ہوا بدن درست ہو گیا | ۱۷۳ |
| ۲۲۵ | روح و قلم کا علم | ۱۹۶ | ۲۹۲ | ناخن تقسیم کرا دیئے۔ | ۱۷۴ |
| " | تمام انبیاء آپ سے فیض لینے والے ہیں | ۱۹۷ | ۲۹۳ | صحابہ کو بُرا نہ کہو | ۱۷۵ |
| " | علمِ غیب اور صحابہ کرام | ۱۹۸ | " | حضور کو صحابہ کے اختلافات کا علم تھا | ۱۷۶ |
| ۲۲۶ | آپ کے علمِ غیب پر ایمان لانا واجب ہے | ۱۹۹ | ۲۹۷ | سینہ اقدس و قلب مبارک | ۱۷۷ |
| " | صحابہ، ائمہ، علماء اور اولیاء کا عقیدہ | ۲۰۰ | ۲۹۹ | صفتِ سینہ و قلب مبارک | ۱۷۸ |
| ۲۲۸ | علومِ خمسہ | ۲۰۱ | ۳۰۳ | مسئلہ علمِ غیب از قرآن و تفاسیر | ۱۷۹ |
| ۲۲۹ | اولیاء اللہ کا علم | ۲۰۲ | ۳۰۴ | آپ کو علمِ غیب عطا ہوا | ۱۸۰ |
| ۲۳۲ | علماء دیوبند کا عقیدہ | ۲۰۳ | ۳۰۶ | ماکان و مایکون کا علم | ۱۸۱ |
| ۲۳۳ | سینہ اقدس میں بارہ کمرے | ۲۰۴ | ۳۰۹ | کُل شئی کا علم | ۱۸۲ |
| ۲۳۹ | شکرم مبارک | ۲۰۵ | ۳۱۰ | اللہ تعالیٰ کا کُل اور ہر ہر کُل | ۱۸۳ |
| ۲۴۱ | فقر و فاقہ | ۲۰۶ | ۳۱۲ | اللہ تعالیٰ کا بعض اور مخالفین کا بعض | ۱۸۴ |
| ۲۴۲ | ازواجِ مطہرات کے حجے | ۲۰۷ | ۳۱۳ | تھانوی صاحب کی کفریہ عبارت | ۱۸۵ |
| " | زینت و آرائش کی خوبی | ۲۰۸ | " | عبارتِ کفریہ | ۱۸۶ |
| ۲۴۶ | مرزا قادیانی اور مالِ دنیا | ۲۰۹ | ۳۱۶ | آپ کی تعظیم و توقیر | ۱۸۷ |
| " | وصلی روزے | ۲۱۰ | ۳۱۷ | حضرت خضر علمِ غیب جانتے تھے | ۱۸۸ |
| ۲۴۷ | حضور بے مثل ہیں | ۲۱۱ | ۳۱۸ | علمِ غیب کی نفی کی آیات | ۱۸۹ |
| ۲۴۹ | فضلاتِ مبارکہ | ۲۱۲ | ۳۲۰ | احادیثِ مبارکہ دربارہ علم | ۱۹۰ |
| ۲۵۰ | فضلاتِ طیبہ و طاہرہ ہیں | ۲۱۳ | " | زمین و آسمان کی ہر شے کا علم | ۱۹۱ |
| ۲۵۸ | حضور کی ہر چیز نور ہے | ۲۱۴ | ۳۲۱ | ابتداءً خلق سے دخولِ جنت و نازک | ۱۹۲ |
| ۲۵۹ | شجر و حجر کی فرمانبرداری | ۲۱۵ | ۳۲۲ | قیامت تک کی نیوٹریالی ہر شے بتا دی | ۱۹۳ |
| ۳۶۲ | سانپ کا جلنا | ۲۱۶ | ۳۲۳ | علمِ غیب اور بھیڑیا | ۱۹۴ |

| صفحہ نمبر | مضمون | شمار | صفحہ نمبر | مضمون | شمار |
|-----------|-------------------------------------|------|-----------|------------------------------------|------|
| ۳۸۸ | حضور کا سایہ نہ تھا | ۲۳۹ | ۳۶۳ | حضور ختنہ شدہ ناف برید پیدا ہوئے | ۲۱۷ |
| ۳۸۹ | اکابرین اُمت اور مکہ سایہ | ۲۴۰ | " | نبی کو احلام نہیں ہوتا | ۲۱۸ |
| ۳۹۷ | پسینہ مبارک | ۲۴۱ | " | قوتِ جماع | ۲۱۹ |
| ۳۹۹ | جسم مبارک بے حد معطر | ۲۴۲ | ۳۶۴ | مقامِ مخصوص کو نہیں دیکھا گیا | ۲۲۰ |
| ۴۰۰ | پسینہ مبارک بے حد خوشبودار | ۲۴۳ | ۳۶۷ | زانوئے مقدس اور پائے مبارک | ۲۲۱ |
| ۴۰۲ | گلی کو پے بہک جاتے | ۲۴۴ | ۳۶۹ | چلنا اور بیٹھنا | ۲۲۲ |
| ۴۰۳ | مدینہ منورہ کے درو دیوار خوشبودار | ۲۴۵ | ۳۷۰ | پتھر قدموں کے نیچے نرم ہو جاتے | ۲۲۳ |
| " | مدینہ منورہ کی ہوا اور مٹی خوشبودار | ۲۴۶ | ۳۷۱ | مقامِ ابراہیم علیہ السلام | ۲۲۴ |
| ۴۰۵ | لباس مبارک | ۲۴۷ | ۳۷۲ | پاؤں کی ٹھوکر سے چشمہ جاری ہونا | ۲۲۵ |
| ۴۰۸ | اچھا لباس پہننا | ۲۴۸ | ۳۷۳ | اُحد پہاڑ کا بلنا بزر | ۲۲۶ |
| ۴۱۰ | عمامے کی برکت | ۲۴۹ | " | مست جانور تیز رفتار | ۲۲۷ |
| " | قمیص کی برکت | ۲۵۰ | ۳۷۵ | آپ کی سواری کے جانور | ۲۲۸ |
| ۴۱۲ | چادر کی برکت | ۲۵۱ | " | ٹھوکر سے ہمیشہ کے لئے بیماری فوراً | ۲۲۹ |
| ۴۱۳ | حجابِ موزہ میں سانپ دیکھ لیا | ۲۵۲ | ۳۷۶ | ہیبتِ خطبہ | ۲۳۰ |
| " | محبوبانِ خدا کے طبوسات کی برکت | ۲۵۳ | ۳۷۷ | درخت بلانے پر حاضر ہو گیا | ۲۳۱ |
| ۴۱۴ | حضرت موسیٰ کا تابوت | ۲۵۴ | ۳۷۸ | ہاتھ پاؤں چومنا | ۲۳۲ |
| ۴۱۵ | حضرت یوسف کی قمیص | ۲۵۵ | ۳۷۹ | قیامِ شب اور پاؤں | ۲۳۳ |
| ۴۱۶ | جوانی قائم رہی | ۲۵۶ | ۳۸۱ | قدم مبارک | ۲۳۴ |
| ۴۱۷ | پانی متبرک ہو جاتا | ۲۵۷ | ۳۸۳ | حلیہ شریف | ۲۳۵ |
| ۴۱۸ | وضو کا پانی | ۲۵۸ | ۳۸۴ | سب سے اونچے | ۲۳۶ |
| " | صحابہ اور حضور کی تعظیم | ۲۵۹ | ۳۸۵ | شریر اونٹ مطیع | ۲۳۷ |
| ۴۲۰ | جعبہ شریف اور شفاء | ۲۶۰ | ۳۸۶ | بکریوں نے سجدہ کیا | ۲۳۸ |

| صفحہ نمبر | مضمون | نمبر شمار | صفحہ نمبر | مضمون | نمبر شمار |
|-----------|--------------------------------------|-----------|-----------|-------------------------------|-----------|
| ۲۲۶ | منبر شریف کا ادب | ۲۷۱ | ۲۲۰ | حضور کا پیالہ شریف | ۲۶۱ |
| " | حضور کے نام مبارک کا ادب | ۲۷۲ | ۲۲۱ | پیالہ شریف اور حضرت عمر | ۲۶۲ |
| " | دو سو سال کے گناہ معاف | ۲۷۳ | ۲۲۲ | عصا شریف | ۲۶۳ |
| ۲۲۸ | چار پائی مبارک | ۲۷۴ | " | انگوٹھی مبارک | ۲۶۴ |
| " | حضور کے تبرکات اور عمر بن عبدالعزیز | ۲۷۵ | ۲۲۳ | لحاف مبارک | ۲۶۵ |
| ۲۲۹ | ہر وہ چیز جس کو حضور کے ساتھ لگنے کا | ۲۷۶ | " | چادر مبارک | ۲۶۶ |
| " | شرف حاصل ہوا، قابل تعظیم ہے | ۲۷۷ | " | کلی مبارک اور تہبند شریف | ۲۶۷ |
| " | مدینہ منورہ کے درود یوار | ۲۷۸ | ۲۲۴ | کمان مبارک اور اس کا ادب | ۲۶۸ |
| ۲۳۱ | خاتمہ | ۲۷۹ | " | عصا مبارک کی بے ادبی کا نتیجہ | ۲۶۹ |
| ۲۳۳ | تاریخی قطعات وغیرہ | ۲۸۰ | ۲۲۵ | حضرت ابو محذورہ کے بال مبارک | ۲۷۰ |

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

پیش گفتار

اللّٰهُ جَبِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ — نے اپنی ذات و صفات کے مظہرِ کامل، حضورِ اکرم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برہان بنا کر بھیجا میرے آقا و مولیٰ، تلج دارِ مدینہ سے میرے معبودِ حقیقی، میرے ربِّ کریم کے جلوے ظاہر ہوتے۔ حُسنِ الوہییت کے اس مظہرِ کامل کے سر تا پا ظاہری حُسنِ جمال کا بیان بھی روح کی تسکین اور قلب کی طمانینت کا باعث ہے۔ اس ذاتِ بابرکات کے ذکرِ جمیل سے خود میرے ربِّ جلیل کا کلام، قرآنِ کریم، اول تا آخرِ آسودہ اوراق ہے۔ یہ ذکر میرے معبود کو محبوب ہے۔ صدیاں گزر گئیں، جسے بھی اس محبوبِ کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے نسبتِ محبت ہوئی، اس نے اسی ذکرِ جمیل کو شعار بنایا اور یہ بھی واقعہ ہے، جس نے جمالِ مصطفیٰ سے جس قدر آگہی پائی اور اسے تحریر و تقریر کا جزو بنایا وہ خود بھی اس ذکر سے وابستہ ہو گیا، بے شمار نام اس حوالے سے ہمارے لیے محبوبِ محترم ہوتے۔

میرے آبا جان قبلہ، حضرت مجددِ مسلک، اہل سنت، عاشقِ رسول، محبتِ صحابہ و آلِ بتوں، خطیبِ اعظم الحاج مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ و رضی عنہ نے نعتِ خوانی سے عشقِ رسول کے اظہار کی ابتدا کی تھی۔ یہ سلسلہ قیامِ پاکستان سے پہلے کھیم کرن کے شہر سے انھوں نے شروع کر دیا تھا۔ اللہ کریم نے انھیں جو خصوصیات عطا کی تھیں، ہر ایک میں وہ درجہ کمال پر تھے، آواز کو دیکھیے کہ انداز کو، لب و لہجہ تراشیدہ اور سوز و گداز سے ایسا لب ریز کہ سینے میں جاگزیں ہو جاتے۔ یہ جذبِ دروں کا اعجاز تھا اور اصل میں تو یہ کریم الہی اور فیض نگاہ تھا۔ — پنجابی زبان میں سراپتے رسول کے ذکر پر مشتمل کلام (سی حرنی، دوہے وغیرہ) وہ پڑھا کرتے اور بارگاہِ رسالت میں اعلیٰ حضرت امامِ اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان یلوی رحمۃ اللہ علیہ کا منظوم ہدیہ سلام بھی پڑھتے، انھیں یہ سعادت ملی کہ انھوں نے متداول علوم دین

کی تحصیل تکمیل کر لی، اب اشعار ان پر آشکار بھی ہوتے۔ انھوں نے آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ کے مفاہیم و مطالب کی ترجمانی کرتے ہوئے اس ذکر جمیل سے صرف تقریروں ہی کو نہیں، تقریروں کو بھی سجایا اور یادگار بنایا۔ ان کی تقریر ہو کہ تحریر، ایسی موثر، ایسی دل نشیں، ایسی مدلل اور مکمل کہ اپنے مخاطب کو یوں جانیے، کسی جلوے سے سرشار کر دیتے تھے۔ وہ خطیب بے مثال تھے تو ادیب بھی باکمال تھے۔

”ذکر جمیل“ ان کی اولین تصانیف میں نمایاں اور شاہ کار ہے، اس کی پہلی اشاعت قریباً بیالیس برس پہلے ہوئی تھی۔ یہ کھیم کرن سے ہجرت کے بعد، اوکاڑہ شہر میں قیام کے دوران اور کراچی میں آمد سے بہت پہلے کی بات ہے۔ اس کا انتساب انھوں نے اپنے پیرو مشد کے نام کیا اور اس کتاب کا نام ان کے فرزند ارجمند کے نام کی نسبت، معنوی طور پر شامل کر کے ”ذکر جمیل“ رکھا۔ عربی نام ”الذکر الجمیل فی حلیۃ الحبیب الخلیل“ ہے۔ شروع میں ہر اشاعت پر تصحیح و اضافہ ہوتا رہا اور رفتہ رفتہ کتاب کی ضخامت بڑھتی رہی۔ ۱۹۷۱ء میں اس کتاب کی کتابت از سر نو کو روئی گئی اور جدید قسم کی طباعت سے اسے آراستہ کیا گیا، جب سے اب تک اسی کا اعادہ ہو رہا ہے، یہ کتاب پچاس ہزار سے زائد تعداد میں شائع ہو کر دنیا بھر میں مقبول ہو چکی ہے۔ بھارت میں بھی اردو اور گجراتی میں شائع ہوئی ہے اور اس کا انگریزی میں بھی ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ اس کے مندرجات میں سے کچھ عنوان الگ رسائل کی صورت میں بھی مختلف اداروں نے شائع کر کے مفت تقسیم کیے، روزنامہ ”نتی روشنی“ کراچی، اسی کتاب کے مضامین، برسوں پہلے ہر جمعہ کی اشاعت میں شامل کرتا رہا۔

۲۱ رجب ۱۴۰۲ھ کو، آبا جان قبلہ علیہ الرحمۃ دار فنا سے دار بقا کی طرف رحلت فرما گئے۔ ان کے بعد ان کی کتابوں کی اشاعت کے لیے ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے محترم صاحب زادہ حفیظ البرکات شاہ نے مجھ سے رابطہ کیا۔ آبا جان قبلہ چاہتے تھے کہ ان کی تمام کتابوں کی طباعت بھی میں اپنے ذمے لوں، وہ میرے ذوق سے واقف تھے۔ آبا جان قبلہ علیہ الرحمہ کے بعد مجھے اپنا ہوش ہی کہاں تھا اور میرے ولولے تو انہی سے تھے، وہ کیا گئے، لگتا ہے سب کچھ چلا گیا۔ اس فقیر نے بھاتیوں سے مشورت کے بعد محترم حفیظ البرکات شاہ صاحب کو حقوق اشاعت دے دیے۔

انہوں نے طباعت و اشاعت کے کام کا آغاز ہی کیا تھا اس لیے تمام تر استعداد کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ کتابوں کی خطاطی کروانے کے اُنھوں نے کتابت کی روایتی غلطیوں کی تفتیش (مسورہ بینی) کے لئے خطاطی مجھے بھجوا دی۔ میرے شب و روز عرصے سے قلم اور کتاب سے وابستہ ہیں۔ اباجان قبلہ علیہ الرحمۃ کے بعد کتنے انقلاب آتے، مجھے خود کو وقت اور امور کا پابند کرنے میں برسوں لگ گئے اور یوں ”ذکر جمیل“ کی طباعت میں تاخیر ہوتی گئی۔ تنہا حوالہ حواشی دیکھنا اور اصل متن سے کتابت کی تصحیح کرنا آسان نہیں۔ ایک ایک حوالے کے لئے گھنٹوں ضخیم کتابوں کی ابواب در ابواب ورق گردانی اور اس کی تائید و تنقید میں مضامین تلاش کرنا پڑیں تو اندازہ ہو کہ کتاب کیسے ممکن ہو پاتی ہے۔ گزشتہ بارہ برسوں میں راقم السطور کو اپنی بارہ کتابیں بھی لکھنی پڑیں، ان کے انگریزی تراجم مکمل کرنے پڑے، سفر کی مصروفیات الگ رہیں، میں اباجان قبلہ کی غیر مطبوعہ کتب کی طباعت کا کام ابھی تک کر سکا، کچھ کراچی کے حالات نے بھی حواس کم متاثر نہیں کیے۔ سوچتا ہوں، اباجان ہوتے تو ان پر کیا گزرتی؟ وہ اس شہر زنگار اور شہریانِ باکمال کا یہ حال کہاں دیکھ پاتے!

گزشتہ جدید طباعت پر اباجان قبلہ کے بالکمال اساتذہ نے اس کتاب اور مصنف کے بارے میں اپنے گراں قدر خیالات تحریر فرماتے تھے اور اس وقت خالص دینی اور اب سیاسی شہرت رکھنے والے حضرت مولانا شاہ احمد نورانی نے بھی اپنے تاثرات قلم بند کیے تھے، انھیں من و عنن شامل رکھا جا رہا ہے۔ اس نئی کتابت یا طباعت میں جو خامی رہ گئی ہو اسے میری کوتاہی جانیے، ہو سکے تو نشاندہی فرمادیں تاکہ آئندہ اڈیشن میں تصحیح کر دی جاتے۔ میں اپنے بھائی ڈاکٹر محمد سبحانی اوکاڑوی کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ نیوکلیئر فارمیسی میں پی ایچ ڈی کرنے کے بعد دو ماہ کی رخصت پر وطن آئے تو اُنھوں نے کتابت شدہ مسودے کی اغلاط کی چھان بین میں مجھ سے بڑا تعاون کیا، اللہ کریم انھیں خوش رکھے۔ محترم حفیظ البرکات شاہ صاحب نے طباعت میں کتنی توجہ کی ہے، یہ آپ کے سامنے ہے، اللہ کریم مسلکِ حق اہل سنت و جماعت کی تبلیغ و اشاعت کے لیے ان کا حوصلہ فزوں فرے۔ برسوں کی تاخیر پر معذرت خواہ ہوں، لیکن یہ بھی سچ ہے ہوتی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا.....

فقیر! کوکب نورانی اوکاڑوی غفرلہ

۱۹۹۷ء کراچی

ذکر جمیل

اور اس کے مصنف کا مختصر تعارف

از قلم رئیس المحدثین، امام المتکلمین، غزالی دوران، رازی زمان، حضرت علامہ
مولانا سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی امر وہوی دامت برکاتہم العالیہ
(مہتمم مدرسہ اسلامیہ اذکار العلوم - ملتان)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

ابتدائی حالات : فاضل جلیل الحاج مولانا الحافظ محمد شفیع صاحب اذکار ووی
بن الحاج میاں کرم الہی صاحب کھیم کرن (پنجاب) کے ایک معزز تجارت پیشہ خاندان کے
چشم و چراغ ہیں۔ ۱۳۲۸ھ میں پیدا ہوئے اور تقسیم ملک کے بعد اذکار میں اقامت اختیار کی۔
موصوف محترم، ابتدا ہی سے مذہبی مجالس میں شرکت کے شائق رہے۔ اللہ تعالیٰ
نے آپ کو خوش الحانی کی نعمت سے بھی نوازا ہے۔ خود بھی نعت لکھتے ہیں۔ نعت گوئی اور
نعت خوانی میں سحر آفریں نغمہ سرائی آپ کی خصوصیات سے ہے۔

تعلیم و تربیت : گھر کا ماحول خالص مذہبی اور پاکیزہ تھا اس لئے تربیت بھی
پاکیزہ ہوئی۔ ابتدائی اُردو، فارسی، عربی کی تعلیم اوائل عمر میں حاصل کی، اذکار میں مقیم ہونے
کے بعد حضرت علامہ الحاج مولانا غلام علی صاحب شیخ الحدیث و مہتمم مدرسہ اشرف
المدارس اذکار سے شرف تلمذ حاصل کیا اور کتبِ درسیہ کی تعلیم پائی۔ ذہین اور مستعد طالب علم
تھے، مختصر عرصہ میں تکمیل کر لی اور اجازت روایت حدیث کی سند محدثین کے طرق پر
فقیر سے بھی حاصل کی اس طرح احقر راقم الحروف کے ساتھ موصوف کا سلسلہ تلمذ قائم ہوا۔
بیعت و اجازت :- نقشبندی مجددی سلسلہ مبارکہ میں شرف پور شریف سے
سے آپ وابستہ ہیں۔ قدوة السالکین زبدة العارفين حضرت ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دست

حق پرست پر آپ نے بیعت کی اور پھر شیخ المشائخ، مقبول بارگاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب قادری مدنی مدظلہ العالی نے مدینہ منورہ میں جملہ سلاسل طریقت بالخصوص سلسلہ قادریہ کی خلافت و اجازت عطا کی۔

اکابر کا احترام :- ماشاء اللہ حسن ظاہری کے ساتھ حسن اخلاق بھی رکھتے ہیں خصوصاً اپنے مشائخ و اساتذہ کے ساتھ کمال ادب و احترام سے پیش آتے ہیں۔

عادات و خصائل : صالح نوجوان ہیں نہایت متواضع اور مہمان نواز ہیں۔ ہنس کچھ خوش خلق ہیں۔ طبیعت میں پاکیزگی اور صالحیت ہے اور اسی کی برکت سے اب تک آپ چھ مرتبہ حج بیت اللہ اور زیارت روضہ مقدسہ سے مشرف ہو چکے ہیں بلکہ اپنے اہل کو بھی حج کرایا ہے اور قبۃ خضر آ کی زیارت کے لئے انھیں مدینہ منورہ اپنے ہمراہ لے گئے۔

اولاد : بفضلہ تعالیٰ صاحب اولاد ہیں۔ بڑے صاحبزادے حافظ کو کب نورانی سلمہ، ماشاء اللہ اپنے والد ماجد کے سانچے میں ڈھلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں، چھوٹی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ خوش نصیبی کے ساتھ عمر طبعی کو پہنچاتے اور خادم دین متین بناتے۔ آمین۔

تقریر و تبلیغ میں یدِ طولیٰ : اوائل عمر ہی سے مذہبی اجتماعات، مجالس علماء و مشائخ کے لئے دادہ رہے۔ تقریر و تبلیغ کا شوق ہمیشہ سے طبیعت پر غالب رہا۔ آپ کی تقریر علمی استعداد، ذکاوت و ذہانت، جودِ طبع اور وسعتِ مطالعہ کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ اندازِ بیان نہایت سلجھا ہوا، کلام میں سنجگی، لطافت اور بسا اوقات ظرافت کی چاشنی پائی جاتی ہے جو سامعین کے لئے نہایت دلچسپ ہوتی ہے۔ مزید برآں آپ کی خوش الحانی سامعین کو مسحور کر دیتی ہے۔

قبولیتِ عامہ : ان خوبیوں کے باعث اہل علم اور عوام و خواص میں آپ بے حد مقبول ہیں اور ان ہی خصوصیات کے باعث آپ کا دائرہ تبلیغ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ ملک کے مغربی مشرقی دونوں حصوں کے گوشہ گوشہ میں بلکہ دیارِ عرب میں بھی آپ کی علمی اور شان دار

تقریریں محفوظ ہونے لگیں اور قبولیتِ عامہ کا شرفِ عظیم آپ کو حاصل ہوا۔
 کراچی میں قیام : تقریباً چودہ برس سے مولانا موصوف کراچی میں مقیم ہیں اس مرکزی
 شہر میں آپ نے جس شان سے تبلیغی کام کیا اس کی تفصیل ناممکن ہے۔ مختصر یہ کہ موصوف نے
 اپنی بے حد پسندیدہ شاندار علمی تقریروں سے مسلکِ اہل سنت کے دائرہ کو اس قدر وسیع کر دیا کہ
 گھر گھر سنت کا چرچا ہونے لگا۔ آپ کی بے پناہ تبلیغی مساعی جمیدہ گویا لادینی اور بد مذہبی نظریات
 کے سیلاب کے لئے ایک مضبوط بند اور گمراہی کی ظلمت کے لئے روشن شمع ثابت ہوئیں۔
 اس بند میں شگاف ڈالنے بلکہ اس شمع کو بجھانے کے لئے بد مذہبوں اور الحاد پسندوں نے اپنی
 طاغوتی قوتوں کو بھرپور طریق پر استعمال کیا مگر وہ خائب و خاسر ہو کر زبانِ حال سے کہنے
 لگے

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جاتے گا
 موصوف کی ان تبلیغی خدمات پر جس قدر بھی اظہارِ مسرت کیا جاتے کم ہے۔
 ایں سعادت بزورِ بازو نیست
 تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

تصنیف و تالیف : شب و روز تبلیغی مصروفیات کے باوجود علمی ذوق
 کی تکمیل کے لئے نہایت شاندار کتب خانہ آپ نے اپنے مکان میں قائم کیا ہے جس
 میں تفسیر و حدیث، فقہ، تاریخ، تصوف اور دیگر فنون کی کثیر کتابیں جمع کی ہیں۔ وقت نکال
 کر مطالعہ کرتے ہیں اور حاصل مطالعہ کو ضبط تحریر میں لانے کے بعد اسے کتابی صورت میں
 مدون کرتے ہیں۔ اب تک تقریباً پندرہ کتابیں تصنیف کر چکے ہیں جو شائع ہو کر منظر عام
 پر آگئی ہیں اور اہل ذوق ان سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔

ذکر جمیل : آپ کی تصانیف میں ذکرِ جمیل خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ یہ کتاب
 کئی بار طبع ہو چکی ہے۔ یہ کتاب موصوف کا علمی شاہکار ہے۔ عناوین کثیرہ کے ضمن میں سرایات
 اقدس کو ایسے اچھوتے انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ سہرا قدس سے لے کر پاتے مبارک تک
 ذاتِ پاک محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے محامد و محاسن بھی بیان کر دیتے گئے ہیں اور

ساتھ ہی وہ تمام مسائل بھی دلائل کے ساتھ مذکور ہو گئے ہیں جو فضائل و مناقبِ نبویہ اور عقائدِ اہل سنت سے متعلق ہیں۔

تاجدارِ مدنی جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے حُسن و جمال کے جلوے سامنے آجاتے ہیں؛ لہذا حبیبِ ﷺ کا شوق بڑھتا ہے، حضورِ ﷺ کی محبت زیادہ ہوتی ہے اور ایمان تازہ ہوتا ہے، قلبِ مومن کو فرحت اور رُوح کو آسُوگی و راحت نصیب ہوتی ہے۔ فجزاک اللہ تعالیٰ جزاء حسنًا۔

میری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ موصوف کی تبلیغی و تالیفی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرماتے اور آپ کو حاسدین و دشمنانِ دین کے شر سے محفوظ فرما کر مزید خدمتِ دین کے لئے صحت و عافیت کے ساتھ تادیر باعزت و کرامت زندہ و سلامت رکھے۔ آمین،

سید احمد سعید کاظمی

مہتمم مدرسہ انوار العلوم - ملتان - نزیل کراچی

یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۹۱ھ

مطابق ۲۳ جولائی ۱۹۷۱ء

از : شیخ الحدیث والتفسیر ، علامۃ العصر ، فقیہ الاعظم

حضرت مولانا غلام علی صاحب القادری الاشرافی دامت برکاتہم العالیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بفضلہ تعالیٰ! اپنی دینی، ملی، تبلیغی خدمات کی وجہ سے خطیب اعظم پاکستان الحاج علامہ مولانا محمد شفیع صاحب اوکاڑوی، ملک اور بیرون ملک میں اس قدر شہرت رکھتے ہیں کہ ان کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں ہے۔

جناب موصوف موجودہ دور کے مبلغین میں اپنی منفرد خصوصیات کی وجہ سے ایک امتیازی شان رکھتے ہیں، اللہ جل شانہ کے فضل و کرم اور حضور پر نور سید عالم ﷺ کے وسیلہ جمیلہ اور بزرگوں کی دعاؤں سے ملک بھر میں تبلیغ اسلام فرما رہے ہیں۔ مذہب مہذب اہلسنت وجماعت اور مسلک رضویت کی صحیح خطوط پر مؤثر اور دل نشین پیرائے میں ترجمانی اور خوش بیانی ان کا طرہ امتیاز ہے۔ اعلا کلمۃ اللہ اور تبلیغ دین کے لئے ان کی مسلسل اور پیہم جدوجہد اور بے پناہ مقبولیت کی وجہ سے دنیائے کفر و الحاد لرزہ بر اندام ہے اور ایوان باطل میں زلزلہ بپا ہے۔ چنانچہ اس بوکھلاہٹ کی وجہ سے بعض دین دشمن اور شریند عناصر نے مولانا موصوف کو متعدد مرتبہ طرح طرح کی تکالیف اور اذیتیں پہنچانے کی ناپاک کوششیں بھی کی ہیں مگر بایں ہمہ وہ بعونہ تعالیٰ جرات و ہمت اور صبر و استقلال کے ساتھ شب روز اپنے فریضہ تبلیغ میں مصروف و منہمک ہیں اور یوما فیوما عوام و خواص میں ان کی مقبولیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔

میدان خطابت کے تو مولانا شہسوار ہیں ہی۔ علاوہ تقریر کے ان کی تحریری تبلیغی مساعی اور سرگرمیاں بھی قابل تحسین ہیں۔ متعدد کتب دینیہ کے مؤلف ہیں۔ سلیس، عام فہم اور مفید دینی معلومات کی وجہ سے ان کی تالیفات کی مانگ بڑھ رہی ہے۔ پیش نظر کتاب ”ذکر جمیل“ اس سے قبل ملک میں کثرت سے شائع ہو چکی ہے۔ عام مسلمان اور بالخصوص طلباء دین اور خطباء و

مقررین حضرات اس سے بکثرت استفادہ کر رہے ہیں۔ اب نیا ایڈیشن مزید مفید اضافات سے شائع ہو رہا ہے۔

اگرچہ اس موضوع پر علمائے سلف نے عربی۔ فارسی۔ اردو میں کافی کام کیا ہے۔ مگر امام الکُلُّ فی الکُلِّ سید عالم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے خصائص و معجزات اور حضور کے فضائل و برکات کو مولانا ممدوح نے اپنے مخصوص دلکش اور اچھوتے انداز میں اس طرح سلاست اور صحت سے پیش فرمایا ہے کہ کم پڑھا آدمی بھی اس سے استفادہ کر سکتا ہے۔

ما شاء اللہ! اندازِ بیان محض خطیبانہ نہیں بلکہ محققانہ ہے۔ حسب ضرورت جا بجا دلائل شرعیہ سے کتاب کو مزین کیا ہے۔ فیر دعا گو ہے کہ مولا کریم جل شانہ، مولانا صاحب کو عمر دراز عطا فرمائے اور ان کی تقریر و تحریر سے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ ع

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

بجاء النبی الکریم الدعوف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم
وعلی الہ واصحابہ اجمعین!

خاکپاتے علماء و فقرا۔ فقیر ابوالبیان غلام علی قادری
الاشرفی غفرلہ ولوالدیہ و لمشاخہ خادم التفسیر و الحدیث
جامعہ حنفیہ دارالعلوم اشرف المدارس،
اوکاڑا۔

۲۵۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۱ھ

بروز چہار شنبہ ۱۸/۸

از قلم اصحاب الفضیلتہ والارشاد، العالم الفاضل، حضرت العلامة مولانا الحافظ
 الشاہ احمد نورانی صدیقی قادری، مدظلہ العالی
 الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی حبیبہ ونور عرشہ وزینۃ
 فرشہ سیدنا وجیبنا مولانا محمد وآلہ وازواجہ واصحابہ ومن
 تبعہم باحسان الی یوم الدین۔

ابعد! فاضل جلیل عالم نبیل سفر مولانا محمد شفیع صاحب اوکاڑوی مدظلہ العالی محتاج تعارف نہیں ہیں۔
 مولانا موصوف مدظلہ اہلسنت وجماعت کے بے مثل خطیب شعلہ نوا مقرر اور عاشق رسول ﷺ
 ہیں فضائل سید المرسلین ﷺ پر مولانا مدظلہ کی تقاریر علمی نکات، تفسیری رموز و اسرار
 سے مالا مال ہوتی ہیں، کراچی سے پشاور اور وہاں سے چاکھام تک مولانا کی مقبولیت ہم سب کے
 لئے باعث فخر و مباہات ہے۔ اَللّٰهُمَّ زِدْ ذُرِّيَّةَ بَارِكْ فِيْہِ !

مولانا مدظلہ تقریر کے ذریعہ جہاں عوام و خواص میں دین متین کی خدمت انجام دے رہے ہیں، ساتھ
 ہی باوصف مشاغل تحریری طور پر بھی انتہائی محبت بھرے انداز میں پروقاہ دلائل کے ساتھ تبلیغ دین
 کا فریضہ ادا فرما رہے ہیں مولانا موصوف کی اکثرالیفات متعدد بار چھپ کر خواص عوام میں مقبول ہو چکی ہیں۔
 ذکر جمیل، اسی سلسلہ کی کڑی ہے، یہ کتاب مستطاب اہل ایمان و عرفان کے لئے باعث راحت جان
 ہے اس کو پڑھ کر حضور پر نور آتے دو جہاں ﷺ کے سراپا میں ایسا گم ہو جانا پڑتا ہے کہ اپنی خبر
 نہیں رہتی، تصور حبیب ﷺ کتنا حسین ہے اس کو میں الفاظ کے قالب میں ڈھالنے سے
 قاصر ہوں۔ بہر حال ذکر جمیل پڑھ کر جمال رسول میں مستغرق ہو جانا پڑتا ہے اور یہی مولانا موصوف
 بھی چاہتے ہیں کہ ہر مسلمان ذکر و فکر رسول میں مستغرق رہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس تالیف کو بڑی مقبولیت عطا فرماتی ہے۔ کیوں نہ ہو کہ جن کا ذکر مبارک ہے
 وہ مقبول تر ہیں۔ (ﷺ)۔ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی دینی مساعی کو قبول فرما کر ہم
 سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! فجزاک اللہ عن المسلمین خیرا۔

فقیر! شاہ احمد نورانی صدیقی غفرلہ

۱۰ جمادی الثانیہ ۱۳۹۱ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

حُبِّ مُصْطَفٰی صَلٰی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

ہر وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عقل و فہم کی دولت عطا فرمائی ہے وہ یقین کے ساتھ جانتا ہے کہ حبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کی روح ہے۔
محمد کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے
شریعتِ مطہرہ نے ہر مسلمان پر حضور پر نور شافعِ یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس کے تمام خویش و اقارب، اعزہ و احباب سے زیادہ لازم کی ہے۔
قرآن پاک میں ارشاد فرمایا :-

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاؤُكُمْ وَاٰبْنَاؤُكُمْ
وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ
وَاَمْوَالٌ اٰقْرَبْتُمْوهَا وَتِجَارَةٌ
تُحْسِنُونَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ
تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ
وَرَسُوْلِهِ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهِ
فَاتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ
بِاَمْرٍ وَّاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الْفٰسِقِيْنَ - التوبہ - ۲۴

میرے صیب! فرما دیجئے کہ اے لوگو تمہارے
باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری
عورتیں، تمہارا کنبہ، تمہاری کمائی کے مال اور
وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں ڈر رہتا ہے
اور تمہاری پسند کے مکان، ان میں سے کوئی
چیز بھی اگر تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور
اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب
ہے تو انتظار کرو کہ اللہ اپنا عذاب اتارے
اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مدینہ والوں اور ان کے گرد دیہات والوں کو
لا لاق نہ تھا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
سے پیچھے بیٹھے رہیں اور نہ یہ کہ ان کی جان سے
اپنی جان پیاری سمجھیں۔

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ
مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ
رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يُرْعَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ
عَنْ نَفْسِهِ... التوبہ - ۱۲۰

حضرت انس بن مالک انصاری فرماتے ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
تم میں کوئی مومن نہ ہوگا جب تک میں اس
کے نزدیک اس کے ماں باپ اور اولاد اور سب
آہمیوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ
أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ
وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (بخاری ص ۷)

اور انہی سے روایت ہے کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

جس میں تین خصلتیں ہوں وہ ایمان کی لذت و
حلاوت پلے گا۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا
رسول اس کو تمام ماسوا سے زیادہ پیارے ہوں
دوسری یہ کہ وہ کسی آدمی سے صرف اللہ کے
لیے محبت کرے اور تیسری یہ کہ وہ کفر میں لوٹ
جانا ایسا برا سمجھے جیسا کہ آگ میں پھینکے جانے

ثَلَاثٌ مَن كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةً
الْإِيمَانِ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ
أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ
الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا اللَّهُ وَأَنْ يَكْفُرَهُ
أَنْ يَتَّوَدَّ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْفُرُهُ أَنْ
يُقَدَّفَ فِي النَّارِ۔

(بخاری ص ۷) کو برا سمجھتا ہے۔

حضرت سہل بن عبد اللہ التستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جو ہر حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو اپنا مالک نہ جانے اور اپنی ذات کو ان کی
ملکیت میں نہ سمجھے وہ حلاوت سنت سے محروم
ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے
کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک

مَنْ لَمْ يَدْرِ وِلَايَةَ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ فِي جَمِيعِ أَحْوَالِهِ
وَلَمْ يَدْرِ نَفْسَهُ فِي مَلِكِهِ لَمْ يَذُقْ حَلَاوَةَ
سُنَّةِ لَانَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ

أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهِ - میں اس کی جان سے زیادہ اس کو محبوب نہ ہو جاؤں۔

(زرقاتی علی المواہب ص ۳۳ شرح شفا للقاری ص ۲۵، ۲۶)

ان دو آیتوں اور تین حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ماں باپ اولاد، عزیز و اقارب، دوست و احباب مال و دولت، مسکن و وطن اور اپنی جان غرض کہ ہر چیز کی محبت سے زیادہ ضروری و لازم ہے اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت و محبت نہ رکھے یا ان کی مخالفت کرے تو خواہ وہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو اس سے دوستی اور محبت رکھنا جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لئے ایمان والو اپنے باپ اور بھائیوں کو بھی دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو پسند کریں اور جو تم میں سے ان سے دوستی کرے گا وہی ظالموں میں ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَأَخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ يَتَّخِمْ مِنْكُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ -

(التوبہ - ۲۳)

نیز فرمایا :-

تم نہ پاؤ گے انھیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر کہ محبت کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش فرمادیا اور اللہ نے اپنی طرف کی روح سے ان کی

لَا تَتَّخِذُوا قَوْمًا يُمُونُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ وَأَبْنَاؤَهُمْ وَأَخْوَانَهُمْ
أَوْ حَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ
الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحِهِ وَمَنْ
يَدْخُلْهُمُ جَدَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمَا
الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ

وَرَضُوا عَنْهُ وَأُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ
الْآنَ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

امداد فرمائی اور ان کو داخل کرے گا باغوں میں
جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں
گے۔ راضی ہو گیا اللہ ان سے اور وہ راضی
ہو گئے اللہ سے، یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں آگاہ ہو
جاؤ بے شک اللہ ہی کی جماعت فلاح پانے والی ہے

المجادلہ - ۲۲

ان آیتوں سے صراحتاً ثابت ہوا کہ جو لوگ اللہ اور رسول کی مخالفت کریں اور
ایمان پکفر کو پسند کریں اگرچہ وہ بہت ہی زیادہ قریبی ہوں ان سے دوستی و محبت رکھنا جائز
نہیں بلکہ ظلم ہے اور بے دینی ہے۔ اس مضمون کی متعدد آیتیں اور حدیثیں موجود ہیں جب
یہ معلوم ہو گیا کہ ایمان و نجات کا دار و مدار حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر ہے تو
جس مومن کے دل میں آپ کی محبت کامل ہوگی اس کا ایمان بھی کامل ہوگا ورنہ ناقص اور
اگر آپ کی محبت مطلقاً نہیں تو وہ قطعاً ایمان سے محروم ہے۔

اس مقام پر یہ بات بہت ہی قابل غور ہے کہ اسلام کے دعوے دار تمام فرقے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی محبت کے مدعی ہیں۔ محبت ایسی چیز نہیں جو ظاہر ہو، اس کا تعلق دل سے ہے،
اور ظاہر ہے کہ دلوں کا حال ہمیں معلوم نہیں۔ ایسی صورت میں ہم کس گروہ کو حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کا محبت قرار دے کر مومن سمجھیں اور کس فرقہ کے دعویٰ محبت کو غلط جان کر اسے
ناری قرار دیں؟

اس الجھن کو دور کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم دینِ متین اور عقلِ سلیم کی روشنی میں
محبت کا ایسا معیار تلاش کریں جس کے ذریعے حقیقت واقعہ منکشف ہو جائے اور ہم بخوبی
جان لیں کہ اصلی محبت کا حامل کون ہے۔

اس سلسلے میں بعض حضرات کا مسلک تو یہ ہے کہ محبت کا معیار محبوب
کی اتباع اور اس کی پیروی ہے کیونکہ محب، محبوب کا مطیع اور متبع

معیار محبت

ہوتا ہے

إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيعٌ

قرآن کریم میں بھی فرمایا

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (آل عمران - ۳۱)

میرے حبیب آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو (پھر) اللہ بھی تم سے محبت کرے گا۔

آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ محبت کی شرط اتباع و اطاعت ہے، لہذا جو گروہ متبع سنت اور پابند شریعت ہے، وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محب اور صحیح معنی میں مومن ہے۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اتباع و اطاعت جسے معیار محبت قرار دیا گیا ہے اس سے کیا مراد ہے؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال مبارکہ و اعمال مقدسہ کے مطابق مطلقاً عمل کرنے کا نام اتباع و اطاعت ہے یا اس میں کوئی قید بھی ملحوظ ہے؟ اگر مطلق عمل یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اعمال مقدسہ کی صرف نقل کو اتباع و اطاعت قرار دیا جائے جن کی موافقت شرعاً مطلوب ہے تو وہ منافقین اور دشمنان دین بھی حضور کے تابع اور اللہ تعالیٰ کے محبوب قرار پائیں گے جو باوجود منافق ہونے اور اپنے دل میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت رکھنے کے نماز روزہ اور دیگر اعمالِ حسنہ کرتے تھے بلکہ صحیح احادیث میں یہاں تک وارد ہوا ہے کہ ایک بے دین و گمراہ قوم آخر زمانہ میں پیدا ہوگی وہ قرآن پڑھے گی مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا، سچے اور خالص مسلمان ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو حقیر جانیں گے، ان کی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں ہوں گی اور دل بھٹیروں کے مثل ہوں گے، ان کے پا جائے ٹخنوں سے اونچے اور سر منڈے ہوئے ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔

ایسی صورت میں اس ظاہری اتباع و سنت اور سننِ کریمہ کے نقل کو کیونکر معیار محبت اور دلیلِ ایمان قرار دیا جاسکتا ہے؟ یہ تو نری نقالی ہے جو کسی حال میں محمود و مستحسن نہیں ہو سکتی اس لیے ضروری ہے کہ اتباع و اطاعت کے معنی پر غور کیا جائے اور صحیح معیار محبت تلاش کرنے کی کوشش کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ فرما کر ہمیں یہ بتا دیا کہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کی محبوبیت ہے۔ محبوب کا دشمن کبھی محبوب نہیں ہو سکتا پھر اللہ تعالیٰ کے محبوب کا دشمن اللہ تعالیٰ کا محبوب کیونکر ہو سکتا ہے، ثابت ہوا کہ اس آیت مبارکہ میں اتباع کے معنی محبت رسول کے بغیر صرف ان کے سنن کریمہ کی نقل کرنا نہیں بلکہ فَاتَّبِعُونِي کے معنی یہ ہیں کہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے نشے میں مخمور اور ان کی الفت کے جذبات سے معمور ہو کر بتقاضائے الفت و محبت ان کی اداؤں کے سانچے میں ڈھل جاؤ گے تو تم بھی محبوبِ پیارے ہو جاؤ گے۔ یہ اتباع قطعاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی دلیل ہے۔

مگر بات جہاں تھی وہیں رہی، سوال یہ ہے کہ ہمیں کیسے معلوم ہو کہ فلاں گروہ یا فلاں شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی الفت و محبت کے ساتھ ان کی سنن کریمہ پر عمل کر رہا ہے، اور فلاں آدمی بغیر محبت کے محض نقالی میں مصروف ہے۔ آئیے اس سوال کا حل اور معیار محبت تلاش کریں۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :-

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :
حُبُّكَ الشَّيْءُ يُعْبَى وَيُصْـَٔ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (کہ
انسان کو جب کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو
وہ محبت اس کو (محبوب کا عیب دیکھنے سے)

اندھا اور (محبوب کا عیب سننے سے) بہرہ
کر دیتی ہے۔

(مسند امام احمد، ابوداؤد ص ۲۵۳۳۳)

اس مبارک حدیث سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ محبت کی ناقابلِ تردید دلیل اور صحیح معیار یہ ہے کہ مدعی محبت کی آنکھ اور کان محبوب کا عیب دیکھنے اور سننے سے پاک ہو، عقل سلیم کے نزدیک بھی محبت کا صحیح معیار یہی ہے کیونکہ محبت کا مرکز حسن و جمال ہے یہ ممکن ہی نہیں کہ محبت والی آنکھ کو محبوب کی ذات میں کوئی عیب نظر آئے اور اگر کسی کو محبوب میں عیوب و نقائص نظر آتے ہیں تو وہ اپنے دعویٰ محبت میں جھوٹا ہے۔ محبت والی آنکھ کو واقعی عیب نظر نہیں آتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو بے عیب ہیں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عرض کرتے ہیں۔

وَ أَحْسَنُ مِنْكَ لَوْ تَرَ قَطْعَ عَيْنِي وَأَجْمَلُ مِنْكَ لَوْ تَلِدُ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مَبْرَأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری آنکھ نے آپ صاحبین و جمیل اور کوئی نہیں دیکھا کیونکہ آپ صاحبین و جمیل کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔ آپ تو ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے ہیں گویا کہ آپ ایسے پیدا کئے گئے ہیں جیسا کہ آپ خود چاہتے تھے۔

ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے عیب ہیں اور جسے بے عیب میں عیب نظر آئے اس کا دعویٰ محبت کیوں کر درست ہوگا۔ اسی معیار پر موجودہ فرقوں کو پرکھ لیجئے۔ کوئی گروہ خلفاء، راشدین اور محبوبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافر منافق کہہ کر ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کفر و نفاق کی محبت کا عیب لگا رہا ہے۔

کوئی آلِ اطہار کی شان میں گستاخیاں کر کے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچا رہا ہے۔ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالِ خاتمیت کا انکار کر کے تنقیصِ شانِ نبوت پر کمر باندھی ہوئی ہے۔

کوئی گروہ تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس احادیث کا انکار کر کے سرکار کی توہین و تکذیب میں مصروف ہے۔

کسی نے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالاتِ علمیہ و عملیہ کا انکار کر کے تنقیصِ رسالت کی۔

کوئی کہتا ہے کہ وہ مکر مٹی میں مل گئے، وہ ہمارے ہی جیسے بشر تھے، وہ ہمارے بڑے بھائی کے برابر تھے اور ان کی تعظیم فقط بڑے بھائی کی سی کرنی چاہیے۔

اور کوئی کہہ رہا ہے کہ جیسا علم ان کو ہے ایسا تو ایرا غیر انتھو خیرا، اور ہر پاگل، اور ہر نابالغ، اور ہر حیوان اور ہر چارپائے کو بھی ہے۔

اور کوئی کہہ رہا ہے کہ حضور کا علم تو شیطان لعین اور ملک الموت کے علم سے بھی

کم ہے۔

اور کوئی کہہ رہا ہے کہ ان کا میلاد شریف کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ہنود کنھیا کا جنم دن مناتے ہیں۔

کوئی کہتا ہے نماز میں ان کی طرف خیال لے جانا، زنا کے دعوے اپنی بی بی کی محبت کے خیال اور بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بھی بدتر ہے۔

اور کوئی علی الاعلان کہہ رہا ہے کہ ان سے بے شمار غلطیاں ہوئیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب کیا۔

کسی نے کہا کہ جس طرح ہم بھول جاتے ہیں اسی طرح وہ بھی بھولا کرتے تھے (معاذ اللہ) غرض کہ کیا کیا لکھا جائے معمولی سمجھ رکھنے والا انسان اس حقیقت کو نہایت آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ عقل و شرع سے جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ اہل محبت کو محبوب میں کوئی عیب نظر نہیں آتا اور نہ ان کا کان محبوب کا عیب سن سکتا ہے، تو جس قوم کا شبہ روزیہ و تیرہ ہو کہ قرآن و حدیث اور دلائل عقلیہ و نقلیہ سے آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں عیوب و نقائص ثابت کرنے کے درپے ہو وہ کیونکر سرکار کی محبت کے دعوے میں صادق ہو سکتی ہے؟

خدا کی قسم! حضور تو محمد ہیں اور محمد کے معنی ہی بے عیب ہیں، تو جس نے محمد کے اندر عیب مانا، اس نے محمد کو محمد ہی نہیں مانا۔ حضور کو محمد وہی مانتا ہے جو حضور کو بے عیب مانتا ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پس ثابت ہوا کہ تمام فرقوں میں وہ فرقہ اپنے دعویٰ محبت میں سچا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عیوب و نقائص سے منزہ اور پاک مانتا ہے۔

علامت محبت

گزشتہ سطور میں ثابت ہو چکا کہ ایمان کا دار و مدار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر ہے اور محبت کی علامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ محب اپنے محبوب کا کثرت سے ذکر کرتا ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذَكَرَهَا۔ کہ

جس کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے وہ اکثر اسی کا ذکر کرتا ہے۔

(زرقانی علی المواہب ص ۳۱۴)

پس جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنی زیادہ محبت ہوگی وہ اتنا ہی کثرت سے آپ کا ذکر کرے گا۔ معلوم ہوا آپ کا کثرت سے ذکر کرنا تقاضائے محبت و ایمان ہے۔ علامہ محاسبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عَلَامَةُ الْمُحِبِّينَ كَثْرَةُ الذِّكْرِ لِلْمُحِبُّوبِ
عَلَى طَرِيقِ الدَّوَامِ لَا يَنْقَطِعُونَ وَلَا
يَسْلُونَ وَلَا يَفْتَرُونَ وَقَدْ اجْمَعُ الْحُكَمَاءُ
عَلَى أَنَّ مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ مِنْ
ذِكْرِهِ فَإِنَّ كُرَّ الْمَحْبُوبِ هُوَ الْغَالِبُ
عَلَى قُلُوبِ الْمُحِبِّينَ لَا يُرِيدُونَ
بِهِ بَدَلًا وَلَا يَبْغُونَ عَنْهُ حَوْلًا وَلَا
تَقَعُوا عَنْ ذِكْرِ مُحِبُّوهُمْ لِفَسَادِ
عَيْشِهِمْ وَمَا تَلَدَّ ذُ الْمَتَلَدِ ذُونَ
بِشَى إِلَّا مِنْ ذِكْرِ الْمَحْبُوبِ۔

(زرقانی علی المواہب ص ۳۱۴)

وَمِنْ عَلَامَاتِ مَحَبَّتِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ تَعْظِيمُهُ عِنْدَ ذِكْرِهِ وَإِظْهَارُ
الْخُشُوعِ وَالْخُضُوعِ وَالْإِنْكَسَارِ مَعَ
سَمَاعِ اسْمِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔
(زرقانی علی المواہب ص ۳۱۵)

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَمِنْ عَلَامَاتِ مَحَبَّتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
أَوْرَآپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی علامتوں

میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی زیارتِ اقدس کا بہت زیادہ شوق ہو کیونکہ ہر محب اپنے محبوب کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کا محب آپ کے ذکر شریف سے روحانی لذت و سرور پائے اور آپ کے نام مبارک کے سننے کے وقت خوش ہو۔

اب ان لوگوں کی حالت کا اندازہ کیجئے جو آپ کے ذکرِ پاک، فضائل و کمالات صوت و سیرت کے بیان سے سرور و شادان نہیں، بلکہ دل تنگ ہوتے ہیں، کیا ان کا آپ کے ذکرِ پاک سے دل تنگ ہونا ایمان و محبت سے محروم ہونے کی کھلی ہوئی دلیل نہیں؟

آپ کا ذکرِ حُشْد ہے

حدیثِ قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

میں نے ایمان کا مکمل ہونا اس بات پر موقوف کر دیا ہے کہ (اے محبوب) میرے ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر بھی ہو اور میں نے تمہارے ذکر کو اپنا ذکر ٹھہرا دیا ہے، پس جس نے تمہارا ذکر کیا، اُس نے میرا ذکر کیا۔

جَعَلْتُ تَمَامَ الْإِيْمَانِ بِذِكْرِكَ مَعِيَ وَقَالَ أَيضًا جَعَلْتُكَ ذِكْرًا مِّنْ ذِكْرِي فَمَنْ ذَكَرَكَ ذَكَرَنِي

(شفا شریف ص ۱۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میرے پاس جبریل آئے اور کہا بے شک آپ کا رب فرماتا ہے کہ (اے حبیب) تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہارا ذکر کیا بلند کیلئے۔ میں نے کہا اللہ خوب جانتا ہے۔ فرمایا کہ جب میرا ذکر

آتَانِي جِبْرِيلُ فَقَالَ إِنَّ رَبَّكَ يَقُولُ أَتَدْرِي كَيْفَ رَفَعْتُ ذِكْرَكَ قُلْتُ اللَّهُ أَعْلَمُ قَالَ إِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِيَ

(زرقانی علی المواہب ص ۳۱۴)

ہوگا تو میرے ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر بھی ہوگا۔ (درمنثور ص ۲۶۲)

چنانچہ قرآن پاک میں اللہ جل شانہ کے ذکر کے ساتھ ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے دیکھئے۔
 لَتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ (فتح-۹) اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ (حجرات-۱۵) وَالَّذِيْنَ
 اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ (نور-۶۲) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ -
 (نور-۶۲) اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُوْلَ (مائدہ-۹۲) اَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ (انفال-۲۰)
 وَمَنْ يُطِيعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ (نساء-۱۳) وَيُطِيعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ (توبہ-۱) وَاِنَّ
 يُطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ (حجرات-۱۲) اِسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ (انفال-۲۴) وَمَنْ
 يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ (نساء-۱۲) اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ (احزاب-۵۷) بَرَاءَةٌ
 مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ (توبہ-۱) وَاِذَا نُجِرَ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ (توبہ-۳) مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا
 رَسُولِهِ (توبہ-۱۶) اِنَّهُ مَن يُّجَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ (توبہ-۶۳) اِنَّ الَّذِيْنَ يُّجَادِدُوْنَ اللّٰهَ وَ
 رَسُولَهُ (مجادلہ-۵) الَّذِيْنَ يُّجَادِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ (مائدہ-۳۳) وَلَا يَحْرِمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ
 وَرَسُولَهُ (توبہ-۲۹) قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (انفال-۱) فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ
 (النساء-۱) وَمَنْ يُشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ (انفال-۱۳) ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاقُوْا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ
 (حشر-۴) مَا اَتَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ (توبہ-۵۹) سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ -
 (توبہ-۵۹) اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ (توبہ-۵۴) اَعْنَهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ (توبہ-۷۲)
 فَاِنَّ لِلّٰهِ خُسْرًا وَلِلرَّسُوْلِ (انفال-۲۱) الَّذِيْنَ كَذَبُوْا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ (توبہ-۹۰)
 وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ (توبہ-۹۲) وَاِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ (نور-۲۸)
 اَنْ يَّحْيِفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولَهُ (نور-۵۰) وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ (احزاب-۲۱) اِنْ
 كُنْتُمْ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ (احزاب-۲۹) وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُمْ بِتَوْفِيقِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ -
 (احزاب-۲۱) اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ (احزاب-۳۶) لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ
 رَسُولِهِ (حجرات-۱۲) وَيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ (حشر-۱) وَيَلْتَمِزُ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ -
 (منافقون-۸) مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ (احزاب-۲۲) وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ -
 (احزاب-۳۶) اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلًا (احزاب-۶۶)

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

آدم علیہ السلام اپنے بیٹے شیث علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے میرے بیٹے تم میرے بعد میرے خلیفہ ہو۔ پس خلافت کو تقویٰ کے تاج اور محکم یقین کے ساتھ پکڑے رہو اور جب تم اللہ کا ذکر کرو تو اس کے متصل نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرو کیونکہ میں نے ان کا نام عرش کے ستونوں پر لکھا ہوا دیکھا ہے جب کہ میں روح ومٹی کے درمیان تھا۔ پھر میں نے تمام آسمانوں پر نظر کیا تو مجھے کوئی جگہ ایسی نظر نہیں آئی جہاں نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھا ہوا نہ ہو۔ اور میرے رب نے مجھے جنت میں رکھا تو میں نے جنت کے ہر محل اور ہر بالا خانے اور ہر آمدے پر اور تمام سُروروں کے سینوں پر اور جنت کے تمام درختوں کے پتوں پر اور شجر طوبی اور سدرة المنتہی کے پتوں پر اور پردوں کے کناروں پر اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھا ہوا دیکھا ہے، لہذا تو کثرت سے ان کا ذکر کیا کر۔ کیونکہ فرشتے ہر وقت ان کے ذکر میں مشغول رہتے

ہیں۔

أَقْبَلَ آدَمُ عَلَى ابْنِهِ شِيثَ فَقَالَ
أَيُّ بَنِيَّ أَنْتَ خَلِيفَتِي مِنْ بَعْدِي
فَخَذَهَا بِعِمَارَةِ التَّقْوَى وَالْعُدْوَةِ
الْوَثْقَى فَاذْكُرْ اللَّهَ فَادْكُرْ
إِلَى جَنْبِهِ اسْمَ مُحَمَّدٍ فَإِنِّي رَأَيْتُ
اسْمَهُ مَكْتُوبًا عَلَى سَائِقِ الْعَرْشِ
وَإِنَّا بَيْنَ الرُّوحِ وَالطِّينِ نُحْمِلُنِي
طُفْتُ السَّمَوَاتِ فَلَمْ أَرِ فِي السَّمَوَاتِ
مَوْضِعًا إِلَّا رَأَيْتُ اسْمَ مُحَمَّدٍ مَكْتُوبًا
عَلَيْهِ وَإِنَّ رَبِّي أَسْكَنَنِي الْجَنَّةَ
فَلَمْ أَرِ فِي الْجَنَّةِ قَصْرًا وَلَا عُرْفَةً
إِلَّا وَجَدْتُ اسْمَ مُحَمَّدٍ مَكْتُوبًا
عَلَيْهِ وَلَقَدْ رَأَيْتُ اسْمَ مُحَمَّدٍ
مَكْتُوبًا عَلَى نُحُورِ الْحُورِ الْعِينِ وَ
عَلَى دَرَقِ قَصَبِ لِحَامِ الْجَنَّةِ وَعَلَى
وَرَقِ شَجَرَةِ طُوبَى وَعَلَى دَرَقِ سِدْرَةِ
الْمُنْتَهَى وَعَلَى أَطْرَافِ الْحُجُبِ بَيْنَ
أَعْيُنِ الْمَلَائِكَةِ فَكَثُرَ ذِكْرُهُ فَإِنَّ
الْمَلَائِكَةَ مِنْ قَبْلِ تَذَكُّرِي فِي
كُلِّ سَاعَاتِهَا.

(زرقانی علی المواہب)

آپ کی تعظیم فرض عین ہے

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر فرض عین ہے بلکہ تمام فرائض کی اصل ہے اور آپ کی ادنیٰ توہین یا تکذیب کفر ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

(اے نبی! بیشک ہم نے تمہیں بھیجا شاید و بیشتر نذیر بنا کر تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔)

بُكْرَةً وَأَصِيلًا - (الفتح - ۹)

اس آیت کریمہ میں تین باتوں کا حکم دیا گیا ہے۔ اول اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا۔ دوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کرنا۔ سوم تسبیح یعنی اللہ کی عبادت کرنا۔ ایمان کو پہلے اس لیے رکھا کہ بغیر ایمان تعظیم کچھ مفید نہیں اور تعظیم حبیب کو عبادت پر مقدم اس لیے فرمایا کہ بغیر تعظیم کے عمر بھر کی عبادت بے کار و مردود ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا۔

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ
وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ
أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ - (الاعراف - ۱۵۷)

پس جو اس (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لائیں اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس نور کی اتباع کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی فلاح پانے والے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں بھی وہی ترتیب جمیل ہے۔ اول ان پر ایمان، دوم ان کی تعظیم اور سوم ان کے دین کی نصرت اور قرآن کریم کی اتباع، ثابت ہوا کہ ایک مومن پر ایمان لانا ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر فرض ہو جاتی ہے۔ اور اگر اس تعظیم میں فرق آجائے تو سارے اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ فرمایا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ
فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ

اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز سے اونچی نہ کرو اور ان

کی حضوری میں بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ بے شک وہ جو اپنی آوازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پست کرتے ہیں وہ ہیں جن کا دل اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے اُن کے لیے بخشش اور بڑا اجر و ثواب ہے۔

بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ
إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى لَهُمْ مَغْفِرَةٌ
وَاجْرَ عَظِيمَةٌ

(الحجرات - ۲)

اس آیت کریمہ میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام اور اجلال و اکرام تعلیم فرمایا گیا ہے کہ ادب و احترام کا پورا پورا لحاظ رکھیں ورنہ نیکیوں کے برباد ہونے کا اندیشہ ہے اور پھر جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس پر پورا پورا عمل کیا، اور خدمت اقدس میں بہت ہی پست آواز سے عرض معروض کرتے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی تعریف فرمائی اور ان کو عظیم الشان ثمر دے سنائے اور جنہوں نے ترک ادب کیا اُن کو بے عقل بتایا چنانچہ فرمایا۔

بیشک وہ جو (اے حبیب) تمہیں مجھوں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم خود ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ دُونِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ
وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

(الحجرات - ۵)

یہ آیت وفد نبی تمیم کے سقی میں نازل ہوئی جب کہ وہ دوپہر کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ اس وقت آرام فرما رہے تھے، انہوں نے آپ کا نام لے کر پکارنا شروع کیا، آپ باہر تشریف لائے۔ اس پر فرمایا گیا کہ اس طرح آپ کو پکارنا ادب کے خلاف اور جہالت و بے عقلی ہے بلکہ بہتر یہ تھا کہ یہ لوگ

اتنا صبر کرتے کہ آپ اُن کے پاس خود تشریف لاتے۔ فرمایا
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا
 وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ
 عَذَابٌ أَلِيمٌ
 اور سُن لو! کافروں کے لیے دردناک عذاب

(البقرہ - ۱۰۴)

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کو کچھ تعلیم و تلقین فرماتے تو وہ کبھی کبھی درمیان
 میں عرض کرتے رَاعِنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ یعنی حضور ہمارے حال کی رعایت فرمائیے اور کلام
 اقدس کو اچھی طرح سمجھ لینے کا موقع دیجئے۔ یہی لفظ ”رَاعِنَا“ یہود کی زبان میں گستاخی و
 بے ادبی کا لفظ تھا۔ انہوں نے یہی لفظ گستاخی و بے ادبی کی نیت سے بولنا شروع کر
 دیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ اے ایمان والو ایسا کلمہ ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم
 کے متعلق مت کہو جس سے کسی دشمن کو گستاخی و بدگوئی کا موقع مل جائے معلوم ہوا کہ حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر اور ان کی جناب میں کلماتِ ادب عرض کرنا فرض ہے
 اور جس کلمہ میں ترکِ ادب کا شائبہ بھی ہو وہ زبان پر لانا ممنوع ہے ۵

ادب گاہیت زیرِ آسماں از عرش نازک تر
 نفس گم کردہ می آید جنبید و بازید ایس جا

عزت بخلدی

اللہ تبارک و تعالیٰ نے دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو ان کے ذاتی نام سے
 خطاب کیا مثلاً يَا اٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ۔ يٰنُوْحُ اهْبِطْ۔
 يٰاِبْرٰهِيْمَ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا۔ يٰمُوسٰى اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ۔ يٰعِيسٰى بِنِ مَرْيَمَ
 اذْكِرْنِعْمَتِيْ عَلَيْكَ۔ يٰدَاوُدْ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ۔ يٰزَكَرِيَّا اِنَّا
 نُبَشِّرُكَ۔ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ مِرًا نِصِبِ صَلٰى اللّٰه عَلَيْهٖ وَسَلْمٍ كُوْهِيْنَ ذَاتِي
 نَامٍ سَعِ خَطَابٍ نِهِيْنَ كِيَا بَلْكَ نِهَايْتِ پِيَا رَعِ اِنْدَازِ مِيْنَ فَرْمَايَا۔ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ، يٰاَيُّهَا
 الرَّسُوْلُ اور کہیں يٰاَيُّهَا الْمُرْسَلُ۔ يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ اور کہیں طه کہیں

یست کہہ کر خطاب فرمایا۔ اسی طرح پہلی امتیں بھی اپنے نبیوں کو ان کے ذاتی نام سے خطاب کیا کرتی تھیں مثلاً یٰمُوسٰی اٰجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا كَمَا لِهٰمَ الْاِلٰهَةُ۔ اِذْ قَالَ الْخَوَارِیُّونَ یٰعِیْسٰی ابْنَ مَرْیَمَ۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو حکم دیا لَا تَجْعَلُوْا دُعَاۗءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَاۗءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا کہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا کہ تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔ یعنی جب آپ کو پکارا جائے تو عام لوگوں کی طرح ذاتی نام سے یا محمد یا احمد کہہ کر نہ پکارا جائے بلکہ ادب و تکریم اور توقیر و تعظیم کے ساتھ یا نبی اللہ، یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر پکارا جائے۔

از حد و خواہیم توفیق ادب

بے ادب محروم ماند از لطف رب

صلح حدیبیہ کے بعد جب عروہ بن مسعود لُفقی اپنی قوم میں واپس آئے تو آکر کہا۔

اے قوم!

خدا کی قسم! مجھے بادشاہوں کے دربار میں جانے کا اتفاق ہوا ہے اور میں نے قیصر و کسری اور نجاشی کے دربار بھی دیکھے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے ہرگز کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی تعظیم اصحاب محمد، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کرتے ہیں۔ واللہ! وہ ریشٹ یا تھوک یا بلغم نہیں پھینکتے مگر وہ ان میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ پر ہوتی ہے اور وہ اس کو اپنے منہ اور بدن پر مل لیتا ہے اور جب وہ کوئی حکم کرتے ہیں تو وہ تعمیل کرنے میں ایک دوسرے پر بقت

وَاللّٰهُ لَقَدْ وَفَدَتْ عَلٰی الْمُلُوْكِ وَ
وَفَدَتْ عَلٰی قَيْصَرَ وَكِسْرٰی وَ النَّجَاشِیِّ
وَاللّٰهُ اِنْ رَاٰیْتُ مَلِكًا قَطُّ تَعَظَّمَهُ
اَصْحَابُهُ مَا یُعَظَّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ
مُحَمَّدًا وَاَللّٰهُ اِنْ یَتَنَحَّمَنَّ خَامَةً
اِلَّا وَقَعَتْ فِیْ كَیْفٍ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَذَكَ
بِهَا وَجْهَهُ وَجَلْدَهُ وَاِذَا اَمَرَهُمْ
اِبْتَدَرُوْا اَمْرًا وَاِذَا تَوَضَّاءَ كَادُوْا
یَقْتَتِلُوْنَ عَلٰی وُضُوئِهِ وَاِذَا تَكَلَّمُوْا
خَفِضُوْا اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ وَمَا
یَجِدُوْنَ النَّظَرَ اِلَیْهِ تَعْظِیْمًا لِّهٖ

وَلَا تَهْ قَدْ عَرَضَ عَلَيْكُمْ خُطَّةَ
رُشْدٍ فَأَقْبِلُوهَا -

لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور جب وہ
وضو کرتے ہیں تو وضو کے پانی پر وہ اس طرح
ٹوٹ پڑتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپس
میں لڑ مریں گے اور جب وہ بات کرتے ہیں
تو سب اپنی آوازیں پست کر لیتے ہیں اور
ان کی تعظیم و توقیر کی وجہ سے کوئی ان کی طرف
تیز نگاہی سے نہیں دیکھ سکتا۔ انہوں نے تم
پر رشد و ہدایت کا کام پیش کیا ہے تو تم اس
کو قبول کر لو۔

(زرقانی علی المواہب)

ص ۱۹۲
۲

اس ایک روایت سے ہی اندازہ ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی کس قدر تعظیم و توقیر کرتے تھے۔

امام اجل حضرت امام قاضی عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَأَعْلَمُ أَنَّ حُرْمَةَ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَوْتِهِ
وَتَوْقِيرَهُ وَتَعْظِيمَهُ لَا زِمُّ كَمَا
كَانَ حَالُ حَيَاتِهِ وَذَلِكَ عِنْدَ
ذِكْرِهِ وَذِكْرِ حَدِيثِهِ وَسُنَّتِهِ وَ
سَمَاعِ اسْمِهِ وَسِيرَتِهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

جان لو! بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی عزت و حرمت اور آپ کی تعظیم و توقیر آپ کی
وفات کے بعد بھی اسی طرح ضروری و لازم
ہے جس طرح کہ آپ کی ظاہری حیات میں ضروری
و لازم تھی، اس کا اظہار خصوصاً آپ کے ذکر
مبارک اور آپ کی حدیث شریف کی تلاوت
اور آپ کی سنت اور آپ کے نام مبارک اور آپ
کی سیرت طیبہ کے سننے کے وقت ہونا چاہیے

(شفا شریف ص ۳۲)

ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر عین ایمان بلکہ روح ایمان ہے
اور اس پُر فتن دور میں جب کہ لوگوں کے دلوں سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی
محبت و عظمت نکلتی جا رہی ہے نہایت ضروری و لازم ہے کہ مسلمانوں کے قلوب میں

آپ کی سچی محبت و عقیدت اور عزت و عظمت اجاگر کی جائے۔

آپ کا ذکر عبادت ہے

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ذَكَرُ الْأَنْبِيَاءِ مِنَ الْعِبَادَةِ وَذَكَرُ
الصَّالِحِينَ كَفَّارَةٌ (فتح الکبیر ص ۲۱۰) (سیئات) ہے۔

جب انبیاء و اولیاء کا ذکر عبادت اور گناہوں کا کفارہ ہے تو حضور سید الانبیاء
و المرسلین حبیب رب العالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کس درجہ کی عبادت
اور کس قدر باعثِ رحمت و برکت اور کفارہ سیئات ہوگا۔ بلاشبہ آپ کا ذکر مبارک سرمایہ
ایمان اور تسکینِ دل و جان ہے۔

اسی مبارک مقصد کے پیش نظر اس گنہ گار، سیہ کار، سگ درگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
وسلم نے اس کتاب کی تالیف کی ہے۔ اگرچہ مجھے اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا پورا پورا احساس
و اعتراف ہے۔ بھلا کہاں مجھ سا گنہ گار انسان اور کہاں سردارِ انبیاء حبیب کبریٰ صلی اللہ علیہ
وسلم کی عظمت و شان کا بیان، مگر دورِ حاضر کے بعض بے ادب اور گستاخ افراد جو توحید و
اسلام کی آڑ لے کر مسلمانوں کے دلوں سے انبیاء و اولیاء کی عظمت کو دور کر رہے ہیں، کے
ناپاک ارادوں اور خطرناک سازشوں سے باخبر ہو کر میرے دل میں درد و احساس پیدا ہوا
تو میں نے اللہ تعالیٰ کی رحمت پر نظر رکھتے ہوئے کمر ہمت باندھی اور یہ چند ورق آپ کے
پیش نظر ہیں۔

مجھے اللہ کے فضل و کرم سے امیدِ کامل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ذکرِ جمیل
سے انشاء اللہ مومنوں کے دل نور ایمان و عرفان سے جگمگا اٹھیں گے اور انہیں اطمینان
مسرور حاصل ہوگا۔ اور منکرینِ عظمت و شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی گمراہ کن تقریر
یا تحریر ان پر اثر انداز نہیں ہوگی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ بے طفیل اپنے حبیب
پاک صلی اللہ علیہ وسلم میری اس سعی کو قبول فرما کر مسلمانوں کے لیے مفید و نافع اور میرے

لئے کفارہ سیئات بنائے اور قیامت کے دن اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ثناخوانوں میں میرا حشر فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اس کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ شریف، سرانور سے لے کر پائے اقدس تک ہر عضو مبارک کے خصائص، شمائل، فضائل اور معجزات و برکات کا بیان ہے۔ اس مناسبت سے اس کتاب کا نام مبارک ”الذکر الجلیل فی حلیہ الحبیہ الخلیفہ صلی اللہ علیہ وسلم“ رکھتا ہوں۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى
حَبِيبِهِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ۔

ناچیز

محمد شفیع الخطیب عفا اللہ عنہ (اوکارٹروی)

توجہ فرمائیں: قارئین کی سہولت کے لیے عربی عبارات پر اعراب لگا دیتے گئے ہیں، اعراب لگانے میں ہم سے یا کاتب سے کوئی غلطی و کوتاہی ہو گئی ہو تو ہم معذرت خواہ ہیں، علاوہ ازیں کوشش کی گئی ہے کہ آیات قرآنی، احادیث شریفہ اور اقوال کے تمام حوالے صحیح درج کیے جاتیں، اگر کہیں کوئی حوالہ رہ گیا ہو تو قارئین نشاندہی فرمادیں، انشاء اللہ اس کے اندراج اور تصحیح کا آئندہ طباعت میں اہتمام کر دیا جاتے گا۔ محترم فیصل ندیم قادری نے حوالہ جات کی جانچ پڑتال میں تعاون کیا، اللہ کریم انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

(ناشر)

حَیَاتُ النَّبِیِّ

(صلی اللہ علیہ وسلم)

تُوْزِنْدُہے وَ اللّٰہُ تُوْزِنْدُہے وَ اللّٰہُ
بِرے حِشْمِ عَالَم سے چھپ جانے والے

(اعلیٰ حضرت بریلوی)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا اقدس کے حالات و کمالات اور خصائص معجزات کے پڑھنے سے پہلے یہ جان لیجئے کہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بالخصوص ہمارے نبی کریم، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی و جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں اور افعال مبارکہ بجالاتے ہیں، جیسا کہ آئندہ سطور میں بفضلہ تعالیٰ بیان ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔
(الانبیاء - ۱۰۷)

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو (اے حبیب) مگر رحمت واسطے تمام جہانوں کے۔

حضرت علامہ سید محمود اوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام عالموں کے لیے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام ممکنات پر ان کی قابلیتوں کے مطابق فیض الہی کا واسطہ ہیں اور اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اول المخلوقات ہے، کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے ”اے جابر اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا ہے۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ المعطی (عطا کرنے والا) ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

وَكُونَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحْمَةً لِّجَمِيعٍ بِرَأْيِهِ أَنَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَاسِطَةُ الْفَيْضِ الْإِلَهِيِّ عَلَى الْمُمْكِنَاتِ عَلَى حَسْبِ الْقَوَائِلِ وَلِذَا كَانَ نُورُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَ الْمَخْلُوقَاتِ فِي الْخَبَرِ أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ تَعَالَى نُورَ نَبِيِّكَ يَا جَابِرُ وَجَاءَ فِي رِوَايَةٍ أُخْرَى اللَّهُ الْمُعْطَى وَأَنَا الْقَاسِمُ۔ (نور العالی ص ۹۷)

یہی صاحبِ رُوح المعانی آگے چل کر فرماتے ہیں۔

وَالَّذِي اخْتَارَكَ اِنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَاتَمَّا بَعِثَ رَحْمَةً لِّكُلِّ فَرْدٍ
مِّنَ الْعَالَمِيْنَ مَلَائِكَتِهِمْ وَاَنْسِيَهُمْ
وَجِزِّيَهُمْ وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْمُؤْمِنِ
وَالْكَافِرِ مِنَ الْاِنْسِ وَالْجِبِّ فِي
ذَلِكَ وَالرَّحْمَةُ مُتَفَاوِتَةٌ۔
(رُوح المعانی پاجہ ۹۷)

اور میرے نزدیک مسلکِ مختار یہ ہے کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم عالمین کے ہر ہر فرد کے لئے
رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ فرشتوں، انسانوں
اور جنات سب کے لیے رحمت ہیں اور اس
امر میں جن و انس کے مومن و کافر کے مابین کوئی
فرق نہیں اور رحمت ہر ایک کے حق میں الگ
الگ اور متفاوت نوعیت رکھتی ہے۔

مخالفین کے سردار محمد قاسم صاحب نانوتوی لکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محققین کے نزدیک وسیلہ تمام فیوض اور واسطہ
فی العروض تمام عالم کے لئے ہیں (آپ حیات ص ۱۶۷) آیت وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً
لِّلْعَالَمِيْنَ اور اس کی تفسیری عبارات سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالمین
کے ہر ہر فرد کے لئے رحمت اور تمام عالم ممکنات کے لئے ہر قسم کے فیوض و برکات کا ذریعہ
و وسیلہ ہیں یعنی جس طرح جڑ پورے درخت کی تمام شاخوں کی تازگی و شگفتگی کا باعث
ہوتی ہے اسی طرح آپ تمام عالمین کے لئے ہر قسم کے فیوض کا باعث ہیں۔ تو یہ ہو سکتا
ہے کہ جڑ سوکھ جائے مردہ ہو جائے اور شاخیں زندہ اور سرسبز و شاداب رہیں؟ جب یہ
نہیں ہو سکتا تو یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ جن کی ذات مقدسہ تمام جہان کے لئے رحمت اور اصل
الاصول ہو وہ مردہ ہو جائیں اور جہان زندہ رہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)
زندہ ہیں اور تمام جہان کی زندگی کا واسطہ و وسیلہ ہیں۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

(اعلیٰ حضرت بریلوی)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
جو اللہ کی راہ میں شہید ہو جاتے ہیں ان کو

أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ
 (البقرہ - ۱۵۴)

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ
 اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ
 يُرْزِقُونَ فَرحین بما آتاهم اللہ
 مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ
 لَمْ يَدْخَلُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ
 عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ
 (آل عمران - ۱۶۹)

مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں۔
 اور جو اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں ان کے
 متعلق ہرگز یہ گمان بھی نہ کرو کہ وہ مرنے میں،
 بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق دیتے
 جاتے ہیں شاد ہوتے ہیں اس پر جو اللہ نے
 اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اور خوش ہوئے
 بہ سبب ان لوگوں کے جو ابھی تک ان سے
 نہیں آئے ان کے پیچھے رہ جانے والوں سے
 کہ نہیں ہے ان پر کوئی خوف اور نہ وہ غمگین
 ہوں گے۔

ان دونوں آیتوں سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ شہداء زندہ ہیں نہ ان کو زبان سے
 مردہ کہنا چاہیے اور نہ دل میں ان کو مردہ گمان کرنا چاہیے۔ ان کی زندگی کی کیفیت و
 حقیقت ہم اپنے حواس و عقل سے نہیں سمجھ سکتے۔ لہذا ہمیں کلام الہی پر ایمان و یقین رکھتے
 ہوئے یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ وہ زندہ ہیں کھاتے پیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام
 پر خوشیاں مناتے ہیں۔ اگر ہم ان کی حیات کا انکار کریں یا تاویل میں کریں گے تو یہ ہماری جہالت
 و حماقت اور کلام الہی پر ایمان و یقین نہ ہونے کی کھلی دلیل ہوگی کیونکہ حیات کا صحیح اور
 حقیقی مفہوم وہ نہیں ہوگا جو ہماری ناقص عقل اور محدود شعور نے سمجھا ہے۔ بلکہ وہ ہوگا جو
 خالق حیات نے اپنے صاف و صریح اعلان کے ذریعہ قرار دیا ہے۔ جب شہداء کی زندگی
 قرآن پاک کی نص سے ثابت ہے تو انبیاء کرام اور صدیقین امت کی زندگی میں کیونکر شبہ
 کیا جاسکتا ہے جو بالاتفاق درجہ و مرتبہ میں شہداء سے اعلیٰ اور برتر ہیں۔ چنانچہ
 ان آیات کے تحت غزالیؒ دوراں، علامہ العصر، حضرت مولانا سید احمد سعید صاحب
 کاظمی دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں۔

”بظاہر یہ آیات کریمہ شہداء (غیر انبیاء) کی حیات پر دلالت کرتی ہیں

لیکن درحقیقت انبیاء علیہم السلام بالخصوص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں شامل ہیں اس لیے کہ دلائل و واقعات کی روشنی میں یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام شہید ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں شہادت کا درجہ پایا اور مَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ کے عموم میں بلاشبہ آپ داخل ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ "يُقْتَلُ" قتل سے ماخوذ ہے اور قتل کے معنی ہیں "اماتت" یعنی مار ڈالنا۔ قتل اور اماتت کے معنی میں ایک باریک فرق ہے جسے ملحوظ رکھنا ضروری ہے، امام راغب اصفہانی قتل کے معنی بیان کرتے ہوئے اس فرق کو ظاہر فرماتے ہیں مفردت راغب میں ہے (قتل) أَصْلُ الْقَتْلِ إِزَالَةُ الرُّوحِ عَنِ الْجَسَدِ كَالْمَوْتِ لَكِنْ إِذَا اُعْتُبِرَ بِفِعْلِ الْمَتَوَلَّى لِذَلِكَ يُقَالُ قَتْلٌ وَإِذَا اُعْتُبِرَ بِفِعْلِ الْحَيَاتِ يُقَالُ مَوْتُ۔

ترجمہ :- (قتل) قتل کے اصلی معنی جسم سے رُوح کو زائل کرنے کے ہیں جسے موت۔ لیکن جب متولی اور متصرف ازالہ کے فعل کا اعتبار کیا جائے تو قتل کہا جائے گا اور جب فوت حیات کا اعتبار کیا جائے تو موت کہا جائے گا۔ قتل میں چونکہ فاعل کا فعل معتبر ہوتا ہے اور فعل کا اختیار عبد کے لئے بھی حاصل ہے اس لیے قتل کی اسناد عبد کی طرف صحیح ہے اور عبد کو قاتل کہا جاسکتا ہے۔ بخلاف اماتت کے کہ اس میں فعل مذکور معتبر نہیں بلکہ فوت حیات کا اعتبار ہے اور عبد کا اختیار فعل سے متجاوز ہو کر فوت حیات تک نہیں پہنچتا۔ بندہ صرف اتنا کر سکتا ہے کہ اپنی طرف سے کوئی فعل واقع کر دے۔ مثلاً کسی کو تلوار مار دے یا زہر کھلا دے یا کسی کے بدن کے ٹکڑے کر دے مگر اس کے بدن سے حیات کو زائل کرنا بندے کے اختیار میں نہیں، یہ صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت سے منسلک ہے۔ اس لئے بندہ قاتل ہو سکتا ہے مہیت نہیں ہو سکتا۔ حیات کا فوت ہونا قدرت خداوندی سے ہی متعلق

ہے۔ اس لیے امانت کی اسناد صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہو سکتی ہے۔ ازالہ حیات صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور مُمیت اس کے سوا کوئی نہیں۔“
ہماری اس بیان سے ناظرین کے ذہن میں ایک اشکال پیدا ہو گیا ہوگا اور وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ”مَنْ يُقْتَلُ“ کے عموم میں داخل ہونا واللہ یَعِصَمُكَ مِنَ النَّاسِ کے منافی ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ ان کی جان پاک کو لوگوں سے بچانے کا وعدہ فرما چکا تو اب انہیں کس طرح قتل کیا جاسکتا ہے اور بغیر قتل ہوئے ”مَنْ يُقْتَلُ“ میں آپ کا شامل ہونا ممکن نہیں۔

اس کے حل کی طرف ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں کہ قتل میں فعل فاعل کا اعتبار ہوتا ہے اور امانت میں فوت حیات کا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ وعدۃ الہیہ کے الفاظ ہیں ”وَاللّٰهُ یَعِصَمُكَ مِنَ النَّاسِ“ اس میں نہ قتل کا لفظ ہے نہ موت کا۔ اس وعدہ کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں کے مار ڈالنے سے اللہ تعالیٰ آپ کو بچائے گا۔ یعنی آپ کی ذات پاک کے لئے کوئی ایسا فعل نہ کر سکے گا جس سے عادتاً علی الفور آپ کی موت واقع ہو جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا اور کسی شخص نے آپ کو مار ڈالنے کی قدرت نہ پائی۔

ربا یہ امر کہ ”مَنْ يُقْتَلُ“ کے عموم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے داخل ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ قتل سے مراد وہ فعل ہے جو فوت حیات کا موجب ہو جائے۔ فعل قتل کا فوت حیات کے لئے موجب ہونا دو طریقے سے ہوتا ہے۔ ایک عادتاً دوسرے خارقاً للعادت عادتاً فعل قتل سے علی الفور ازالہ حیات ہو جاتا ہے اور خارق عادت کے طور پر علی الفور ازالہ حیات نہیں ہوتا بلکہ ایک مدت طویلہ کے بعد ہی اس کا موجب موت ہونا ظاہر ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی قسم کے قتل سے بچا کر اپنے وعدے کو پورا فرما دیا اور دوسری قسم کا فعل قتل آپ کے لئے بر بنا حکمت متحقق کر دیا۔ تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ”مَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ“ کے عموم میں داخل ہو کر شہادت کا مرتبہ پائیں اور کسی بے دین کے لئے آپ کو مردہ کہہ کر حیات نبوت کے انکار کی مجال

باقی نہ رہے۔ ہمارے اس دعویٰ کی دلیل امام بخاری اور امام بیہقی کی وہ حدیث ہے جو امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب "انباء الاذکیاء بحیاء الانبیاء" میں نقل فرمائی ہے۔

امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرضِ وفات میں فرماتے تھے کہ میں نے خیبر میں جو زہر آلود لقمہ کھایا تھا میں اسکی تکلیف ہمیشہ محسوس کرتا رہا ہوں۔ پس اب وہ وقت آپہنچا کہ اسی زہر کے اثر سے میری رگ جاں منقطع ہو گئی

وَأَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ لَمْ أَزَلْ أَجِدُ أَلْعَامَ الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ فَهَذَا أَوَانٌ أَنْقَطَمَ أَبْهَرِي مِنْ ذَلِكَ السَّجِّ۔

(انبیاء الاذکیاء ص ۱۴۹)

نیز امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اور بے شک یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی وفات پائی اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن ایسی زہر ملائی ہوئی بکری کے گوشت کا ایک لقمہ تناول فرمایا جس کا زہر ایسا قاتل تھا کہ اس کے کھانے سے اس وقت علی الفور موت واقع ہو جائے یہاں تک کہ اس زہر کے اثر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی بشر بن براء بن معرور اسی وقت فوت ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا باقی رہنا معجزہ ہو گیا وہ زہر آپ کو اکثر تکلیف دیتا

وَقَدْ شَبَّتَ أَنَّ نَبِيَّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ شَهِيدًا لِأَجْلِهِ يَوْمَ خَيْبَرَ مِنْ شَاةٍ مَسْمُومَةٍ سَمًّا قَاتِلًا مِنْ سَاعَةٍ حَتَّى مَاتَ مِنْهُ بِشْرُ بَكْرِ بْنِ الْمُوَحَّدَةِ وَسُكُونِ الْمُعْجَمَةِ ابْنِ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُورٍ وَصَارَ بَقَاؤُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْجِزَةً فَكَانَ بِهِ أَلْعَامُ التَّمِّ يَتَعَاهَدُهُ أَحْيَانًا إِلَى أَنْ مَاتَ بِهِ۔

رہتا تھا۔ یہاں تک کہ اسی کے اثر سے آپ
کی موت واقع ہوئی۔

(زرقانی ۳۱۳)

بخاری، بیہقی، سیوطی اور زرقانی کی ان پیش کردہ روایات سے ہمارا دعویٰ بخوبی
ثابت ہو گیا اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے زہر دیا گیا اور اسی زہر
سے آپ کی موت واقع ہوئی۔ اگرچہ زہر دینے اور موت واقع ہونے میں تین سال کا وقفہ
تھا لیکن وفات شریف اسی زہر دینے کے فعل سے واقع ہوئی اور تین سال تک حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کا باقی رہنا زہر دینے اور اس فعل قتل کی کمزوری کی بنا پر نہ تھا، بلکہ
خرقِ عادت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کے طور پر تھا جیسا کہ ہم عباراتِ منقولہ
سے ثابت کر چکے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی "انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء" میں فرماتے
ہیں۔

وَآخِرَجَ أَحْمَدُ وَأَبُو يَعْلَى وَالطَّبْرَانِيُّ وَالْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ وَالْبَيْهَقِيُّ
فِي دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ لِأَنَّ أَحْلِفَ سَعًا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُتِلَ قَتْلًا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَحْلِفَ وَاحِدَةً أَنَّهُ لَمْ يُقْتَلْ
وَذَلِكَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى اتَّخَذَهُ نَبِيًّا وَاتَّخَذَهُ شَهِيدًا۔ (انباء الاذکیاء ص ۱۲۸)

(ترجمہ) احمد۔ ابو یعلیٰ۔ طبرانی اور مستدرک میں حاکم نے اور دلائل النبوة میں بیہقی نے
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر میں نو مرتبہ قسم کھا کر یہ کہوں
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قتل کئے گئے ہیں یہ بات مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں ایک مرتبہ قسم کھا کر یہ
کہوں کہ آپ قتل نہیں کئے گئے اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بھی بنایا اور شہید بھی۔
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے ظاہر ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
"مَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ" کے عموم میں داخل ہیں۔ اس بنا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کا زندہ ہونا نصِ قطعی سے ثابت ہے۔

علاوہ ازیں یہ کہ اللہ تعالیٰ نے منعم علیہم کے چار گروہ قرآن کریم میں بیان فرمائے ہیں
نبیین، صدیقین، شہداء، صالحین اور ہر نعمت کی اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

ذاتِ مقدسہ ہے جیسا کہ سابقہ تفصیل سے معلوم ہو چکا۔ نبوت، صدیقیت اور صالحیت کے اوصاف کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ میں پایا جانا تو سب کے نزدیک قطعی طور پر ثابت ہے اب اگر وصفِ شہادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے (ہمارے بیان کردہ دلائل کی روشنی میں) تسلیم نہ کیا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ کمالِ شہادت سے محروم رہے گی۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونے اور تمام کمالات و انعاماتِ الہیہ کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل ہونے کے منافی اور معارض ہے جو باطل محض اور دلائل کی روشنی میں مردود ہے۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ نبوت و صدیقیت اور صالحیت کی طرح وصفِ شہادت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ میں بلاشبہ پایا جاتا ہے۔ وهو المراد۔

(السعيد، حیات النبی نمبر ص ۱۲)

علامہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بَلْ حَيَاةُ الْأَنْبِيَاءِ أَقْوَى مِنْهُمْ
وَأَشَدُّ ظُهُورًا أَشَارَهَا فِي الْخَارِجِ
حَتَّى لَا يَجُوزُ النِّكَاحُ بِأَمْرٍ وَاجِبٍ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَعْدَ وَفَاتِهِ بِخِلَافِ الشُّهَدَاءِ وَ
الصِّدِّيقِينَ أَيْضًا أَعْلَى دَرَجَةٍ
مِنَ الشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ يَعْنِي
الْأَوْلِيَاءَ مُدْحِقُونَ بِهِمْ كَمَا يَدُلُّ
عَلَيْهِ التَّرْتِيبُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى مِنَ
النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ
وَالصَّالِحِينَ۔

بلکہ حیاتِ انبیاء حیاتِ شہداء سے بہت زیادہ
قوی اور ظہور میں بہت زیادہ بڑھ کر ہے یہاں
تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات
سے آپ کی وفات کے بعد نکاح جائز نہیں۔
بخلاف شہداء کے کہ ان کی ازواج سے نکاح
جائز ہے اور ویسے ہی صدیقین بھی حیات میں
شہداء سے اعلیٰ درجہ میں ہیں اور صالحین یعنی
اولیاء کرام شہداء سے کم ہیں لیکن ان کے ساتھ
ملحق ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی ترتیب
اس پر دلالت کرتی ہے کہ فرمایا۔
مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ
وَالصَّالِحِينَ۔

(تفسیر مظہری ص ۱۵۲)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَالْأَنْبِيَاءُ أَوْلَىٰ بِذَلِكَ فَهُمْ أَحَبُّ
وَأَعْظَمُ وَمَا نَبِيٌّ إِلَّا وَقَدْ جَمَعَ
مَعَ الذُّبُورِ وَصَفَ الشَّهَادَةِ فَيَدْخُلُونَ
فِي عُمُومِ لَفْظِ الْآيَةِ -

اور انبیائے کرام حیات میں شہداء سے اولیٰ
اجل اور اعظم ہیں اور بلاشک و شبہ اللہ تعالیٰ
نے ہر نبی میں نبوت و شہادت دونوں صفتوں
کو جمع فرمایا تو انبیاء کرام بھی آیت کے عموم

میں داخل ہیں۔

(الحاوی للفتاویٰ ص ۲۳)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ تذکرہ میں حدیث صغفہ کے بیان میں اپنے شیخ سے نقل فرماتے

ہیں۔

کہ موت محض نابود ہو جانے کا نام نہیں بلکہ
ایک حال سے دوسرے حال کی طرف انتقال
کا نام ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ بے شک
شہداء اپنے قتل ہونے اور اپنی موت کے بعد
زندہ ہوتے ہیں، کھاتے پیتے ہیں اور شاد و مسرور
ہوتے ہیں اور یہی دنیا میں زندوں کی صفت ہے
تو جب شہداء کا یہ حال ہے تو انبیاء کرام زندہ
ہونے میں ان سے بہت زیادہ افضل و اولیٰ ہیں
اور بے شک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ زمین انبیاء
کرام کے اجسام مبارکہ کو نہیں کھاتی اور بیشک
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات بیت
المقدس آسمانوں میں تمام انبیاء کرام کے ساتھ جمع ہوئے
ہیں اور آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر
میں نماز پڑھتے دیکھا ہے اور آپ نے فرمایا
ہے کہ آپ ہر اس شخص کو سلام کا جواب دیتے

الْمَوْتُ لَيْسَ بِعَدَمٍ مَّحْضٍ وَإِنَّمَا
هُوَ انْتِقَالٌ مِنْ حَالٍ إِلَىٰ حَالٍ وَ
يَدُلُّ عَلَىٰ ذَلِكَ أَنَّ الشُّهَدَاءَ بَعْدَ
قَتْلِهِمْ وَمَوْتِهِمْ أَحْيَاءٌ يَزْرُقُونَ
فَرِحِينَ مُسْتَبَشِرِينَ وَهَذَا صِفَةُ
الْأَحْيَاءِ فِي الدُّنْيَا وَإِذَا كَانَ هَذَا
فِي الشُّهَدَاءِ فَالْأَنْبِيَاءُ أَحَقُّ بِذَلِكَ
وَأَوْلَىٰ وَقَدْ صَحَّ أَنَّ الْأَرْضَ لَا
تَأْكُلُ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنَّ
صَلَّىٰ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْتَمَعَ
بِالْأَنْبِيَاءِ لَيْلَةَ الْإِسْرَاءِ فِي
بَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَفِي السَّمَاءِ وَ
رَأَىٰ مُوسَىٰ قَائِدًا يُصَلِّيٰ فِي قَبْرِهِ
وَإِخْبَرَ صَلَّىٰ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِأَنَّهُ يَرُدُّ السَّلَامَ عَلَىٰ كُلِّ مَنْ

ہیں جو آپ پر سلام بھیجے اور اسی طرح وہ تمام امور جو موت سے منقطع ہو جاتے ہیں وہ انبیاء کو حاصل ہوتے ہیں کیونکہ ان کی موت سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوتی کہ وہ ہم سے پر وہ فرما جاتے ہیں اور ہم ان کو نہیں دیکھتے اگرچہ وہ زندہ موجود ہوتے ہیں اور ان کا حال فرشتوں کا سا ہو جاتا ہے کہ فرشتے زندہ موجود ہوتے ہیں مگر ان کو کوئی نہیں دیکھتا سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے خاص فرمائے اپنے ولیوں میں سے۔

يُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِلَىٰ غَيْرِ ذَٰلِكَ مِمَّا يَحْصُلُ
مِنْ جُمْلَةِ الْقَطْعِ بِأَنَّ مَوْتَ
الْأَنْبِيَاءِ إِنَّمَا هُوَ رَاجِعٌ إِلَىٰ أَنْ غُيِّبُوا
عَنَّا بِحَيْثُ لَا نُدْرِكُهُمْ وَإِنْ كَانُوا
مَوْجُودِينَ أَحْيَاءَ وَذَٰلِكَ كَالْحَالِ
فِي الْمَلَائِكَةِ فَإِنَّهُمْ مَوْجُودُونَ
أَحْيَاءَ وَلَا يَرَاهُمْ أَحَدٌ مِّنْ لَّدُنَّا
إِلَّا مَنْ خَصَّهُ اللَّهُ بِكَرَامَتِهِ مِنْ
أَوْلِيَآئِهِ۔

(الحادی للفتاویٰ صفحہ ۳۳)

علامہ امام قسطلانی شارح صحیح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور یہی حال تمام انبیاء کرام کل ہے اسی لیے کہا گیا ہے کہ ان کی ازواج پر عدت نہیں کیونکہ وہ زندہ ہیں اور بے شک یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انبیاء کرام حج کرتے اور تلبیہ کہتے ہیں۔ پس اگر تو کہے کہ وہ کس طرح نماز پڑھتے حج کرتے اور تلبیہ کہتے ہیں حالانکہ وہ تو مردے ہیں اور دوسرے گھر میں ہیں اور وہ گھر دار عمل نہیں ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ان کا حال شہداء کی طرح بلکہ ان سے افضل ہے اور شہداء زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق دیتے جاتے

وَمِنْهَا أَنَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حَيٌّ فِي قَبْرِهِ يُصَلِّي فِيهِ بِأَذَانٍ وَ
إِقَامَةٍ وَكَذَٰلِكَ الْأَنْبِيَاءُ وَلِهَذَا
قِيلَ لِأَعْدَاءِ عَلِيٍّ أَزْوَاجُهُ وَقَدْ
ثَبَتَ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ يَحْجُونَ وَيَلْبَسُونَ
فَإِنْ قُلْتَ كَيْفَ يَصَلُّونَ وَيَحْجُونَ
وَيَلْبَسُونَ وَهُمْ أَمْوَاتٌ فِي التُّرَابِ
الْآخِرَةِ وَكَيْسَتْ دَارَ عَمَلٍ فَالْجَوَابُ
أَنَّهُمْ كَالشُّهَدَاءِ بَلْ أَفْضَلُ مِنْهُمْ
وَالشُّهَدَاءُ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يَرْزُقُونَ
فَلَا يَبْعَدُونَ أَنْ يَحْجُوا وَيَصَلُّوا۔

(زرقاتی علی المواہب صفحہ ۳۳)

ہیں اگر وہ حج کریں اور نماز پڑھیں تو کیا بعید ہے۔

علامہ امام سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد بلاشک و شبہ حیات میں اور ایسے ہی تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اس حیات کے ساتھ جو شہداء کی حیات سے اکمل ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں دی ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام شہداء کے سردار ہیں اور تمام شہداء کے اعمال آپ کی میزان میں ہیں اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میرا علم میری وفات کے بعد ایسا ہی ہے جیسا کہ میرا علم میری حیات

وَلَا شَكَّ فِي حَيَاتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهِ وَكَذَلِكَ سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ حَيَاةً أَكْمَلَ مِنْ حَيَاةِ الشُّهَدَاءِ الَّتِي أَخْبَرَ اللَّهُ تَعَالَى بِهَا فِي كِتَابِهِ الْعَزِيزِ وَنَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدِ الشُّهَدَاءِ وَأَعْمَالِ الشُّهَدَاءِ فِي مِيزَانِهِ وَقَدْ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ بَعْدَ وَفَاتِي كَعَلَيَّ فِي حَيَاتِي۔

میں ہے۔

(دفاع الوفاہ ص ۱۳۵۲)

شیخ محقق حضرت علامہ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اور حیات انبیائے کرام حیات شہداء سے کامل تر ہے۔

وحیات انبیاء کامل تر از حیات شہداء است۔ (مدارج النبوت)

احادیث مبارکہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ۔
کہ انبیاء (علیہم السلام) اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کی موافقت

کی ہے۔ (فتح الباری)

حضرت ابو درود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أَكثَرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ
فِيَانَهُ يَوْمٌ مَقْشُوهٌ تَشْهَدُ كَالْمَلَائِكَةِ وَإِنْ أَحَدٌ لَنْ يُصَلِّيَ
عَلَيَّ إِلَّا أَعْرَضْتُ عَنِّي صَلَاتُهُ حَتَّى
يَفْرَغَ مِنْهَا قَالَ قُلْتُ وَبَعْدَ
الْمَوْتِ قَالَ وَبَعْدَ الْمَوْتِ إِنَّ
اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيَّ الْأَرْضَ أَنْ تَأْكُلَ
أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللَّهِ حَتَّى
يُرْتَفِقَ۔

کہ جمعہ کے دن مجھ پر بہت زیادہ درود بھیجا
کر و کیونکہ وہ یوم مشہود ہے اس میں ملائکہ حاضر
ہوتے ہیں اور کوئی ایسا نہیں جو مجھ پر درود بھیجے
مگر اس کا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے۔ یہاں تک
کہ وہ اس سے فارغ ہو۔ حضرت ابو درود فرماتے
ہیں میں نے عرض کیا اور موت کے بعد؟ فرمایا
اور موت کے بعد بھی پیش ہوگا کیونکہ اللہ نے
زمین پر اجسادِ انبیاء کا کھانا حرام کر دیا ہے
پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور رزق بھی دیا
جاتا ہے۔

(ابن ماجہ ص ۵۲ مطبوعہ مصر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي
سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ تَارِيحًا
بُلِغْتُهُ۔

جس نے میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھا میں
اسے خود سنتا ہوں اور جس نے دور ہونے کی
حالت میں مجھ پر درود پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا
ہے۔

(شعب الایمان بیہقی - اصہبانی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ مِائَةً فِي الْجُمُعَةِ
وَلَيْلَةِ الْجُمُعَةِ قَضَى اللَّهُ لَهُ
مِائَةً حَاجَةً سَبْعِينَ مِنْ حَوَائِجِ
الْآخِرَةِ وَثَلَاثِينَ مِنْ حَوَائِجِ
الدُّنْيَا ثُمَّ وَكَّلَ اللَّهُ بِذَلِكَ

جس نے جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں مجھ پر
سئو مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں
پوری فرمائے گا۔ ستر آفت کی حاجتوں میں سے
اور میں دنیا کی حاجتوں میں سے۔ پھر اس درود کو
پر اللہ ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو اس درود کو

میری قبر میں مجھ پر اس طرح پیش کرتا ہے جس طرح تم پر ہدیے پیش کئے جاتے ہیں بے شک میرا علم میری وفات کے بعد بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ میرا علم میری حیات میں ہے اور بیہقی کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ فرشتہ درود پڑھنے والے کا نام او اس کا نسب مجھے بتاتا ہے تو میں اسے ایک جھکتے ہوئے صحیفہ میں لکھ لیتا ہوں۔

مَلَكًا يُدْخِلُهُ فِي قَبْرِي كَمَا
يَدْخُلُ عَلَيْكُمُ الْهَدَايَاتُ
عَلَيَّ بَعْدَ مَوْتِي كَعَلَيَّ فِي الْحَيَاةِ
وَلَفْظُ الْبِيَهْقِيِّ يُخْبِرُنِي مَنْ صَلَّى
عَلَيَّ بِاسْمِهِ وَنَسَبِهِ فَاتَّبَعْتُهُ فِي
صَحِيفَةٍ بَيِّنًا

(حياة الانبياء بيہقی ترغیب اصبحانی)

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

البتہ تحقیق جنگِ حرہ کے زمانہ میں میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں میرے سوا کوئی نہ تھا۔ ان ایام میں کسی نماز کا وقت نہ آتا تھا مگر قبر انور سے میں اذان کی آواز سنتا تھا۔

لَقَدْ رَأَيْتُنِي لِيَا لِي الْحَرَّةِ وَمَا
فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرِي وَمَا يَأْتِي
وَقْتُ الصَّلَاةِ إِلَّا وَسَمِعْتُ الْأَذَانَ
مِنَ الْقَبْرِ - (دلائل النبوت ابو نعیم ص ۴۹۳)

حضرت سعید بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایامِ حرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں نہ اذان ہوتی اور نہ اقامت۔

اور سعید بن مسیب (رضی اللہ عنہ) مسجد سے نہ نکلے اور وہ نماز کا وقت نہیں پہچانتے تھے، مگر ایک آواز سے جس کو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے سنتے تھے۔

وَلَمْ يَبْرَحْ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيْبِ
الْمَسْجِدَ وَكَانَ لَا يَعْرِفُ وَقْتُ الصَّلَاةِ
إِلَّا بِهَمْمَةٍ يَسْمَعُهَا مِنْ قَبْرِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۵)

ابن جوزی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی وہ فرماتے ہیں کہ ایامِ حرہ میں۔

کسی نماز کا وقت نہیں آتا تھا مگر میں (حضور کی) قبر انور سے اذان کی آواز سنتا پھر جماعت کھڑی

وَلَا يَأْتِي وَقْتُ صَلَاةٍ إِلَّا سَمِعْتُ
أَذَانًا مِنَ الْقَبْرِ ثُمَّ أُقِيمَتِ

الصَّلَاةُ فَتَقَدَّمْتُ فَصَلَّيْتُ وَقَامًا
فِي الْمَسْجِدِ أَحَدًا غَيْرِي -

(وفاء الوفاء ص ۹۴)

ہو جاتی تو میں آگے بڑھتا اور اسی نماز کے ساتھ
نماز پڑھتا اور میرے سوا مسجد میں اور کوئی
نہیں تھا۔

علامہ امام محمد بن عبد الباقی الزرقانی المالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں -

وَفِي الْفَتَاوَى الرَّمَلِيَّةِ الْأَنْبِيَاءُ وَ
الشُّهَدَاءُ وَالْعُلَمَاءُ لَا يَبْلُغُونَ الْأَنْبِيَاءَ
وَالشُّهَدَاءَ يَا كَلُونَ فِي قُبُورِهِمْ لِيَسْتَرْبُونَ
وَيُصَلُّونَ وَيُصُومُونَ وَيَحْجُونَ

(زرقانی علی الواہب ص ۲۳۲)

فتاویٰ رملیہ میں ہے کہ انبیاء اور شہداء
اور علماء نہیں بوسیدہ ہوتے اور انبیاء
اور شہداء اپنی قبروں میں کھاتے پیتے اور
نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے اور حج کرتے
ہیں -

علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں کہ

أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ فِي
قَبْرِهِ كَسَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ فِي قُبُورِهِمْ
وَهُمْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَإِنَّ لِأَرْوَاحِهِمْ
تَعَلُّقًا بِالعَالَمِ العُلُوِّيِّ وَالسُّفْلِيِّ كَمَا
كَانُوا فِي الْحَالِ الدُّنْيَوِيِّ فَهُوَ بِحَسَبِ
الْقَلْبِ عَرَشِيُونَ وَيَاعْتَبَارِ الْقَالِبِ
فَرَشِيُونَ وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى
أَعْلَمُ بِأَحْوَالِ أَرْبَابِ الْكَمَالِ -

(شرح شفاء شریف ص ۱۴۲)

بے شک وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں
زندہ ہیں جیسا کہ سارے انبیاء کرام اپنی قبروں
میں اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں اور بیشک
ان کی ارواح کا تعلق عالم علوی اور عالم سفلی
سے اسی طرح قائم رہتا ہے جیسا کہ دنیا میں تھا
اور وہ اس معاملہ میں قلب کے اعتبار سے
عرشی اور قالب کے اعتبار سے فرشی ہوتے ہیں
اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی ارباب کمال کے
احوال کو زیادہ جانتا ہے -

یہی علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی دوسری تصنیف میں فرماتے ہیں -

نَقُولُ بِأَنَّ الرَّسُولَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مُضَيِّقٌ عَلَيْهِ فِي عَالِمِ الْبَرْزَخِ
بِكُونِهِ مُحْضُورًا فِي قَبْرِهِ بَلْ نَقُولُ أَنَّهُ

ہم یہ نہیں کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عالم برزخ یعنی اپنی قبر میں مقید و محصور ہیں بلکہ
ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ عالم سفلی اور عالم علوی

میں سیر فرماتے ہیں کیونکہ شہداء کی ارواح جو مرتبہ میں انبیاء سے کم ہیں جب سبز پرندوں کے قالب میں جنت کے باغوں میں آزادی سے پھرتی ہیں پھر ان قنادیل تک سیر کے لیے جاتی ہیں جو عرش الہی کے نیچے لٹکی ہوئی ہیں جیسا کہ یہ اپنے مقام پر ثابت ہو چکا ہے۔ بایں ہمہ کوئی یہ نہیں کہتا کہ ان کی قبریں ان کے اجساد سے خالی ہیں اور ان کی ارواح کا ان کے اجسام سے تعلق نہیں اور جو سلام انہیں کیا جاتا ہے وہ نہیں سنتے؟ تو ایسا ہی انبیاء کرام کے بارے میں آیا ہے کہ بے شک انبیاء کرام تلبیہ کہتے ہیں اور حج کرتے ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو ان کرامات کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بے شک انبیاء کرام نہیں مرتے اور بے شک وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے اور حج کرتے ہیں۔

يَجُولُ فِي الْعَالَمِ السُّفْلِيِّ وَالْعَالَمِ
الْعُلْوِيِّ فَإِنَّ أَرْوَاحَ الشُّهَدَاءِ مَعَ
أَنَّ مَرْتَبَتَهُمْ دُونَ مَرْتَبَةِ الْأَنْبِيَاءِ
إِذَا كَانَتْ فِي أَجْوَابِ طَيْرٍ خَضِرٍ
تَسْرَحُ فِي رِيَاضِ الْجَنَّةِ ثُمَّ تَعُودُ
إِلَى قَنَادِيلَ مُعَلَّقَةٍ تَحْتَ الْعَرْشِ
كَمَا هُوَ مُقَرَّرٌ فِي فَحْلِهِ مُحَرَّرٌ
مَعَ أَنَّهُ لَوْ قُدَّ أَحَدٌ أَنْ قُبُورَهُمْ
خَالِيَةٌ عَنِ أَجْسَادِهِمْ وَأَرْوَاحِهِمْ
غَيْرُ مُتَعَلِّقَةٍ بِأَجْسَادِهِمْ لَسَمِعُوا
سَلَامَ مَنْ يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ وَكَذَا
وَرَدَّ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ يُكْبُونَ وَيُحْجُونَ
فَنَبِيُّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلَى
بِهَذَا الْكِرَامَاتِ - (جمع الوسائل ص ۲۳۸)

أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَا يَمُوتُونَ وَأَنَّهُمْ
يُصَلُّونَ وَيُحْجُونَ فِي قُبُورِهِمْ وَأَنَّهم
أَحْيَاءٌ - (فيوض الحرمین ص ۲۸)

علامہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بے شک اللہ تعالیٰ انبیاء، صدیقین، شہداء اور اولیاء کی ارواح کو (درجہ بدرجہ) جسموں کی قوت عطا فرماتا ہے تو وہ زمین آسمان اور جنت میں جہاں بھی چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُعْطِي لِأَرْوَاحِهِمْ قُوَّةَ
الْأَجْسَادِ فَيَذْهَبُونَ مِنَ الْأَرْضِ وَ
السَّمَاءِ وَالْجَنَّةِ حَيْثُ يَشَاءُونَ وَ
يَنْصُرُونَ أَوْلِيَآءَهُمْ وَيَدَّصُرُونَ

اَعْدَاءَهُمْ - اِنْشَاءَ اللّٰهِ تَعَالٰی

(تفسیر منبری ص ۱۵۲)

اور اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔ انشاء اللہ

امام قسطلانی اور علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں -

وَلَا شَكَّ اَنَّ حَيَاةَ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمْ
السَّلَامُ ثَابِتَةٌ مَّعْلُومَةٌ مُّسْتَمِرَّةٌ ثَابِتَةٌ
وَنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُهُمْ
بِالنُّصُوصِ وَالْاِجْمَاعِ (وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ
يَتَّبَعِي) يَجِبُ اَنْ تَكُونَ حَيَاةُ الْكَلِمِ
وَأَتْحَمِنْ سَائِرِهِمْ اَيِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمْ
السَّلَامُ - (زرقانی علی المواہب ص ۳۹)

بلاشک و شبہ انبیائے کرام علیہم السلام کی
حیات ثابت شدہ حقیقی و یقینی اور دوامی ہے
اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے افضل
ہیں نصوص اور اجماع کے ساتھ تو لازم و
ضروری ہے کہ آپ کی حیات بھی تمام انبیاء
کرام علیہم السلام کی حیات سے اکمل و اتم ہو۔

استاذ ابو منصور عبدالقاسم بن طاہر البغدادی الفقیہ الاصولی شیخ الشافعیہ رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے ہیں -

قَالَ الْمُتَكَلِّمُونَ الْمُحَقِّقُونَ مِنْ
اصْحَابِنَا اَنَّ نَبِيَّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ حَيٌّ بَعْدَ وَفَاتِهِ وَاَنَّهُ لَيْسَ
بَطَاعَاتِ اُمَّتِهِ وَيَحْزَنُ بِمَعَاصِي
العَصَاةِ مِنْهُمْ وَاَنَّهُ تَبْلُغُهُ صَلَاةُ
مَنْ يُصَلِّي عَلَيْهِ مِنْ اُمَّتِهِ -
(الحاوی للفتاوی ص ۳۱۳)

ہمارے تمام متکلمین اور محققین علماء شافعیہ کا فرمان
ہے کہ بے شک ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور اپنی امت کی
نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور گنہگاروں کے
گناہوں سے غمگین ہوتے ہیں اور بے شک آپ
کی امت میں سے جو آپ پر درود بھیجے اس
کا درود آپ کو پہنچتا ہے -

علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ایک مدلل اور مبسوط بحث کرنے کے بعد

فرماتے ہیں -

فَحَصَلَ مِنْ مَّجْمُوعِ هَذَا النُّقُولِ
وَالْاَحَادِيثِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ حَيٌّ بَعْدَ وَفَاتِهِ

ان تمام نقول اور احادیث کے مجموعہ کا ماہصل
یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم اور

روح مبارک کے ساتھ زندہ ہیں اور بلاشبہ آپ جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں۔ اور زمین اور عالم ملکوت کے ہر گوشے میں تشریف فرماتے ہیں اور آپ بالکل اپنی اسی ہیئت پر ہیں جس پر قبل از وفات تھے اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی اور بیشک آپ ہماری آنکھوں سے غائب کر دیئے گئے ہیں جس طرح فرشتے اپنے اجساد کے ساتھ زندہ ہونے کے باوجود ہماری آنکھوں سے غائب کر دیئے گئے ہیں جب اللہ تعالیٰ آپ کی رؤیت کے ساتھ کسی کو عزت و اکرام عطا فرمانا چاہتا ہے تو اس سے حجاب کو اٹھا دیتا ہے اور وہ آپ کو اسی ہیئت پر دکھاتا ہے جس پر آپ ہیں اس سے کوئی امر مانع نہیں ہے اور رؤیت مثال کی تخصیص کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

وَسَلَّمَ حَتَّىٰ يَجْسِدَهِ وَرُوحَهُ وَ
 أَنَّهُ يَتَصَرَّفُ وَيَسِيرُ حَيْثُ
 شَاءَ فِي الْأَرْضِ وَفِي الْمَلَكُوتِ
 وَهُوَ بِهَيْئَتِهِ الَّتِي كَانَ عَلَيْهَا
 قَبْلَ وَفَاتِهِ لَمْ يَتَبَدَّلْ مِنْهُ
 شَيْءٌ وَأَنَّهُ فَغِيبَ مِنَ الْأَبْصَارِ
 كَمَا غِيبَتِ الْمَلَائِكَةُ مَعَ
 كَوْنِهِمْ أَحْيَاءُ بِأَجْسَادِهِمْ فَإِذَا
 أَرَادَ اللَّهُ رَفْعَ الْحِجَابِ عَنَّنِ ارَادَ
 إِكْرَامَهُ بِرُؤْيَيْهِ رَأَاهُ عَلَى هَيْئَتِهِ
 الَّتِي هُوَ عَلَيْهَا لَا مَانِعَ مِنْ
 ذَلِكَ وَلَا دَاعِيَ إِلَى التَّخْصِصِ
 بِرُؤْيِيهِ الْمِثَالِ -

(الحادی للفناوی ص ۳۶۲)

شیخ المحدثین حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
 وحیات انبیاء کرام متفق علیہ است سچکس
 اور انبیاء کرام کی حیات پر سب علماء کا اتفاق
 ہے کسی ایک کو بھی اس میں اختلاف نہیں ہے
 اور حیات جسمانی، دنیاوی اور حقیقی ہے نہ کہ
 روحانی اور معنوی۔
 رادرو خلا فی نیت حیات جسمانی و
 دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی۔

یہی شیخ محقق و محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

و با چندیں اختلاف و کثرت مذاہب کہ در علماء
 امت است یک کس را دریں مسئلہ خلاف
 اس اختلاف و کثرت مذاہب کے باوجود جو علماء
 امت میں ہے اس مسئلہ میں کسی ایک کو بھی اختلاف

نیت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقت
حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم
و باقیست و بر اعمال امت حاضر و ناظر است
(مکاتیب شیخ بر حاشیہ اخبار الاخیار ص)
نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی
زندگی کے ساتھ بے شائبہ مجاز و توہم تاویل
زندہ، دائم اور باقی ہیں، اور امت کے اعمال
پر حاضر و ناظر ہیں۔

سید الطائفہ امام الاولیاء حضرت جنید بغدادی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔
مَنْ كَانَتْ حَيَاتُهُ بِنَفْسِهِ يَكُونُ
مَمَاتُهُ بِذَهَابِ رُوحِهِ وَمَنْ كَانَتْ
حَيَاتُهُ بِرَبِّهِ فَإِنَّهُ يَنْتَقِلُ مِنْ
حَيَاتِ الطَّبَعِ إِلَى حَيَاةِ الْأَصْلِ وَ
هِيَ الْحَيَاةُ الْحَقِيقِيَّةُ وَإِذَا كَانَ
الْقَتِيلُ بِسَيْفِ الشَّرِيعَةِ حَيًّا
مَرُّ زَوْقًا فَكَيْفَ مَنْ قُتِلَ بِسَيْفِ
الصِّدْقِ وَالْحَقِيقَةِ - (تفسیر روح البیان)
جو اپنے نفس کے ساتھ زندہ ہے وہ رُوح کے
بکل جانے سے مُردہ ہو جاتا ہے اور جو اپنے
رب کے ساتھ زندہ ہے وہ نہیں مرتا بلکہ وہ
حیاتِ طبعی سے حیاتِ اصلی و حقیقی کی طرف
انتقال کرتا ہے۔ جب شریعت کی تلوار سے
قتل ہونے والا زندہ ہے رزق دیا جاتا ہے
تو جو صدق و حقیقت کی تلوار سے قتل ہوتا
ہے وہ کتنی اعلیٰ زندگی کے ساتھ زندہ ہوگا۔

داناے رموز حقیقت مولاناے روم علیہ رحمۃ القیوم فرماتے ہیں ۷
ہر کہ اندر وجہ ما باشد فنا
جو کوئی ہماری ذات میں فنا ہو جائے اس کو کل شیءِ ہالک کی کلیت کے تحت ہلاکت کی
سزا نہیں بھگتنی پڑتی۔

زانکہ درالاست او از لاگزشت ہر کہ درالاست او فانی نگشت
کیونکہ وہ الوجود کے ساتھ مستثنیٰ ہے وہ لایعنی ہالک سے گزر گیا جو کوئی الایں ہے وہ
باقی باللہ فانی فی اللہ ہو گیا (مثنوی شریف)

الحمد للہ ہم اہلسنت کل نفس ذائقۃ الموت اور انک میت و انتھو
میتون پر ایمان رکھتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح اقدس کے قبض ہونے
کے قائل ہیں مگر آپ کی حیات کے منکر نہیں اس لیے کہ حیات کے معنی ہیں صِفۃ

مُصَحِّحَةٌ لِلْعِلْمِ وَالْقُدْرَةُ وَالْإِرَادَةُ (شرح عقائد) ایسی صفت جو علم و قدرت بمع
 و بصرا اور ارادہ کو صحیح قرار دے۔ یعنی جس کی وجہ سے علم و قدرت وغیرہ کا ہونا صحیح قرار پائے
 اس صفت کا نام حیات ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفت قبضِ رُوح کی وجہ
 سے زائل نہیں ہوئی کیونکہ رُوح کا بدن میں ہونا سببِ حیات ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات
 پر قادر ہے کہ جو چیز سبب کے ساتھ ہوتی ہے وہ بغیر سبب کے کر دے اور اس بات پر بھی
 قادر ہے کہ سبب ہو اور چیز یعنی سبب نہ ہونے دے۔ دیکھیے بچہ کے معرضِ وجود میں آنے
 کا سبب مرد و عورت ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم و حوا اور عیسیٰ علیہم السلام کو بغیر اس
 سبب کے پیدا فرمایا اور ہزاروں مرد و عورت موجود ہیں مگر اولاد نہیں ہوتی یعنی سبب ہے
 مگر سبب نہیں تو ثابت ہوا کہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ رُوح جو حیات کا سبب ہے
 وہ نہ ہو اور حیات ہو اور اس پر بھی قادر ہے کہ رُوح ہو اور حیات نہ ہو۔ چنانچہ کفار کے
 جسموں میں روہیں ہیں اور حیات نہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان کو مردے
 گونگے، بہرے اور اندھے وغیرہ فرمایا اور انبیاء و اولیاء کے جسموں سے رُوحیں قبض ہوئیں
 مگر حیات ہے اس لئے قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں ان کو زندہ فرمایا گیا جیسا کہ اوپر
 بیان ہو چکا ہے نیز ستونِ حناہ کا رونا اور پتھروں کا کلمہ پڑھنا صحیح احادیث سے ثابت
 ہے تو جو خدا لکڑی اور پتھر کے اندر بغیر رُوح کے حیات پیدا کرنے کی قوت رکھتا ہے کیا وہ
 انبیاء و اولیاء کے اندر نہیں کر سکتا؟

اور اگر بدن کے اندر رُوح کا ہونا ہی حیات مانا جائے تو پھر ”حی“ وہ ہو گا جس کے
 بدن میں رُوح ہوگی تو پھر خدا تعالیٰ کی حیات ہرگز نہیں ثابت ہو سکے گی کیونکہ خدا تعالیٰ
 بدن سے پاک ہے۔

یاد رکھئے! ایک ہے موتِ عادی اور ایک ہے موتِ حقیقی۔ اسی طرح ایک ہے حیاتِ
 عادی اور ایک ہے حیاتِ حقیقی۔ بدن سے رُوح قبض ہونا موتِ عادی ہے موتِ حقیقی
 نہیں۔ موتِ حقیقی عدم الحیات ہے اور بدن کے اندر رُوح کا ہونا حیاتِ عادی ہے،
 حیاتِ حقیقی نہیں۔ حیاتِ حقیقی بدن میں اس صفت کا ہونا ہے جو علم و قدرت اور بمع و

بصر کا سبب ہو۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر بعد وفات بھی علم و قدرت، سمع و بصر اور ارادہ ہے تو آپ حیات ہوئے اور یہ حیات ایک آن کے لیے بھی زائل نہیں ہوئی اور آپ مُردہ نہیں ہوئے اور ایسا ہی ہونا چاہیے تھا کیونکہ آپ ساری کائنات کی اصل ہیں اگر آپ معاذ اللہ مُردہ ہو جائیں تو یہ جہان زندہ کیسے رہ سکتا ہے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ جڑ سُوکھ جائے اور درخت ہرا بھرا رہے؟ ہرگز نہیں! اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ جانِ جہان مُردہ ہو جائیں اور جہان زندہ رہے، بلکہ جس طرح درخت کی سرسبزی و شادابی جڑ کی بدولت ہوتی ہے اسی طرح ساری کائنات کا وجود زندگی آپ کی بدولت ہے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

(اعلیٰ حضرت)

مخالفین کے سردار جناب انور شاہ صاحب کشمیری صدر مدرس دیوبند فرماتے ہیں۔

وَنُقِلَ عَنْ مَّا لَكَ رَحِمَهُ اللَّهُ إِنَّ
احْتِرَامَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهِ أَيْضًا كَمَا كَانَ
فِي حَيَاتِهِ وَفِي الْبَيْتِ عَنِ النَّسِ
وَصَحْحَهُ وَوَأَفَقَهُ الْحَافِظُ فِي
الْمُجَلَّدِ السَّادِسِ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ
أَحْيَاءُ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ
مَعْنَاهُ أَنَّ أَرْوَاحَ الْأَنْبِيَاءِ
عَلَيْهِمُ السَّلَامُ لَيْسَتْ بِمُعْطَلَةٍ
عَنِ الْعِبَادَاتِ الطَّيِّبَةِ وَالْأَفْعَالِ
السَّابِقَةِ بَلْ هُمْ مُشْغُولِينَ فِي

امام مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ
بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام آپ
کی وفات کے بعد بھی ایسا ہی لازم ہے جیسا کہ
آپ کی حیات میں تھا اور امام بیہقی نے حضرت
انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور اس کی
تصحیح بھی کی اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری کی
جلد ششم میں اس کی موافقت کی ہے کہ (مضو)
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک تمام
انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز
پڑھتے ہیں۔ معنی اس حدیث کا یہ ہے کہ انبیاء
علیہم السلام کی ارواح عباداتِ طیبہ اور افعال

مبارک سے معطل نہیں ہوتیں بلکہ اپنی قبروں میں
 اسی طرح عبادت کرتی ہیں جس طرح ظاہری حیات
 میں نماز، روزہ، حج وغیرہ کرتی تھیں اور اسی
 طرح ان کے تابعین کا حال ہے۔ علی قدر المراتب
 المراتب۔

(فیض الباری ص ۶۴)

(فیض الباری ص ۶۴)

دیوبند کے تمام بڑے بڑے علماء کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ۔

وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ
 ہیں اور جہان میں جیسے چلتے ہیں باذن اللہ
 تصرف فرماتے ہیں۔

فَهُوَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ فِي
 قَبْرِهِ الشَّرِيفِ يَتَصَرَّفُ فِي الْكَوْنِ
 بِإِذْنِ اللَّهِ تَعَالَى كَيْفَ شَاءَ (المہند ص ۶۸)

جناب محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند تو اس مسئلہ میں بہت زیادہ آگے
 ہیں وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے موت کی نفی کرتے ہیں اور آپ کی روح اول
 کے قبض ہونے کے قائل ہی نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک آپ کی موت فقط آپ کے عام
 لوگوں کی نگاہوں سے مستور ہو جانا ہے۔ چنانچہ ان کا رسالہ ”آپ حیات“ اسی مضمون
 سے لبریز ہے جس کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:-

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کی موت میں بھی مثل
 حیات فرق ہے ہاں فرق ذاتیت و عرضیت متصور نہیں وجہ اس فرق کی
 وہی تفاوت حیات ہے یعنی حیات نبوی بوجہ ذاتیت قابل زوال نہیں
 اور حیات مومنین بوجہ عرضیت قابل زوال ہے اس لیے وقت موت حیات
 نبوی صلی اللہ علیہ وسلم زائل نہ ہوگی، ہاں مستور ہو جائے گی اور حیات
 مومنین ساری یا ادھی زائل ہو جائے گی۔ سو در صورت تقابل عدم و ملکہ
 اس استتار حیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو مثل آفتاب سمجھے
 کہ وقت کسوف قمر بے اوٹ میں حسب مزعوم حکماء اس کا نور مستور ہو جاتا
 ہے زائل نہیں ہوتا یا مثل شمع چراغ خیال فرمائیے کہ جب اس کو ہنڈیا یا

مٹکے میں رکھ کر اوپر سے سر پوش رکھ دیجئے تو اس کا نور بالبداہتہ مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہو جاتا اور دربارہ زوال حیات مؤمنین کو مثل قمر خیال فرمائیے کہ وقت خسوف اس کا نور زائل ہو جاتا ہے فقط وہ صفاقت و صفائی اصلی باقی رہ جاتی ہے یا مثل چراغ سمجھئے کہ گل ہو جانے کے بعد اس میں نور بالکل نہیں رہتا البتہ روغن یا فلیتہ یا کسی قدر تھوڑی دیر تک سر فلیتہ میں آتش باقی رہ جاتی ہے۔ (آپ حیات ص ۱۶)

(۲) حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم دائمی ہے ممکن نہیں کہ آپ کی حیات زائل ہو جائے اور حیات مؤمنین عرضی ہے زائل ہو سکتی ہے۔ (آپ حیات ص ۱۳۴)

(۳) ہاں علاقہ حیات انبیاء علیہم السلام منقطع نہیں ہوتا اس لئے ازواج نبوی اور نیز اموال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بدستور آپ کے نکاح اور آپ ہی کی ملک میں باقی ہیں اور اختیار کو اختیار نکاح ازواج اور ورثہ کو اختیار تقسیم اموال نہیں بالجملہ موت انبیاء اور موت عوام میں زمین و آسمان کا فرق ہے وہاں استتار حیات زیر پردہ موت ہے اور یہاں انقطاع حیات بوجہ عروض موت ہے۔ (آپ حیات ص ۱۶۸)

(۴) اس صورت میں یہ فرق ہاتھ لگا کہ تعلق حیات و بدن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم قابل انفکاک نہیں پھر موت جسمانی حضرت حبیب ربانی جو کسی طرح قابل انکار نہیں بجز اس کے متصور ہی نہیں کہ حیات مذکور زیر پردہ موت مستور ہو جائے۔ (آپ حیات ص ۱۶۶)

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی علی الاتصال اب تک برابر ستم ہے اس میں انقطاع یا تبدل و تغیر جیسے حیات دنیوی کل حیات برزخی ہو جانا واقع نہیں ہوا۔ (آپ حیات ص ۲۷)

(۶) اس صورت میں صراحتہً اس حدیث سے نفی موت انبیاء نکلتی

ہے (آب حیات ص ۲۵)

(۷) اس سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء بدستور زندہ ہیں۔ (آب حیات ص ۲۶)

(۸) ان کی موت حیات کی ساتر ہوگی یعنی یہ موت رافع و دافع نہ

ہوگی۔ (آب حیات ص ۲۷)

(۹) یعنی سلامت جسد نبوی اور حرمت نکاح ازواج مطہرات اور عدم

توریت اموال مقبوضہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اگر غور کیا جائے تو ایک وہی حیات ہے اور کوئی امر مذکورہ میں سے ہو ہی نہیں سکتا نہ یہ کہ ہو تو سکتا

ہے پر ہے نہیں۔ (آب حیات ص ۲۸ مطبوعہ مطبع قدیمی، دہلی)

(۱۰) دربارہ اثبات حیات مؤیدان میں سے ایک تو وہ روایت جس کا

ماحصل یہ ہے کہ جس نے میرے مرنے کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس

نے جیتے جی میری زیارت کی۔ دوسرے وہ روایت جس کا یہ مضمون ہے کہ

جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اس نے مجھ پر جفا کی۔ تیسرے وہ

روایتیں جن سے انبیاء کا قبور میں نماز پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ چوتھے وہ

روایت جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بالخصوص قبر میں نماز پڑھنا ثابت

ہے۔ پانچویں معراج کی روایت جس سے انبیاء گزشتہ کارسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنا اور بہ ترتیب معلوم آسمانوں میں ان سے ملاقات

کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ رہی آیتیں تو ایک تو ان میں سے یہ آیت ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ

الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا۔ (النساء - ۶۴)

کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے

امتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیونکہ ہو آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لئے

یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا

اور کرنا جب ہی متصور ہے کہ آپ قبر میں زندہ ہوں اور اگر اہل عصر ہی کے

ساتھ یہ فضیلت مخصوص تھی تو آیت النَّبِيِّ أُولَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ
 أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ کے دونوں جملے جدا جدا آپ کی حیات
 ایسی دلالت کرتے ہیں کہ انشاء اللہ قرآن کے ماننے والوں کو تو گنجائش
 انکار رہتی نہیں۔ (آب حیات، ص ۲۰)

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ مسکن حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مختصر طور
 پر بدیہ ناظرین ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ یہ مختصر سا بیان اہل ایمان
 محبت کے لئے انشاء اللہ کافی و شافی ثابت ہوگا اور منکرین کے لئے تو دفتروں کے
 دفتر بھی بیکار ہیں۔

(انبیاء و اولیاء کی حیات بعد ممات کے بارے میں دیوبندی و ہابی علماء کی تحریروں سے مزید
 حملے میری کتاب ”مزارات و تبرکات اور ان کے فیوضات“ میں ملاحظہ فرمائیں۔)
 (کوکب نورانی اوکاڑوی غفرلہ)

موتے مبارک

سُوکھے دُھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
 چھائے رحمت کی گھٹابنکے تمہارے گیسو

ہم سیہ کاروں پہ یارب تمیشِ محشر میں
 سایہ فگن ہوں تیرے پیارے کے پیارے گیسو

(اعلیٰ حضرت)

حضور سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ اقدس کے بال مبارک نہ تو بہت گھونگھریالے تھے اور نہ بہت سیدھے، بلکہ دونوں کے بین بین تھے۔ ان بالوں کی درازی میں مختلف روایات ہیں، کانوں کے نصف تک، کانوں کی نو تک، شانہ مبارک کے نزدیک تک، شانوں تک۔

چنانچہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

وَلَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطِطِ وَلَا بِالسَّبِطِ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک تو بالکل
كَانَ جَعْدًا رَجْدًا۔
گھونگھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے بلکہ تھوڑی

سی چھیدگی لئے ہوئے تھے۔ (جمع الوسائل فی شرح الثمائل ص ۲۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نصف
وَسَلَّ إِلَى نِصْفِ أُذُنَيْهِ۔ (جمع الوسائل ص ۴۲) کانوں تک تھے۔

حضرت براہ بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

عَظِيمَ الْجُمَّةِ إِلَى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ۔
آپ کے بال مبارک بہت گنجان تھے اور کانوں
(جمع الوسائل ص ۴۱) کی نو تک آتے تھے۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

لَهُ شَعْرٌ فَوْقَ الْجُمَّةِ وَدُونَ الْوَفْرَةِ
آپ کے بال مبارک کانوں کی نو سے کچھ بڑے
اور شانوں سے کم تھے۔ (جمع الوسائل ص ۴۱)

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
لَهُ شَعْرٌ يَضْرِبُ مَكْبَدِيَهُ -
آپ کے بال مبارک کندھوں پر پڑتے تھے۔

(جمع الوسائل ص ۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
اپنے سر مبارک پر اکثر تیل لگایا کرتے اور اپنی اڑھی
مبارک میں اکثر کنگھی کیا کرتے تھے۔
(جمع الوسائل ص ۸۲)

ان روایات میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ ان کو مختلف اوقات و احوال پر محمول کیا
جائے یعنی جب آپ بال کٹوا دیتے تو نصف کانوں تک رہ جاتے پھر بڑھ کر گوش یا
نرمہ گوش یا کبھی شانہ مبارک تک پہنچ جاتے۔ آپ ان بالوں کے دو حصے فرماتے، اور
درمیان میں مانگ نکالا کرتے۔ کچھ بال رکھنے کو اور کچھ کاٹنے (جیسے آج کل انگریزی
فیشن) کو سخت منع فرماتے۔

حضرت محمد بن سیرین تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قُلْتُ لِعَبِيدَةَ عِنْدَنَا مِنْ شَعْرِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْبَنَاهُ
مِنْ قَبْلِ أَنَسِ أَوْ مِنْ قَبْلِ أَهْلِ أَنَسِ
فَقَالَ لَأَنْ تَكُونَ عِنْدِي شَعْرَةً
مِنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا
میں نے عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال مبارک ہیں جو ہمیں
حضرت انس یا اہل انس سے ملے ہیں۔ (یہ
سن کر) حضرت عبیدہ نے کہا کہ میرے پاس
ان بالوں میں سے ایک بال کا ہونا میرے
نزدیک دنیا و ما فیہا سے محبوب تر ہے۔
(بخاری ص ۲۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ وَالْحَلَّاقُ يَحْلِقُهُ وَطَافَ بِهِ
أَصْحَابُهُ فَمَا يُرِيدُونَ أَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ
إِلَّا فِي يَدِ رَجُلٍ -
کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ
حجام آپ کے سر مبارک کی حجامت بنا رہا تھا
اور آپ کے اصحاب آپ کے گرد حلقہ باندھے
ہوئے تھے وہ یہی چاہتے تھے کہ آپ کا جو بال

(مسلم کتاب الفضائل ص ۲۵۶) بھی گرے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (مزدلفہ سے) منیٰ میں تشریف لائے اور حجرۃ العقبہ پر
کنکریاں ماریں پھر قربانی کر کے اپنے مکان میں تشریف لائے۔

پھر آپ نے حجام کو بلایا اور اپنے سر مبارک کے
دہنی طرف کے بال مبارک منڈوائے اور ابو طلحہ
انصاری کو بلا کر عطا فرمائے پھر آپ نے اپنے
بائیں طرف کے بال منڈوائے اور وہ بھی ابو طلحہ
رضی اللہ عنہ کو عنایت کئے اور فرمایا کہ ان تمام
بالوں کو لوگوں میں تقسیم کر دو۔

ثُمَّ دَعَا بِالْحَلَّاقِ وَنَآوَلَ الْحَالِقَ
شِقَّةَ الْاَيْمَنِ فَحَلَقَهُ ثُمَّ دَعَا اَبَا
طَلْحَةَ الْاَنْصَارِيَّ فَاَعْطَاهُ ثُمَّ نَآوَلَ
الشِّقَّ الْاَيْسَرَ فَقَالَ اَحْلِقْ فَحَلَقَهُ
فَاَعْطَاهُ اَبَا طَلْحَةَ فَقَالَ اَقْسِمُ
بَيْنَ النَّاسِ۔ (بخاری و مسلم و مشکوٰۃ ص ۲۳۲)

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک
بالوں کو اس غرض سے حاصل کیا کرتے تھے کہ بطور تبرک ان کو اپنے پاس رکھیں اور
ان سے برکت حاصل کریں گے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو اس سے روکتے نہیں
تھے بلکہ خود اپنے بال مبارک ان میں تقسیم کرواتے تاکہ یہ لوگ میرے بالوں سے برکت و
رحمت حاصل کریں۔

کیا یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ وہ غیر اللہ یعنی بالوں سے نفع و برکت اور شفا
کی امید رکھتے تھے، لہذا مشرک تھے؟ (معاذ اللہ)

حضرت عثمان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ میری بیوی نے مجھ کو ایک پانی کا پیالہ دے کر ام المومنین حضرت ام سلمہ کے
پاس بھیجا اور میری بیوی کی یہ عادت تھی کہ جب بھی کسی کو نظر لگتی یا کوئی بیمار ہوتا تو
وہ برتن میں پانی ڈال کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا کرتی، کیونکہ ان
کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا موٹے مبارک تھا۔

فَاَخْرَجَتْ مِنْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللَّهِ صَلَّى
تُوُوهُ رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اس بال

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ تَمْسِكُهُ فِي
 جُلْجُلٍ مِّنْ فِضَّةٍ فَخَضَخَتْهُ لَهُ
 فَشَرِبَ مِنْهُ مَرِيضٌ -
 (بخاری - مشکوٰۃ ص ۳۹۱)

کونکالتیں جس کو انہوں نے چاندی کی ٹلی میں
 رکھا ہوا تھا اور پانی میں ڈال کر ہلا دیتیں اور
 مریض وہ پانی پی لیتا (جس سے اس کو شفا ہو
 جاتی)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام موٹے مبارک تبر کا اپنے پاس رکھتے اور
 عموماً لوگ اس کی برکت حاصل کرتے اور امراض سے شفا پاتے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خوش قسمتی سے حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم کی پیشانی مبارک کے بال میرے پاس تھے میں نے ان کو اپنی ٹوپی میں آگے کی طرف
 سی رکھا تھا۔ ان بالوں کی برکت تھی کہ عمر بھر ہر جہاد میں فتح و نصرت حاصل ہوتی رہی۔
 (اصابہ شفا شریف - شمس التواریخ)

جنگِ یرموک میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنی شجاعتِ بیاں کرتے ہوئے لشکرِ
 کفار کی طرف بڑھے، ادھر سے ایک پہلوان نکلا جس کا نام نسطور تھا، دونوں کا دیر تک
 سخت مقابلہ ہوتا رہا حتیٰ کہ حضرت خالد کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر گر گیا اور حضرت خالد اس کے سر
 پر آگئے اور ٹوپی زمین پر جا پڑی۔ نسطور موقع پا کر آپ کی پشت پر آگیا۔ اس وقت حضرت
 خالد پکار پکار کر اپنے رفقاء سے فرما رہے تھے کہ میری ٹوپی مجھے دو، خلا تم پر رحم کرے،
 ایک شخص جو آپ کی قوم بنی مخزوم میں سے تھا وہ دوڑ کر آیا اور ٹوپی آپ کو دی، آپ
 نے اسے پہن لیا اور نسطور کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ اس کو قتل کر دیا، لوگوں نے اس
 واقعے کے بعد آپ سے پوچھا کہ آپ نے وہ حرکت کیا کی کہ دشمن تو پشت پر آ پہنچا اور
 آپ ٹوپی کی فکر میں لگ گئے جو شاید دو چار آنے کی ہوگی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس ٹوپی میں حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ
 علیہ وسلم کے ناصیہ مبارک کے بال ہیں جو مجھے اپنی جان سے زیادہ محبوب ہیں۔ ہر جنگ میں
 ان مبارک بالوں کی برکت سے فتحیاب ہوتا ہوں۔ اسی لئے میں بے قراری سے اپنی ٹوپی
 کی طلب میں تھا کہ مبادا ان کی برکت میرے پاس نہ رہے اور کافروں کے ہاتھ لگ جائے۔

(واقعی، شفا شریف ص ۴۲)

ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھوڑی سی فوج لے کر ملک شام میں "جبلہ بن ایہم" کی قوم کے مقابلے کے لیے تشریف لے گئے اور ٹوپی گھر میں بھول گئے۔ جب مقابلہ ہوا تو رومیوں کا بڑا افسر مارا گیا۔ اس وقت جبلہ نے تمام لشکر کو حکم دیا کہ مسلمانوں پر یکبارگی سخت حملہ کر دو! حملے کے وقت صحابہ کی حالت نازک ہو گئی، یہاں تک کہ رافع بن عمر طائی نے حضرت خالد سے کہا کہ آج معلوم ہوتا ہے کہ ہماری قضا آگئی۔ حضرت خالد نے فرمایا، سچ کہتے ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ میں آج ٹوپی گھر بھول آیا ہوں جس میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے موٹے مبارک ہیں۔

ادھر یہ حالت تھی اور ادھر اسی رات حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو عبیدہ کو جو اسلامی افواج کے امیر تھے خواب میں ملے اور فرمایا تم اس وقت سو رہے ہو اٹھو اور خالد بن ولید کی مدد کو پہنچو کفار نے ان کو گھیر لیا ہے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اسی وقت اٹھے اور لشکر میں اعلان کروا دیا کہ فوراً تیار ہو جاؤ! چنانچہ وہ فوراً تیار ہو کر لشکر اسلام کے پاس بڑی تیزی سے چلے۔ راستے میں انہوں نے ایک سوار کو دیکھا جو گھوڑا دوڑاتے ہوئے ان کے آگے جا رہا تھا، چند تیز رفتار سواروں کو حکم دیا کہ اس سوار کا حال معلوم کرو، سوار جب قریب پہنچے تو پکار کر کہا اے جوان مرد سوار ذرا ٹھہرو! یہ سنتے ہی وہ ٹھہر گیا۔ معلوم کیا تو وہ حضرت خالد بن ولید کی بیوی تھیں۔ حضرت ابو عبیدہ نے ان سے سفر کی وجہ پوچھی تو کہا، اے امیر جب رات کو میں نے سنا کہ آپ نے لشکر اسلام میں اعلان کروایا کہ خالد بن ولید کو دشمنوں نے گھیر لیا ہے فوراً تیار ہو جاؤ تو میں نے خیال کیا کہ وہ کبھی ناکام نہ ہوں گے کیونکہ ان کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موٹے مبارک ہیں۔ لیکن جوں ہی میں نے دیکھا تو میری نظر ان کی ٹوپی پر پڑی جس میں موٹے مبارک تھے۔ نہایت افسوس ہوا اور اسی وقت چل پڑی کہ کسی طرح اس کو ان تک پہنچا دوں۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا، خدا تمہیں برکت دے۔ چنانچہ وہ بھی ان کے ساتھ شریک لشکر ہو گئیں۔

حضرت رافع بن عمرو جو حضرت خالد بن ولید کے ساتھ تھے فرماتے ہیں کہ حالت یہ تھی کہ ہم اپنی زندگیوں سے بالکل مایوس ہو گئے تھے کہ اچانک تکبیر کی آواز آئی حضرت خالد نے دیکھا کہ یہ آواز کدھر سے آئی ہے۔ جب رومیوں کے لشکر پر نظر پڑی تو کیا دیکھا کہ چند سوار اُن کا پیچھا کئے ہوئے ہیں اور وہ بدحواس ہو کر بھاگے چلے آ رہے ہیں۔ حضرت خالد گھوڑا دوڑا کر ایک سوار کے قریب پہنچے اور پوچھا کہ اے جواں مرد سوار تو کون ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ میں تمہاری بیوی ام تمیم ہوں تمہاری مبارک ٹوپی لائی ہوں جس کی برکت سے دشمنوں پر فتح پایا کرتے ہو۔ تم اسی وجہ سے اس کو بھول آئے تھے کہ یہ مصیبت تم پر آئی تھی۔ الغرض وہ ٹوپی انہوں نے دی اور حضرت خالد نے اس کو پہن لیا۔

راوی حدیث قسم کھا کر کہتے ہیں کہ حضرت خالد نے ٹوپی پہن کر جب کفار پر حملہ کیا تو لشکر کفار کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہو گئی۔ (مختصاً)
(تاریخ واقعی)

ان احادیث میں غور و فکر کے ساتھ ساتھ اندازہ کیجئے کہ صحابہ کرام کے نزدیک ان مقدس بالوں کی کتنی قدر و شان تھی، اور پھر وہ جلیل القدر صحابی حضرت خالد بن جلی شان میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سَيِّفٌ مِّنْ سَيِّفِ اللّٰهِ کہ خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے ان کی یہ حالت ہے کہ ایسے نازک وقت میں جب کہ دشمن خنجر بکف اُن کے سر پر تھا، بڑی بے تابی سے ٹوپی طلب فرما رہے ہیں اور صاف صاف فرما رہے ہیں کہ میری ساری فتوحات کا باعث یہی ٹوپی ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک ہیں۔

ایسا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے کیا ان کو مشرک و بدعتی کہا جاسکتا ہے؟ (معاذ اللہ) اہل انصاف اگر توجہ فرمائیں تو مسئلہ استعانت اور وسیلہ اسی ایک واقعے سے حل ہو سکتا ہے۔

حضرت ثابت بنانی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت

انس بن مالک نے مجھ سے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں میں سے ایک بال ہے۔ جب میں مر جاؤں تو اس کو میری زبان کے نیچے رکھ دینا۔ چنانچہ میں نے حسب وصیت ان کی زبان کے نیچے رکھ دیا اور اسی حالت میں دفن کئے گئے۔ (اصابہ ترجمہ انس بن مالک ص ۱۷۱)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال اور ناخن مبارک منگوائے اور وصیت کی کہ یہ میرے کفن میں رکھ دیئے جائیں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

(طبقات ابن سعد جزو خامس ص ۳۰ و مدارج النبوت)

اہل ایمان پر عابثہ کرام کے فضائل و کمالات مخفی نہیں ہیں باوجود اس کے ان کا یہ خیال کہ تبرکات کو قبر میں اپنے ساتھ لے جائیں، تبرکات کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے اس قسم کی باتوں کو جو لوگ بت پرستی وغیرہ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں یہ ان کی زیادتی ہے۔ اصل میں یہ لوگ اسرارِ محبت سے نا آشنا ہیں۔

مولوی سید حسن بن مولوی نلبیہ حسن مدرس مدرسہ دیوبند مہب النسیم علی نفعات الصلوٰۃ والتسلیم کے صفحہ ۳۲ پر تحریر کرتے ہیں کہ ایک تاجر بلخ کا رہنے والا تھا اور بہت دولت مند تھا، علاوہ دولت کے اس کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین موٹے مبارک بھی تھے اس کے دو لڑکے تھے۔ جب تاجر کا انتقال ہو گیا تو کل مال دونوں لڑکوں میں تقسیم کیا گیا۔ جب ایک ایک بال مبارک دونوں نے لے لیا تو بڑا لڑکا بولا کہ تیرے بال کے دو ٹکڑے کر کے وہ بھی تقسیم کیا جائے، اس پر چھوٹے لڑکے نے کہا کہ میں ہرگز ہرگز گوارا نہ کروں گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موٹے مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے، بڑا لڑکا بولا اگر تم کو موٹے مبارک سے ایسی ہی محبت اور عقیدت ہے تو ایسا کرو کہ سب مال و دولت جو تمہارے حصے میں آیا ہے مجھے دے دو اور تینوں موٹے مبارک لے لو! چھوٹا لڑکا اس تبادلہ پر بخوشی راضی ہو گیا اور اپنا سب مال دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی موٹے مبارک لے لیے۔ اب اس کا یہ

کام ہو گیا کہ حضور کے مبارک بالوں کی زیارت کرتا اور کثرت سے درود شریف پڑھتا۔ اللہ کی قدرت کا تماشا دیکھنے کہ بڑے لڑکے کا مال روز بروز گھٹنا شروع ہو گیا اور چھوٹے لڑکے کے مال میں بہ برکت مٹوئے مبارک روز افزوں ترقی ہوتی گئی۔ کچھ عرصے کے بعد وہ چھوٹا لڑکا مر گیا۔ اس زمانے کے ایک بزرگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ لوگوں سے کہہ دو کہ جس کو کوئی حاجت حق تعالیٰ سے ہو تو وہ اس تاجر کے لڑکے کی قبر پر جائے اور اپنے حصول مقصد کے لئے جا کر دعا کرے تو اس کا مقصد پورا ہو گا۔

اس واقعے کے بعد لوگوں میں اس لڑکے کے مزار کی بڑی عظمت ہو گئی اور لوگ وہاں جانے لگے۔ یہاں تک اس مزار کی عزت ہوئی کہ بڑے بڑے لوگ بھی وہاں سے سوار ہو کر نہیں گزرتے تھے بلکہ بوجہ غایت ادب پیدل چلتے تھے۔

وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مشک سا
لگہ ابرِ رافت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اخِذٌ شَعْرَةً يَقُولُ مَنْ
اذَى شَعْرَةً مِنْ شَعْرِي فَأَلْجَأْتُهُ
عَلَيْهِ حَرَامٌ۔
میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ
اپنا ایک مٹوئے مبارک ہاتھ میں لئے ہوئے فرما
رہے تھے جس نے میرے ایک بال کو بھی اذیت
پہنچائی تو اس پر جنت حرام ہے۔

(جامع صغیر ص ۲۵ وکنز العمال ص ۲۶)

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بال ایک ایسی چیز ہے جس کو کاٹتے ہیں، کترتے ہیں مگر اس کو ایذا نہیں ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مٹوئے مبارک اپنے دست مقدس میں لے کر اس کی ایذا کی تصریح فرمائی اس کا مطلب کیا ہے؟

اس بات کو سمجھنے کے لئے یہ جان لینا ضروری ہے کہ عالم کی ہر چیز زندہ، ذی

فہم اور ادراک رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَا تَعْبُدُوا شَيْءًا إِلَّا لِيَسْبِحَ بِحَمْدِهِ
وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ۔

اور کوئی چیز ایسی نہیں مگر وہ اللہ کی تسبیح کرتی ہے اس کی تعریف کے ساتھ۔ لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں۔

(الاسراء - ۲۲)

اس آیت شریفیہ سے معلوم ہوا کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے اور تسبیح کرنے والے کو جب تک اس امر کا ادراک نہ ہو کہ اس کا ایک خالق ہے اور جس قدر اس کے اوصاف ہیں سب کمالات ہیں اور وہ سب عیبوں سے پاک اور منزہ ہے، اس تسبیح کرنے والے کو اس کا تسبیح کرنا صادق نہیں آتا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا تَنْزِلُ مِنْهَا الْمَائِدَاتُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ۔

اور بلاشبہ ان (پتھروں) میں سے ایسے بھی ہیں

جو اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔

(البقرہ - ۷۴)

اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم دیکھتے

لَوْ أَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ

کہ وہ اللہ کے خوف سے بھک جاتا پھٹ جاتا۔

خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ (الحشر - ۲۱)

اور ہم نے سحر کر دیئے داؤد (علیہ السلام) کے

وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ

ساتھ پہاڑ (تو وہ پہاڑ) تسبیح پڑھا کرتے اور

وَالطَّيْرَ۔ (الانبیاء - ۷۹)

پرندے بھی۔

ہم نے بار امانت آسمانوں اور زمین پر پیش

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَ

کیا تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر

الْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا

دیا اور اس سے ڈر گئے۔

وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا۔ (احزاب - ۷۲)

ہم نے کہا کہ لے آگ ابراہیم (علیہ السلام) پر

قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ

ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔

إِبْرَاهِيمَ۔ (الانبیاء - ۶۹)

تو ہم نے ہوا کو سلیمان (علیہ السلام) کے تابع

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ۔

کر دیا تھا وہ ان کے حکم سے چلتی تھی۔

(ص - ۱۸)

يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَ
تَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ (ق - ۳۰)
الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا
أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا
يَكْسِبُونَ - (رین - ۶۵)
تَكَادُ تَمَيِّرُ مِنَ الْغَيْظِ -

(الملك - ۸)

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا يَا أَيُّهَا رَبُّكَ
أَوْحِي لَهَا - (سورة الزلزال - ۴)

اس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے کیا تو بھر گئی؟ وہ
کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے؟
آج ہم ان کے مونہوں پر مہر کر دیں گے اور ان کے
ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی
دیں گے جو کچھ وہ کسب کرتے تھے۔
ایسا لگتا ہے کہ شدتِ غضب سے (جہنم) پھٹ
جائے گی۔

اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی اس لئے
کہ تمہارے رب نے اس کو وحی کی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ہم مکہ مکرمہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے ہمراہ گرد و نواح میں جاتے۔

تو جو پہاڑ (پتھر) اور درخت بھی سامنے آتا وہ
کہتا۔ سلام ہو تجھ پر اے اللہ کے رسول۔

فَمَا اسْتَقْبَلَهُ جَبَلٌ وَلَا شَجَرٌ الْأَوَّلُ
هُوَ يَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ -

(دارمی مشکوٰۃ ص ۵۴)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ستون
خانہ کے ساتھ کھڑے ہو کر وعظ فرمایا کرتے تھے۔

تو جب آپ کے لئے منبر بنایا گیا اور آپ اس
پر تشریف فرما ہوئے تو ہم نے سنا کہ وہ ستون
در دناک لہجہ میں رونے لگا یہاں تک حضور صلی اللہ
علیہ وسلم منبر سے اترے اور اس پر اپنا دست مبارک
رکھا۔ (تاکہ اس کو تسکین ہو)

فَلَمَّا دُوضِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا الْجَزَعُ
مِثْلَ اصْوَاتِ الْعِشَارِ حَتَّى نَزَلَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ -

(بخاری شریف کتاب الجمع ص ۱۲۵)

ان آیات و احادیث سے پتھروں اور پہاڑوں کا خائف من اللہ ہونا اور اللہ
کے حکم سے حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح میں شریک ہونا، آسمانوں،

زمینوں اور پہاڑوں کا امانت الہی کے اٹھانے سے انکار کرنا، آگ کا حکم الہی قبول کرنا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر سرد ہونا، ہوا کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے چلنا، جہنم کا حکم الہی سننا، جواب دینا، اور غصہ میں آجانا، قیامت کے دن ہاتھوں اور پاؤں کا اللہ کے دربار میں گواہی دینا، زمین کا وحی الہی کو سمجھنا اور بندوں کے اعمال کا بیان کرنا، درختوں اور پتھروں کا بلند آواز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنا، ستون چنانہ کا رونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گفتگو کرنا اور کنکریوں کا آواز بلند کلمہ شہادت پڑھنا وغیرہ صد واقعات و دلائل اس پر شاہد ہیں کہ عالم کی ہر چیز ذی فہم اور ادراک رکھتی ہے۔

چنانچہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے موٹے مبارک کو ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ میرے بال کو جو ایذا دے اس کی یہ سزائیں ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو حقیقت شناس ہو گئے تھے انہوں نے بغیر تاویل کے یقین کر لیا کہ بے شک موٹے مبارک کو بعض امور سے اذیت ہوا کرتی ہے اس لئے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کی بہت ہی تعظیم و توقیر کرتے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ موٹے مبارک کی نسبت کسی قسم کی بجا دہی کی جائے تو اس سے ان کو اذیت ہوتی ہے۔

اب بھی بعض مقامات کے متعلق مشہور ہے کہ وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک ہیں اور اس پر اعتراض کرتے ہوئے بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ کیا پتہ ہے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موٹے مبارک ہیں یا نہیں۔ ممکن ہے کسی جعل ساز نے دنیاوی مفاد کی خاطر یہ ڈھنگ بنا رکھا ہو تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو واقعی بہت بُرا کرتا ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ تعظیم کرنے والا برکت سے محروم نہ رہے گا۔ کیونکہ جب وہ تعظیم کرے گا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موٹے مبارک سمجھ کر کرے گا لہذا اس کے اعتقاد اور نیت کے مطابق اللہ تعالیٰ ضرور اس کو برکت عطا فرمائے گا۔ جیسا کہ فرمایا۔

”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ“ کہ تمام اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔ (بخاری ص ۱۰۰)

فوائد

- ۱۔ یہ کہ اس بے مثل محبوب کے موٹے مبارک بھی بے مثل ہیں۔
 - ۲۔ یہ کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس بالوں کو بھی بے مثل بے نظیر مانتے تھے۔
 - ۳۔ یہ کہ صحابہ کرام ان مقدس بالوں کو بہت ہی بابرکت اور قابل تعظیم سمجھا کرتے تھے۔
 - ۴۔ یہ کہ صحابہ کرام ان مقدس بالوں میں سے ایک بال کا اپنے پاس ہونا دنیا و مافیہا سے بہتر سمجھتے تھے۔
 - ۵۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو ایسا عقیدہ رکھنے سے منع نہ فرماتے بلکہ خود اپنے مقدس بالوں کو ان میں تقسیم کرنے کا حکم فرماتے۔
- ثابت ہوا کہ انبیائے کرام اور بزرگان دین کے تبرکات اور بال وغیرہ بطور تبرک رکھنا اور ان کی تعظیم کرنا اور ان سے نفع و برکت کی امید رکھنا جائز ہے، شرک و بدعت نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا عقیدہ ہے۔ اگر شرک و بدعت ہوتا تو صحابہ کرام بھی ایسا نہ کرتے۔

چہرۃ النور

شش جہت روشن زتاب روئے تو
 ترک و تاجیک و عرب ہندوئے تو
 ماہ را مہر رخت نور و بہشا
 مہر را تنویر قلب تو ضیا

ک گیسوہ دہن می ابرو آنکھیں عاص
 کھضیعص ان کا ہے چہرہ نور کا

(اعلیٰ حضرت)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ حُسن و جمال عطا فرمایا جس کی تعریف و توصیف سے زبان عاجز ہے۔ چہرہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حُسن و جمال، خوبی و کمال کا منظر ہے۔ آپ حُسنِ کُل ہیں اور حُسنِ یوسف حُسنِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک تابش تھی اور دنیا بھر کے حسین و جمیل حُسنِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جھلک ہیں۔ حُسنِ بے مثال کا یہ عالم تھا کہ زبان کو عالم حیرت میں یہ کہنا پڑا۔

لَمْ أَرَقَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ - ایسا حسین و جمیل تو نہ الی سے قبل دیکھا گیا اور

(ترمذی مشکوٰۃ ص ۴۵) نہ ان کے بعد

حُسن ہے بے مثل صورت لاجواب

میں فدا تم آپ ہو اپنا جواب

قَالَ أَبُو نُعَيْمٍ أُعْطِيَ يُوسُفُ مِنَ الْحُسْنِ مَا فَاقَ بِهِ الْأَنْبِيَاءَ وَالْمُرْسَلِينَ بَلْ وَالْمَخْلُوقَ أَجْمَعِينَ وَنَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْتِيَ مِنَ الْجَمَالِ مَا لَمْ يُؤْتَهُ أَحَدٌ وَلَا يُؤْتَى يُوسُفُ إِلَّا شَطْرَ الْحُسْنِ وَأُوتِيَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيعَةً -

حضرت ابو نعیم فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام تمام انبیاء و مرسلین بلکہ تمام مخلوق سے زیادہ حُسن و جمال دیئے گئے تھے۔ مگر ہمارے نبی اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ حُسن و جمال عطا ہوا جو کسی اور مخلوق کو عطا نہیں ہوا۔ یوسف علیہ السلام کو حُسن و جمال کا ایک جز ملا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حُسنِ کُل دیا گیا۔

(خصائص کبریٰ ص ۱۸۲)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالضُّحَىٰ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ - اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بعض مفسرین فرماتے ہیں
الضحیٰ اشارہ ہے نور جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور واللیل کنایہ ہے حضور پر نور
کے گیسوئے عنبریں سے۔ (خزائن العرفان)

اے کہ شرح والضحیٰ آمد جمال روئے تو
نکتہ واللیل وصف زلف عنبر بوئے تو

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ
وسلم کے وجود مبارک میں وحی الہی، معجزات اور دیگر دلائل نبوت کا اثر و ظہور نہ بھی ہوتا
تو آپ کا چہرہ مبارک ہی آپ کی دلیل نبوت کو کافی تھا۔ (زرقانی علی المواہب ص ۴۲)
حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (جو یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے) فرماتے
ہیں کہ جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو لوگ کام کاج
چھوڑ کر جلد جلد آپ کو دیکھنے آ رہے تھے، میں بھی آیا۔

فَلَمَّا رَأَيْتُ وَجْهَهُ عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ
لَيْسَ بِوَجْهِ الْكَذَّابِ فَسَمِعْتُ يَقُولُ
يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَصَلُّوا
الْأَرْحَامَ وَأَطْعَمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا
بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا
الْجَنَّةَ سَلَامٍ۔

تو جب میں نے آپ کا چہرہ مبارک دیکھا تو میں
نے جان لیا کہ یہ چہرہ بھوٹے کا چہرہ نہیں ہے
آپ اُس وقت فرما رہے تھے اے لوگو سلامتی
پھیلاؤ اور صلہ رحمی یعنی اپنوں سے محبت کرو۔
بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ اور رات کو جب لوگ
سو رہے ہوں اللہ کی عبادت کرو اور سلامتی

(المستدرک منہ ۱۶ خاص کبریٰ ص ۱۹۱) سے جنت میں جاؤ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَ
أَحْسَنَهُمْ خَلْقًا۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صورت و سیرت میں
تمام لوگوں سے زیادہ حسین و جمیل تھے۔
(بخاری شریف ص ۲۱۱ مسلم شریف ص ۲۵۸)

حضرت ابو قریصہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں اور میری والدہ اور میری خالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر کے واپس آئے تو میری والدہ اور میری خالہ نے کہا۔ ہم نے اس شخص کی مثل خوبصورت چہرے والا، پاکیزہ لباس والا، نرم اور میٹھے کلام والا کوئی نہیں دیکھا اور ہم نے دیکھا کہ گفتگو کے وقت اس کے منہ سے نور نکلتا ہے۔

مَا رَأَيْنَا مِثْلَ هَذَا الرَّجُلِ أَحْسَنَ وَجْهًا وَلَا أَنْتَى ثَوْبًا وَلَا أَلْسِينَ كَلَامًا وَلَا رَأَيْنَا كَالنُّورِ يَخْرُجُ مِنْ فِيهِ۔ (زرقانی علی المواہب ص ۲۵)

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت اور خوش رنگ تھے جس کسی نے بھی آپ کی توصیف کی اس نے آپ کو چودھویں کے چاند سے تشبیہ دی۔ سینہ کی بوند آپ کے چہرہ میں یوں معلوم ہوتی تھی جیسے موتی۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَأَنُورَهُمْ لَوْنًا لَمْ يَصِفُهُ وَاصِفٌ قَطْرًا لِأَشْبَهُ وَجْهًا بِالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَكَانَ عَرْقُهُ فِي وَجْهِهِ مِثْلَ اللَّوْلُؤِ۔ (زرقانی علی المواہب ص ۲۵)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسرور و شادماں ہوتے تو آپ کا چہرہ ایسا منور ہو جاتا کہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتَّى كَأَنَّه قِطْعَةٌ مِنَ الْقَمَرِ۔ (بخاری شریف ص ۲۵)

نہایہ ابن اثیر میں ہے۔

کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسرور و خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ مثل آئینے کے ہو جاتا کہ اس میں اشیاء کا عکس نظر آتا اور دیواریں آپ کے چہرہ میں نظر آ جاتیں۔

أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ إِذَا سَرَفَكَانَ وَجْهُهُ الْمِرْآةَ الَّتِي تُرَى فِيهَا صُورُ الْأَشْيَاءِ وَكَانَ الْجُدُرُ تَدَاخَكَ وَجْهَهُ أَي يُرَى الْجُدُرُ فِي وَجْهِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(زرقانی علی المواہب ص ۲۵)

جامع بن شداد فرماتے ہیں کہ مجھ کو طارق بن عبد اللہ نے بتایا کہ ہم مدینہ منورہ کے باہر اترے ہوئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ اس وقت ہم آپ کو جانتے نہیں تھے۔ ہمارے پاس ایک سُرخ رنگ کا اونٹ تھا۔ آپ نے اس اونٹ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کیا تم اس کو بیچنا چاہتے ہو؟ ہم نے کہا ہاں! فرمایا کیا قیمت ہے؟ ہم نے قیمت (کھجوروں کی مقدار) بتائی، آپ نے فرمایا منظور ہے، اور اونٹ کی مہار پکڑ کر چل پڑے اور ہمارے دیکھتے دیکھتے شہر میں داخل ہو گئے۔ ہم نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ ہم نے بہت بُرا کیا کہ ایک ناواقف آدمی جس کو ہم جانتے نہیں کون ہے کہاں کا رہنے والا ہے بلا قیمت وصول کئے اونٹ دے دیا۔ ایک عورت جو ہمارے ساتھ ہو درج میں بیٹھی ہوئی تھی بولی۔

خدا کی قسم میں نے اس شخص کو دیکھا ہے کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مثل تھا تمہارے اونٹ کی قیمت کی میں ضامن ہوں (کیونکہ مجھے یقین ہے کہ) وہ تمہارے ساتھ دھوکا نہیں کرے گا۔ جب شام کا وقت ہوا تو ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ میں رسول اللہ کا بھیجا ہوا تمہاری طرف آیا ہوں، یہ کھجوریں ہیں ان سے خوب پیٹ بھر کر کھا بھی لو اور اپنی قیمت بھی پوری کر لو۔ تو ہم نے پیٹ بھر کر کھا بھی لیں اور قیمت بھی پوری کر لی۔

وَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَجُلًا كَانَ وَجْهُهُ
قِطْعَةً الْقَمَرِ كَيْلَةَ الْبَدْرِ اَنَا ضَامِنَةٌ
لِّشَمَنِ جَمَلِكُمْ لَا يَغْدِرُ بِكُمْ فَلَمَّا
كَانَ الْعِشِيُّ اَتَانَا رَجُلٌ فَقَالَ اَنَا
رَسُولُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اِلَيْكُمْ هَذَا تَمْرُكُمْ فَكُلُوْا
وَأَشْبَعُوْا وَاکْتَالُوْا وَاسْتَوْفُوْا
فَاَكَلْنَا حَتّٰى شَبَعْنَا وَاکْتَلْنَا وَ
اسْتَوْفَيْنَا۔ (زرکانی علی الموابہ ص ۴۹)

(المستدرک حاکم ص ۶۱۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا یوں معلوم ہوتا کہ آفتاب آپ کے چہرہ میں چل رہا ہے۔

مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّ
الشَّمْسَ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ (ترمذی مشکوٰۃ ص ۱۸)

حضرت امام حسن بن حضرت علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ابو ہند بن ابی صالح سے جو فصیح و بلیغ اور عرب کے علم و ادب اور وصف بیان کرنے میں بڑے مانے ہوئے تھے۔ آپ کے نور جمال کے اوصاف بیان کرنے کی درخواست کی تو انہوں نے

وَفِيهِ يَتَلَاؤُ وَوَجْهَهُ تَلَاؤُ الْقَمَرِ
لَيْلَةَ الْبَدْرِ - (جمع الوسائل ص ۳۴)

اس میں یہ بھی بیان کیا کہ آپ کا چہرہ مبارک
چودھویں رات کے چاند جیسا روشن تھا۔

چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود
نمک آگین صباحت پہ لاکھوں سلام
(اعلیٰ حضرت)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں چرخا کات رہی تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے سامنے بیٹھے ہوئے اپنے جوتے کو پونڈ لگا رہے تھے، آپ کی پیشانی مبارک پر پسینے کے قطرے تھے جن سے نور کی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ اس حسین منظر نے مجھ کو چرخہ کاتنے سے روک دیا۔ بس میں آپ کو دیکھ رہی تھی کہ آپ نے فرمایا تجھے کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا آپ کی پیشانی مبارک پر پسینے کے قطرے ہیں جو نور کے ستارے معلوم ہوتے ہیں۔

وَلَوْ أَرَاكَ أَبُو كَبِيرٍ الْهَدَانِي لَعَلِمَ أَنَّكَ
أَحَقُّ بِشَعْرَةٍ حَيْثُ يَقُولُ ه

اگر ابو کبیر ہندی (عرب کا مشہور شاعر) آپ کو اس
حالت میں دیکھ لیتا تو یقین کر لیتا کہ اس کے شعر
کا مصداق آپ ہی ہیں کہ جب میں اس کے روئے
مبارک کو دیکھتا ہوں تو اس کے رخساروں کی چمک
مثیل بلال نظر آتی ہے۔

وَإِذَا نَظَرْتُ إِلَى أُسْرَةٍ وَجْهَهُ
بَرَقَتْ بِرُوقِ الْعَارِضِ الْمَتَهَلِّلِ

(ابن عساکر، ابو نعیم، ویلی، خطیب، زرقانی علی المواہب ص ۲۲۵)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہ

مَتَى يَبْدُو فِي السَّيْلِ الْبَيْهِيمِ جَبِينُهُ
بَدَجٍ مِثْلٍ وَمَصْبَاحِ الدُّجَى الْمُتَوَقِّدِ

جب اندھیری رات میں آپ کی پیشانی ظاہر ہوتی تو تاریکی کے روشن چراغ کی مانند چمکتی۔

(زرقانی علی المواہب ص ۹۱)

جس کے ماتھے شفاعت کا سہارا رہا

اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کلچہرہ
تلوار کی طرح چمکیلا تھا؟ تو فرمایا۔

لَا بَلَّ كَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ
نہیں نہیں بلکہ حضور کا چہرہ تو آفتاب و ماہتاب
(مسلم، بخاری، مشکوٰۃ ص ۵۱۵) جیسا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید روشن تھا
وَسَلَّمَ أَزْهَرَ اللَّوْنِ كَانَ عَرْقُهُ اللَّوْنُ
پینے کی بوند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ
اقدس پر ایسی نظر آتی جیسے موتی۔
(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص ۵۱۶)

حضرت زینب بنت معوذ صحابیہ ہیں۔ ان سے حضرت عمار بن یاسر کے پوتے نے کہا
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ حلیہ بیان کیجئے تو انہوں نے فرمایا۔

لَوْ رَأَيْتَهُ رَأَيْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً
اگر تو حضور کو دیکھ لیتا تو سمجھتا کہ سورج جسے چمکتا
ہوا۔
(مشکوٰۃ ص ۵۱۵ داری)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ چاندنی رات تھی اور حضور صلی اللہ
علیہ وسلم حُلَّةٖ حُمْرَاءُ اوڑھے ہوئے لیٹے تھے۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی حضور کے چہرہ
النور کو۔

فَإِذَا هُوَ أَحْسَنُ عِنْدِي مِنَ الْقَمَرِ
بالآخر میرا فیصلہ یہی تھا کہ حضور چاند سے زیادہ
خوبصورت ہیں۔
(ترمذی، داری، مشکوٰۃ ص ۵۱۸)

یہ جو مہر و مہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا
(اعلیٰ حضرت)

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

کُنْتُ أَحْيِطُ فَسَقَطَتْ مِنِّي الْإِبْرَةُ
فَطَلَبْتُمَا فَلَمَّا أَقْدِرُ عَلَيْهَا فَدَخَلَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَتَبَيَّنَتِ الْإِبْرَةُ بِشُعَاعِ نُورٍ وَجَّهًا
فَأَخْبَرْتُهُ -

میں اندر بیٹھی کچھ سی رہی تھی میرے ہاتھ سے
سوئی گر گئی، ہر چند تلاش کی مگر اندھیرے
کے سبب سے نہ ملی۔ پس حضور ماہِ مدینہ صلی اللہ
علیہ وسلم تشریف لے آئے تو آپ کے رُخِ انور
کی روشنی سے سارا کمرہ روشن ہو گیا اور سوئی
چمکنے لگی تو مجھے اس کا پتہ چل گیا۔

(ابن عساکر خصال کبریٰ ص ۶۲)

سوزنِ گم شدہ ملتی ہے تلمشم سے ترے

شام کو صبح بناتا ہے اُحِبُّ لَاتِیرا

حقیقت یہ ہے کہ آپ کا پورا حُسن و جمال لوگوں پر ظاہر نہیں کیا گیا بلکہ پردہ میں رکھا
گیا ورنہ کسی میں طاقت نہیں تھی کہ حُسنِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلووں کی تاب لاسکتا۔
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد شاہ عبدالرحیم
صاحب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ یوسف
علیہ السلام کو دیکھ کر زنانِ مصر نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے اور بعض لوگ ان کو دیکھ کر مر
جاتے تھے مگر آپ کو دیکھ کر کسی کی ایسی حالت نہیں ہوئی۔

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
جَمَالِي مَسْتُورٌ عَنْ أَعْيُنِ النَّاسِ
غَيْرَةً مِّنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَوْ ظَهَرَ
لَفَعَلَ النَّاسُ أَكْثَرًا مِّمَّا فَعَلُوا حِينَ
رَأَوْا يُوسُفَ -

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا جمال
لوگوں کی آنکھوں سے اللہ نے غیرت کی وجہ سے
چھپا رکھا ہے اور اگر آشکار ہو جائے تو لوگوں کا
حال اس سے بھی زیادہ ہو جو یوسف علیہ السلام
کو دیکھ کر ہوا تھا۔

(در الثمین فی مبشرات النبی الامین ص ۶)

یعنی فرمایا کہ میں اللہ کا محبوب ہوں اور محب کی غیرتِ محبت کا تقاضا ہوتا ہے کہ
اُس کے محبوب کو سوائے اُس کے اور کوئی نہ دیکھے، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میرے

حُسن و جمال کو صرف اپنے دیکھنے کے لئے لوگوں کی نظروں سے چھپا رکھا ہے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

لَمْ يُظْهَرْ لَنَا تَمَامَ حُسْنِهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهُ لَوْ ظْهَرَ لَنَا تَمَامَ
حُسْنِهِ لَمَا أَطَاقَتْ أَعْيُنُنَا رُؤْيَتَهُ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا حُسن و جمال ہم پر
ظاہر نہیں کیا گیا، اگر آپ کا پورا حُسن و جمال ظاہر
کیا جاتا تو ہماری آنکھیں آپ کے دیدار کی طاقت
نہ رکھتیں۔ (زرقانی علی المواہب ص ۱۶)

۵ اک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو
وہ اگر جلوہ کریں کون تماشا شائی ہو
(مولانا حسن رضا)

محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں۔

رہا جمال پہ تیرے حجابِ بشریت
نہ جانا کون ہے کچھ کسی نے جز سثار

(قصائد قاسمی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ
غزوہ تبوک کے لئے نکلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل انشاء اللہ تم تبوک کے چشمے
پر ایسے وقت پہنچو گے کہ آفتاب گرم ہو جائے گا اور جو لوگ وہاں پہنچ جائیں ان کو چاہئے
کہ وہ اس چشمے کے پانی کو ہاتھ نہ لگائیں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب وہاں پہنچے تو اُس میں بہت تھوڑا پانی تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے تھوڑا تھوڑا پانی لے کر ایک برتن میں جمع فرمایا۔

پھر اُس میں اپنا چہرہ اقدس اور دونوں ہاتھ دھوئے

اور وہ پانی اسی چشمے میں ڈال دیا تو وہ چشمہ

جوش مارنے لگا اور پانی بہت زیادہ ہو گیا۔

چنانچہ سب لوگ پانی پی کر سیراب ہو گئے۔ پھر

ثُمَّ غَسَلَ فِيهِ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ أَعَادَهُ

فِيهَا فَجَرَّتِ الْعَيْنُ بِمَاءٍ كَثِيرٍ فَاسْتَقَى

النَّاسُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْشِكُ يَا مَعْزَادُ

ان طالت بك حياة ان تری ما
 ههنا قد ملتی جنانا۔
 (مسلم، خصائص کبریٰ ص ۲۴۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ اگر
 تمہاری عمر دراز ہوگی تو تم دیکھ لو گے کہ یہ مقام
 باغوں سے بھرا ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پانی کو ہاتھ لگانے کے لیے فرمایا، اس سے معلوم ہوتا
 ہے کہ ہاتھ لگانے کا کوئی معنوی اثر ضرور ہوا کرتا ہے اور یہ اثر حسب حیثیت ہوتا ہے،
 اچھوں کا اچھا اور بُروں کا بُرا، مگر چونکہ وہ اثر محسوس نہیں ہوتا اس لیے اس کے قبول
 کرنے میں معمولی عقلوں کو تامل ہوتا ہے لیکن اہل کشف اس کو دیکھتے ہیں۔

چنانچہ سیدی امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام الائمہ سراج
 الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب مسجد میں جاتے اور لوگوں کو وضو کرتے دیکھتے
 تو مستعمل پانی میں ان کو محسوس ہو جاتا تھا کہ یہ شخص فلاں قسم کا گناہ کرتا ہے، چنانچہ
 تنہائی میں اس کو کہہ دیتے کہ تم فلاں قسم کا گناہ کرتے ہو اس کو چھوڑ دو! اکثر لوگ تائب
 بھی ہو جاتے۔ آخر امام صاحب پر یہ امر شاق گزرا کہ لوگوں کے حیوب پر نظر پڑتی ہے،
 اس لئے دعا کی کہ الہی یہ کشف اٹھا لیا جائے۔

(میزان الکبریٰ (اردو) ص ۱۳۱۔ فضائل ذکر ص ۱۳۹)

چونکہ امام صاحب کو گناہوں کی نجاست پانی میں محسوس ہوتی تھی۔ اس وجہ سے
 پانی کے مسئلہ میں آپ نے نہایت تشدد کیا یہاں تک کہ فقہائے حنفیہ نے وہ درود کی
 شرط لگا دی۔

اور یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک جس چیز کو لگ جاتا
 تھا صحابہ کرام اس سے برکتیں حاصل کیا کرتے تھے۔

اور تعجب نہیں کہ ہمارے دین میں جو مصافحہ مستحسن ہے اس کی یہ بھی ایک وجہ
 ہے کہ بزرگان دین کے ہاتھوں کی برکت حاصل کیا کریں، اور کسی بزرگ کی قبر کو جو ہاتھ
 لگا کر اپنے منہ پر پھیرتے یا بوسہ دیتے ہیں، غالباً اس میں بھی یہی مصلحت ملحوظ رکھی گئی ہو۔
 غرض کہ چہرہ نبوی حسن و جمال ایزدی کا منظر اور خوبی و کمال کا معدن ہے۔

خاصہ قدرت کا حسن دستکاری واہ واہ کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ

چشمِ انِ مبارک

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا
 اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام
 کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
 آنکھوں والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس اور نورانی آنکھیں بہت ہی خوبصورت تھیں، قدرتِ الہی سے سرنگیں، کہ سرمہ کے بغیر معلوم ہوتا کہ سرمہ لگا ہوا ہے۔ آنکھوں کی سفیدی میں باریک سُرخ ڈورے تھے جن کو علاماتِ نبوت میں شمار کیا گیا ہے، بلکہ نہایت خوشنما اور دراز تھیں۔

سُرنگیں آنکھیں حریمِ حق کے وہ مشکیں غزال
ہے فضائے لامکاں تک جن کا رُسن نور کا
(اعلیٰ حضرت)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَكْتَحِلُ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ بِإِلَاطَةِ
ثَلَاثَةِ كِلِّ عَيْنٍ - (مجمع الوسائل ص ۱۰۱)
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے دونوں
آنکھوں میں تین تین سلائی سرمہ اٹسہ کی لگایا
کرتے تھے۔

انہی سے روایت ہے کہ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

إِنَّ خَيْرَ مَا كُنْتُمْ يَجْلُوا الْبَصَرَ
وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ - (مجمع الوسائل ص ۱۰۱)
بے شک تمہارے سب سرموں سے بہترین سرمہ
اٹسہ ہے وہ آنکھ کو روشن کرتا ہے اور پلکیں
اگاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عَلَيْكُمْ بِالْإِطْمِدِ فَإِنَّهُ يَجْلُوا الْبَصَرَ
وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ - (مجمع الوسائل ص ۱۰۱)
اٹسہ سرمہ ضرور لگایا کرو کیونکہ وہ آنکھوں کو روشن
کرتا ہے اور پلکیں اگاتا ہے۔

اشد ایک خاص سرمہ ہے جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں عام ملتا ہے۔ جاننے والے حجاج کرام وہاں سے لاتے ہیں۔ سُرخ سیاہی مائل پتھر ہوتا ہے پس کر سُرخ رہتا ہے۔ ان احادیث میں غور فرمائیے، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آنکھوں کو جلا بخشنے اور پلکیں اگانے کی نسبت سرمے کی طرف فرما رہے ہیں۔ حالانکہ حقیقی طور پر جلا بخشنے اور پلکیں اگانے والا اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔ معلوم ہوا کہ اگر حقیقی فاعل اللہ تعالیٰ کو سمجھے اور مجازی طور پر فعل کی نسبت ذریعے اور وسیلے کی طرف کر دے تو یہ شرک نہیں ہے۔ شرم و حیا کا وصف مبارک بھی دوسرے اوصاف حمیدہ کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں اکمل طور پر تھا۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ آپ کثرت حیا کی وجہ سے کسی شخص کے چہرے پر نظریں نہیں جماتے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشَدُّ حَيَاءً مِّنَ الْعَدْرَاءِ فِي خَدْرِهَا پر وہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرم و حیا والے تھے (بخاری ص ۵۰۳)۔

نیچی نظروں کی شرم و حیا پر درود

اونچی زبانی کی رفعت پہ لاکھوں سلام (اعلیٰ حضرت)

شرم و حیا ہی انسان کا وہ وصف جمیل ہے جس کی آغوش میں اخلاق و کردار کی خوبیاں پرورش پاتی ہیں۔ جو انسان اس وصف سے کامل طور پر متصف ہو جاتا ہے وہ اخلاق حسنہ کا پیکر بن جاتا ہے اور جس انسان میں یہ صفت نہ رہے وہ پھر بے حیائی و بے شرمی کا مجسمہ ہو کر جو چاہے کر سکتا ہے۔ اِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شَدَّتْ كَـ
جب تو نے شرم و حیا نہیں کی تو جو چاہے کرے (بخاری ص ۴۹۰)

بے حیا باش ہر چہ خواہی کن

افسوس آج مسلمانوں کی اکثریت شرم و حیا کا دامن چھوڑ کر بے شرمی و بے حیائی

کا شکار ہو چکی ہے اور یہ مرض روز بروز بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔

اے مسلمان جائے عبرت، یہ تیرے واسطے ہوش میں آخوابِ غفلت سے تجھے کیا ہو گیا

اللہ تعالیٰ نے آپ کے بصر شریف کا وصف قرآن کریم میں یوں ذکر فرمایا۔
مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ يَعْنِي شِبَّ مِعْرَاجٍ فِيهِ لَمْ يَكُنْ لَهَا عَيْنٌ لَمْ يَكُنْ لَهَا عَيْنٌ
سے عدول و تجاوز نہ فرمایا کہ جن کے دیکھنے کے لئے آپ مامور تھے۔

(زرقانی علی المواہب ص ۲۴۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِسْبَتِي هَهُنَا وَاللَّهُ مَا يَخْفَىٰ عَلَيَّ رُكُوعَكُمْ وَلَا خُشُوعَكُمْ إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءَ ظَهْرِي۔
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرا
مُوْخَصَّصٌ قِسْبَتِي هِيَ كِي طَرَفٌ دِي كِي تَهْتِي هُو؟ خِدَا كِي
قِسْمٌ مَجْهُدٌ پَر نَه تَهَارَا رُكُوعٌ اَوْر نَه تَهَارَا خُشُوعٌ پُشِيدُ
ہے اور بیشک میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا

ہوں۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ ص ۱۰۲)

ف! خشوع، دل کی ایک کیفیت کا نام ہے۔ فرمایا قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ
الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ (معلوم ہوا کہ قلوب کی کیفیتیں بھی نگاہِ مصطفیٰ سے
پوشیدہ نہیں ہ

اے فروغت صبح آثار و دہور

چشم تو بسندہ مانی القدر

(ڈاکٹر اقبال)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
إِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَىٰ مَا وَرَاءَ رَأْسِي كَمَا
بے شک میں اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتا
ہوں جیسا کہ اپنے آگے سے دیکھتا ہوں۔
أَنْظُرُ إِلَىٰ مَا بَيْنَ يَدَيَّ۔

(دلائل النبوت البوعین ص ۲۴۴۔ خصائص ص ۶۱۔ زرقانی علی المواہب ص ۸۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرَىٰ فِي السَّيْلِ فِي الظُّلْمَةِ
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کے اندھیرے
میں بھی ایسا ہی دیکھا کرتے تھے جیسا کہ دن

کَمَا يَزِي فِي النَّهَارِ فِي الضُّوءِ - کی روشنی میں -

(خصائص کبریٰ ص ۴ - زرقانی علی المواہب ص ۸۳)

ان روایتوں کے لکھنے کے بعد علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں -

وَالْمَعْنَى أَنَّ رُؤْيِيَهُ فِي النَّهَارِ الصَّافِي وَالسَّبِيلِ الْمُظْلِمِ مُتَسَاوِيَةً لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمَّا رَزَقَهُ الْإِطْلَاعَ بِالْبَاطِنِ وَالْإِحَاطَةَ بِدَرَكَ مُدْرَكَاتِ الْقُلُوبِ جَعَلَ لَهُ مِثْلَ ذَلِكَ فِي مُدْرَكَاتِ الْعُيُونِ وَمِنْ ثَمَّ كَانَ يَرَى الْمَحْسُوسَ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ كَمَا يَرَاهُ مِنْ أَمَامِهِ -

پس معنی یہ ہیں کہ آپ کا روشن دن اور اندھیری رات میں دیکھنا برابر ہے اس لئے کہ جب اللہ نے آپ کو باطن کی اطلاع اور دل کی باتوں کا پورا پورا ادراک عطا فرمادیا تو ایسا ہی آپ کی آنکھوں کو بھی (ظاہری و باطنی) ادراک عطا فرمادیا، چنانچہ آپ اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی اسی طرح دیکھتے تھے جیسا کہ اپنے آگے سے دیکھتے تھے

(زرقانی علی المواہب ص ۸۲)

اور یہی وہ مبارک آنکھیں ہیں جو ساری کائنات کا مشاہدہ فرما رہی ہیں -

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے -

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا -

اے نبی بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے حاضر و ناظر اور خوشخبری دینے والا اور ڈرنے والا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکا

دینے والا آفتاب -

(الاحزاب - ۴۶)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ بیان فرمائے ہیں۔ ان اوصاف میں سے ایک وصف جمیل شاہد ہے اور شاہد کے معنی ہیں حاضر و ناظر۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے -

۱- وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا (یونس - ۶۱)

اور تم جو بھی عمل کرتے ہو ہم تم پر حاضر و موجود ہوتے ہیں -

۲۔ وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا تَحْمِلُونَ (المرن-۹۸) اور اللہ شہید ہے اس پر جو کچھ بھی تم کرتے ہو،

۳۔ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (النساء-۲۲) بے شک اللہ ہر چیز پر شہید ہے۔

۴۔ أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ

الْمَوْتُ - (البقرہ-۱۳۲)

۵۔ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ -

(البقرہ-۱۸۵)

۶۔ الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ

وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةٍ وَلَا

تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ

إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

الْآخِرِ وَلِشَهِدَ عَذَابُهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ

الْمُؤْمِنِينَ - (النور-۲)

۷۔ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي

أَمْرِي مَا كُنْتُ قَاطِعَةً أَمْرًا

حَتَّىٰ لَشَهِدُونَ - (النمل-۳۲)

۸۔ قَالُوا فَا تَوَابَهُ عَلَىٰ أَعْيُنِ النَّاسِ

لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ -

(الانبیاء-۶۱)

۹۔ مَا شَهِدْنَا مَمْلُوكًا أَهْلًا -

(النمل-۳۹)

۱۰۔ وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ -

(البروج-۳)

اور قسم ہے حاضر کی اور اس کی جس پر وہ حاضر

ہوتے ہیں۔

تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ

ان آیات میں خط کشیدہ الفاظ کو دیکھئے ان کا سب کا مادہ شہادت اور شہود ہے، اور شہادۃ و شہود کا معنی ہے حاضر و ناظر ہونا چنانچہ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

الشُّهُودُ وَالشَّهَادَةُ الْحُضُورُ مَعَ الْمَشَاهِدَةِ
 اِمَّا بِالْبَصْرِ اَوْ بِالْبَصِيْرَةِ (مفردات ص ۲۶۹) ہونے کے بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ۔
 شہود اور شہادت کے معنی ہیں حاضر ہونا مع ناظر
 گواہ کو بھی شاید اس لئے کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ شاید کا معنی حاضر و ناظر ہے تو اب یہ دیکھنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس کس پر حاضر و ناظر ہیں۔ تو اسی آیت کریمہ کے تحت تفسیر ابوالسعود و تفسیر روح المعانی و تفسیر جمل میں ہے۔

اِنَّا ارْسَلْنَاكَ شَاهِدًا عَلٰی مَنْ
 بُعِثْتَ اِلَيْهِمْ تُرَاقِبُ اَحْوَالَهُمْ وَ
 تُشَاهِدُ اَعْمَالَهُمْ وَتَحْتَسِلُ مِنْهُمْ
 الشَّهَادَةَ بِمَا صَدَرَ عَنْهُمْ مِنَ التَّصْدِيقِ
 وَالتَّكْذِيبِ وَسَائِرِ مَا هُمْ عَلَيْهِ
 مِنَ الْهُدٰى وَالضَّلٰلِ وَتُوَدِّعُهَا
 يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَدَاءً مَّقْبُولًا فِیْمَا
 لَهُمْ وَمَا عَلَيْهِمْ۔

ہم نے بھیجا آپ کو شاہد (حاضر و ناظر) بنا کر
 ان سب پر جن کی طرف آپ رسول بنا کر بھیجے گئے
 آپ ان کے احوال کی نگہبانی کرتے ہیں اور ان
 کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور ان سے تحمل
 شہادت فرماتے یعنی ان کے گواہ بنتے ہیں، ان
 تمام چیزوں پر جو ان سے صادر ہوئیں تصدیق
 سے اور تکذیب سے اور باقی ان تمام چیزوں سے
 جن پر وہ ہیں ہدایت اور گمراہی سے اور آپ
 اس شہادۃ کو ادا فرمائیں گے قیامت کے دن
 ان تمام باتوں میں جو ان کے لئے مفید اور مضر
 ہوں گی۔

(تفسیر ابوالسعود علی الکبیر ص ۲۱۵)

جمل ص ۲۲ روح المعانی ص ۲۲)

اور اسی طرح تفسیر بیضاوی و تفسیر مدارک و تفسیر جلالین میں ہے۔

اِنَّا ارْسَلْنَاكَ شَاهِدًا عَلٰی مَنْ
 بُعِثْتَ اِلَيْهِمْ۔
 ہم نے بھیجا آپ کو شاہد (حاضر و ناظر) بنا کر ان
 سب پر جن کی طرف آپ رسول بنا کر بھیجے گئے۔

ان تمام معتبر تفاسیر سے ثابت ہوا کہ آپ ان سب پر حاضر و ناظر ہیں جن کی طرف آپ کو رسول بنا کر بھیجا گیا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ آپ کس کس کی طرف رسول بن کر تشریف لائے ہیں، تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَأَفَّةٍ۔ (مسلم شریف) میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

پس ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کو اپنی بصیرت مبارکہ سے ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ ذَوِي لِي الْأَرْضِ حَتَّى رَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا۔
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ نے میرے لئے زمین کو سمیٹا (یعنی سمیٹ کر مثل ہتھیلی کے کر دیا) یہاں تک کہ میں نے ساری زمین

(مسلم شریف منہ ۳۹) اور اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ قَدَّرَ لِي الدُّنْيَا فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى كَفِّي هَذَا۔ (زرقاتی علی الواہب ص ۱۲۱)
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ نے میرے لیے دنیا کے حجابات اٹھا دیئے ہیں تو میں دنیا اور جو کچھ بھی اس میں قیامت تک ہونی والا ہے۔ سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے کہ اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا۔

فَإِنَّ مَوْعِدَكُمْ الْحَوْضُ وَلَاقِي لَأَنْظُرُ إِلَيْهِ مِنْ مَقَامِي هَذَا۔
تمہاری ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے اور میں اس کو یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔

(بخاری شریف ۵۷۸ و مسلم)

ان روایات سے ثابت ہوا کہ نگاہ نبوت سے کائنات کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے آپ مثل کف دست دیکھ رہے ہیں۔

حضور اکرم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ شَيْءٍ لَكَ اَكْبَرُ اُرَيْتُهُ اِلَّا
رَاَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةِ
وَالنَّارِ - (بخاری ص ۱۸) جنت و دوزخ کو بھی۔

ف۔ جنت ساتوں آسمانوں کے اوپر اور دوزخ ساتوں زمینوں کے نیچے ہے۔
معلوم ہوا کہ نگاہ مصطفیٰ کی رسائی تحت الثریٰ سے لے کر ثریا بلکہ اس سے بھی وراہ
الوریٰ تک ہے۔ نیز نکرہ حیز نفی میں عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ گمما ہومصترح فی کتب
الأصول پس ثابت ہوا کہ کوئی چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت سے خارج نہیں
فأفہوہ

سر عرش پر ہے تیسری گزر
دل فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے
نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

(اعلیٰ حضرت)

جنگِ موتہ جو ملکِ شام میں ہو رہی تھی، اس کے سارے حالات حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے مدینہ منورہ ہی میں بیٹھے بیٹھے صحابہ کرام کو بتائے، جو علمِ اسلام اٹھاتا، اور جس جس
صورت سے وہ شہید ہوتا، آپ بتاتے جا رہے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری
تھے۔ (بخاری ص ۶۱۱ - مشکوٰۃ ص ۵۲۲)

اسی اثناء میں آپ مسکرانے لگے، آپ سے مسکرانے کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے
فرمایا میں اپنے دوستوں کے قتل ہو جانے پر غمگین ہوا مگر اب انہیں جنت میں ایک دوسرے
کے مقابل تختوں پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر خوشی سے مسکرایا ہوں۔ (خصائص کبریٰ)

جب حضرت یعلیٰ بن مہبہ جنگِ موتہ کی خبر لے کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ جنگ کے تفصیلی حالات پہلے میں تجھ کو بتاؤں یا تو
بتائے گا، اس نے عرض کیا آپ ہی بتائیں! آپ نے جو کچھ وہاں ہوا، جو جو کسی پر گزرا
جس جس طرح کوئی شہید ہوا، سب تفصیلاً سنا دیا۔ حضرت یعلیٰ نے سن کر کہا۔ خدا کی قسم آپ

کے بیان اور اصل واقعات میں سرسُوفرق نہیں ہے۔ واقعی اسی طرح ہوا جس طرح کہ آپ نے حرف بحرف بتا دیا ہے۔

(زیہقی، ابو نعیم، خصائص کبریٰ ص ۲۵۹)

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ (ترمذی، ابن ماجہ مشکوٰۃ ص ۲۵۹)

دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔

حضرت عبد الرحمن بن عائش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
رَأَيْتُ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ

اپنے رب تعالیٰ کو احسن صورت میں دیکھا۔

(مشکوٰۃ ص ۴۹)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
رَأَى رَبَّهُ مَرَّتَيْنِ مَرَّةً بَبَصَرِهِ وَمَرَّةً
بِفُؤَادِهِ -

بلاشبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

رب کو دو بار دیکھا ایک بار سر کی آنکھ سے اور

ایک بار دل کی آنکھ سے۔

(طبرانی - خصائص کبریٰ ص ۱۶۱)

ان ہی سے امام بیہقی نے کتاب الرؤیت میں روایت فرمائی کہ

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ إِبْرَاهِيمَ بِالْخُلَّةِ
وَاصْطَفَىٰ مُوسَىٰ بِالْكَلامِ وَاصْطَفَىٰ
مُحَمَّدًا بِالرُّؤْيَا -

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم (علیہ السلام)

کو خلت سے اور موسیٰ (علیہ السلام) کو کلام

سے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دیدار سے

امتیاز بخشا۔

(زرقانی علی الروایب ص ۱۶۱ خصائص کبریٰ ص ۱۶۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
رَأَى رَبَّهُ عَزَّوَجَلَّ (ابن خزیمہ، زرقانی علی الروایب ص ۱۱۸)

بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب

عزوجل کو دیکھا۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

أَنَا أَقُولُ بِحَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِعَيْنِهِ
رَأَى رَبَّهُ رَأَاهُ رَأَاهُ حَتَّى انْقَطَعَ
نَفْسُهُ -
میں حدیث ابن عباس کے مطابق (عمقید رکھتے
ہوئے) کہتا ہوں کہ آپ نے اپنے رب کو اسی
آنکھ سے دیکھا دیکھا دیکھا یہاں تک فرماتے رہے
کہ سانس ٹوٹ گئی۔ (شفاء شریف ص ۱۲)

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ

لَقَدْ رَأَى مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ رَبَّهُ - (شفاء شریف صفحہ ۱۲۰)
بلاشبہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔

امام قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ امام ابوالحسن اشعری اور صحابہ کرام کی ایک جماعت
نے فرمایا ہے۔

أَنَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى اللَّهَ
تَعَالَى بِبَصَرِهِ وَعَيْنِي رَأَيْتُهُ (شفاء شریف ص ۱۲۱)
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ان سر کی آنکھوں
سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

الرَّاجِعُ عِنْدَ أَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ أَنَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَبَّهُ بِعَيْنِي رَأَيْتُهُ لَيْلَةَ
الْمِعْرَاجِ - (ذرقانی علی المواہب ص ۱۱۶)
اکثر علماء کے نزدیک ترجیح اسی کو ہے کہ بلاشبہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اپنے
رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

ان روایات سے صراحتہ ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا حجاب اللہ تعالیٰ
کو دیکھا، بعض لوگ آئیہ کریمہ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ سے استدلال کرتے ہوئے کہہ دیتے ہیں
کہ دیدار الہی ناممکن اور محال ہے۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ آیت میں ادراک یعنی احاطہ کی نفی ہے نہ کہ رؤیت
کی کیونکہ ادراک کے معنی ہیں مدرک کے جوانب و حدود پر محیط ہونا چنانچہ حضرت سعید بن
مسیب اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اور جمہور غمیرین و محدثین ادراک کی
تفسیر احاطہ سے فرماتے ہیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کوئی آنکھ اس کا احاطہ

کرے، کیونکہ احاطہ اس چیز کا ہو سکتا ہے جس کے حدود و جوانب ہوں اور اللہ تعالیٰ کے لئے حدود و جوانب محال ہیں لہذا اس کا ادراک احاطہ بھی محال اور ناممکن ہے۔ اور رؤیت و دید کے معنی ہیں کہ بصر کسی چیز کو جیسی کہ وہ ہو ویسا جانے، تو جو چیز جہت والی ہوگی، اس کی رؤیت و دید جہت میں ہوگی، اور جس کے لئے جہت نہ ہوگی اس کی دید بے جہت ہوگی، جو لوگ ادراک اور رؤیت میں فرق نہیں کرتے وہ اپنی جہالت کی وجہ سے گمراہ ہو گئے۔

نیز اگر دیدارِ الہی ناممکن ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے لئے سوال نہ کرتے۔ رَبِّ ارِنِيْٓ اَنْظُرَ الْيَتِيْكَ (اے میرے رب مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں دیکھوں) اور ان کے جواب میں اِنْ اَسْتَقَرَّ مَكَانًا فَسَوْفَ تَرٰنِيْ (اگر یہ پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہا تو تم بھی مجھ کو دیکھ لو گے) نہ فرمایا جاتا، بلکہ یوں کہا جاتا لَنْ يَّرٰنِيْٓ اَحَدٌ (مجھے ہرگز کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا) يٰلَنْ اُذِيْ (کہ میں ہرگز دیکھا ہی نہیں جاسکتا) تو گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار کو استقرار پہاڑ پر معلق فرمایا، اور استقرار پہاڑ امر ممکن ہے، محال نہیں لہذا دیدارِ الہی بھی ممکن ہوا محال نہ ہوا کیونکہ جو چیز امر ممکن پر معلق کی جائے وہ بھی ممکن ہی ہوتی ہے محال نہیں ہوتی تو دیدارِ الہی جس کو پہاڑ کے ثابت رہنے پر معلق فرمایا گیا، ممکن ہوا معلوم ہوا کہ جو لوگ دیدارِ الہی کو محال بتاتے ہیں ان کا قول باطل ہے۔ ان دلائل حقہ سے ثابت ہوا کہ بلاشبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو بے حجاب دیکھا، اور بلا واسطہ کلام فرمایا ہے

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی

آنکھوں والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

رسول علیہ السلام مطلع است بہ نور نبوت کہ حضور علیہ السلام اپنے نور نبوت سے ہر دیدار
بر دین ہر متدین بدین خود کہ در کد ام درجہ کے دین کو جہلتے ہیں کہ دین کے کس درجہ میں ہے

از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او
 چسیت و محابے کہ ہاں از ترقی محبوب
 ماندہ است کد ام است پس اومی شناسد
 گناہان شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال
 و نیک شمارا و اخلاق و نفاق شمارا، لہذا
 شہادت او در دنیا بحکم شرع در حق امت
 مقبول و واجب العمل است۔

اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کون سا
 محاب اس کی ترقی میں مانع ہے پس حضور علیہ
 السلام تمہارے گناہوں کو تمہارے ایمانی درجات
 کو اور تمہارے نیک و بد اعمال کو اور تمہارے
 اخلاق و نفاق کو جانتے پہچانتے ہیں لہذا ان
 کی گواہی دنیا میں بحکم شرع امت کے حق
 میں مقبول اور واجب العمل ہے۔

(تفسیر عزیزی ص ۲۳)

حضرت شیخ المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

باچندیں اختلاف و کثرت مذاہب کہ در علماء
 امت است یک کس را دریں مسئلہ خلاف
 نیست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 بحقیقت حیات بے شائبہ محاز و توہم
 تاویل دائم و باقیست و بر اعمال امت
 حاضر و ناظر است۔

اس اختلاف و کثرت مذاہب کے باوجود
 جو علماء امت میں ہیں اس مسئلہ میں کسی کو بھی
 اختلاف نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 حقیقی زندگی کے ساتھ بغیر تاویل و محاز کے
 احتمال کے زندہ، دائم اور باقی ہیں اور امت
 کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔

(عاشیہ الطبار الاخیار)

حضرت شاہ عبدالحق اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما وہ مسلم ہستیاں
 ہیں جن کی ہر بات واجب التسلیم ہے، اہل علم و فضل ان حضرات کے علم و فضل زہد و
 تقویٰ کو خوب جانتے ہیں۔ ان حضرات کا یہ فرمانا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نور نبوت سے
 ہر چیز کا مشابہ فرما رہے ہیں۔ آپ کے حاضر و ناظر ہونے کا کس قدر روشن ثبوت ہے
 بصورت دیگر یہ کہنا پڑے گا کہ ان حضرات نے بغیر تحقیق کے ایسا فرما دیا۔ معاذ اللہ۔
 حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم تو سید الانبیاء والمرسلین ہیں، آپ کے غلاموں کی یہ
 شان ہے کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَعِدَّةَ رَبِّيَ أَنَا السُّعْدَاءُ وَالْأَشْقِيَاءُ
يُعْرَضُونَ عَلَيَّ وَإِنِّي فِي اللُّوجِ
الْمَحْفُوظِ وَأَنَا غَائِبٌ فِي يَحَارِ
عِلْوَاللهِ -

مجھے رب العزت کی قسم! بیشک سعداء اور
اشقیاء مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں اور میری آنکھ
لوح محفوظ میں دیکھتی ہے۔ میں علم الہی کے سمندر
میں غوطہ زن ہوں۔

(زبدۃ الاسرار و بہجتۃ الاسرار ص ۲۲)

نیز فرمایا ہے

نظرتُ اِلَى بِلَادِ اللّٰهِ جَمْعًا كَخَرْدَلَةٍ عَلٰى حُكْمِ اِتِّصَالِي

(قصیدہ غوثیہ)

میں نے خدا کے سارے شہروں کو یوں دیکھا ہے جیسے ایک رائی کا دانہ ہو۔
حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرسہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
”میں لوح محفوظ میں دیکھتا ہوں“ (تفسیری مظہری ص ۲۱)

سید العارفین مولانا روم علیہ رحمۃ القیوم فرماتے ہیں ہے

لوح محفوظ است پیش اولیاء از چہ محفوظ است محفوظ از خطا

لوح محفوظ اولیاء اللہ کے پیش نظر ہوتی ہے
حضرت عزیزاں علیہ الرحمۃ والرضوان می
گفتہ اند کہ زمین در نظر این طائفہ چوں
سفرہ ایست و مای گوئم چوں روئے ناخنیت
بیچ چیز از نظر ایشان غائب نیست (نہایت الناس)

اور جو کچھ اس میں محفوظ ہے وہ خطا سے محفوظ ہے
کہ حضرت عزیزاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
زمین گروہ اولیاء کے سامنے مثل دسترخوان کے ہے
اور ہم یہ کہتے ہیں کہ ساری زمین انکے سامنے ایسی ہے جیسے روئے
ناخن کوئی چیز بھی ان کی نظر سے غائب نہیں ہے۔

شیخ المحدثین، امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع کبیر میں اور طبری و
ابونعیم نے حضرت حارث ابن مالک انصاری سے روایت کی جس کو مولانا روم نے بھی
مثنوی شریف دفتر اول میں بیان فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی حضرت
زید رضی اللہ عنہ سے ایک دن فرمایا ہے

گفت پیغمبر صبا سے زید را کیف اصححت لے رفیق با صفا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صبح کے وقت زید سے فرمایا اے مخلص دوست تم نے کس حالت میں صبح کی
گفت عبدًا مومنًا بازش بگفت کونشاں از باغ ایماں گر شکفت

انہوں نے عرض کیا مومن بندہ کی سی حالت میں پھر آپ نے فرمایا اگر باغ ایمان کھلا ہے تو اس کی نشانی کیا ہے

گفت خلقاں چوں بہ بیند آسماں من بہ بنیم عرش را با عرشیاں

عرض کیا مخلوق تو آسمان کو دیکھتی ہے، میں عرش کو عرشوں سمیت دیکھتا ہوں۔

ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من ہست پیدا ہم چوبت پیش شمن

آٹھوں بہشت اور ساتوں جہنم میرے سامنے اس طرح نمودار ہیں جس طرح بت پرست کے آگے بت

یک بیک وامی شناسم خلق را ہم چو گندم من ز جو در آسیا

میں مخلوق کو ایک ایک کر کے پہچانتا ہوں۔ جس طرح چکی کے کارخانہ میں گیہوں اور جو میں فرق کر لیا جاتا ہے

کہ بہشتی کیست و بیگانہ کی است پیش من پیدا چو ماروماہی ست

کہ بہشتی کون ہے اور ملعون کون ہے۔ میرے سامنے سانپ اور مچلی کی طرح الگ الگ ظاہر ہیں۔

اہل جنت پیش چشم ز اختیار در کشیدہ یک بہ یک را در کنار

جنتی لوگ میری آنکھ کے سامنے پسندیدگی کے ساتھ ایک دوسرے سے بغلیں ہوئے ہیں۔

گر شد این گو شتم ز بانگ آہ آہ از حنین و نعرہ و احسرتا

میرے یہ کان دوزخیوں کی ہائے بائے کی آواز اور رونے چلانے اور ہائے افسوس کے نعرہ سے بہرے ہو گئے

یا رسول اللہ بگویم ستر حشر در جہاں پیدا کنم امروز نشر

یا رسول اللہ میں حشر کا بھید کہہ ڈالوں، آج ہی جہاں میں سب راز ظاہر کر دوں

ہین بگویم یا فر بدم نفس لب گزیدش مصطفیٰ یعنی کہ بس

ہاں فرمائیے سب کچھ کہہ ڈالوں یا چپ رہوں جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں اپنا لب

دانتوں میں چبایا۔ مراد یہ تھی، چپ رہو۔

اب غور فرمائیے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی یہ شان ہے کہ کوئی چیز

ان سے پوشیدہ نہیں تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا شان ہے۔ کیا ان کی نگاہ نبوت

سے کوئی چیز پوشیدہ رہ سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

فوائد

- ۱- یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے اور پیچھے، نیچے اور اوپر یکساں دیکھتے ہیں۔
- ۲- یہ کہ اندھیرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حجاب نہیں ہے، اندھیرے اور روشنی میں بھی یکساں دیکھتے ہیں۔
- ۳- یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا اور جو کچھ بھی اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو مثل کف دست ملاحظہ فرما رہے ہیں۔
- ۴- یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں اور ہر امتی کے ظاہری اور باطنی تمام حالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر ہیں۔
- ۵- یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو بے حجاب ان آنکھوں سے دیکھا
 ۵ اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا؟
 جب نہ خدا ہی پھپھا، تم پہ کروڑوں رُود
- ۶- یہ کہ عرش و فرش جنت و دوزخ، لوح محفوظ اولیاء اللہ کے پیش نظر ہوتے ہیں۔

گوشش مبارک

دُور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
 کانِ عسلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر دو گوش مبارک کامل و تام تھے۔ قوتِ بصر کی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوتِ سمع بھی بطریقِ خرقِ عادتِ غایتِ درجہ کی عطا فرمائی تھی کہ آپ قریب و بعید کو یکساں سنتے تھے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ وَأَسْمَعُ مَا لَا
تَسْمَعُونَ (ترمذی - ابن ماجہ مشکوٰۃ ص ۲۵۷)

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میں
دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں سنتا ہوں
جو تم نہیں سنتے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شام کے وقت نکلے تو آپ نے ایک آواز سنی۔

فَقَالَ يَهُودُ تُعَذَّبُ فِي قُبُورِهَا۔
(بخاری شریف ص ۱۸۴)

تو فرمایا کہ یہودیوں کو ان کی قبروں میں عذاب
ہو رہا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا۔

يَا بِلَالُ هَلْ تَسْمَعُ مَا أَسْمَعُ قَالَ
لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَسْمَعُهُ
قَالَ أَلَا تَسْمَعُ أَهْلَ الْقُبُورِ يُعَذَّبُونَ

اے بلال کیا تو سنتا ہے جو میں سنتا ہوں؟ انہوں
نے عرض کیا۔ نہیں یا رسول اللہ میں نہیں سنتا
فرمایا کیا تو نہیں سنتا ان قبر والوں (یہودیوں)
کو عذاب ہو رہا ہے (اور وہ واویلا کر رہے ہیں)

(المستدرک للحاکم ص ۴)

حضرت عبداللہ بن عباس و حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ ناگہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک اٹھا کر فرمایا وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ۔

فَقَالَ النَّاسُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذَا
قَالَ مَرَّيْ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ
فِي مَلَأٌ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ فَسَلَّمَ
عَلَيَّ۔

حاضرین نے عرض کی یا رسول اللہ آپ نے کس کو سلام کا جواب دیا ہے؟ فرمایا جعفر بن ابی طالب فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اور سے گزرے ہیں انہوں نے مجھے سلام کیا جس کا

(خصائص کبریٰ ص ۲۶۱ المستدک ص ۲۱) میں نے جواب دیا ہے۔

اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میرے ہاں تشریف فرما تھے آپ حسب معمول نماز تہجد کے لئے اٹھے اور وضو کرنے کی جگہ تشریف لے گئے۔

فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ فِي مَتَوَضَّأَهُ لَبَّيْكَ
لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ نَصْرَتٍ نَصْرَتٍ
نَصْرَتٍ فَلَمَّا خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ يَا
رَسُولَ اللَّهِ سَمِعْتُكَ تَقُولُ فِي
مَتَوَضَّأَيْكَ لَبَّيْكَ ثَلَاثًا وَ
نَصْرَتٍ ثَلَاثًا تُكَلِّمُ السَّائِمَةَ فَهَلْ
كَانَ مَعَكَ أَحَدٌ فَقَالَ هَذَا رَاجِزٌ
يَسْتَصْرِخُنِي۔

تو میں نے سنا کہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا کہ میں تیرے پاس پہنچا، اور تو مدد کیا گیا ہے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو کر کے باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے سنا ہے کہ آپ نے تین مرتبہ لبیک اور تین مرتبہ نصرت فرمایا ہے گویا کہ آپ کسی انسان سے کلام فرما رہے ہیں۔ کیا آپ کے پاس کوئی تھا؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ راجز مجھ سے فریاد کر رہا ہے۔

ف۔ حالانکہ وہ مکہ میں تھا اور حضور مدینہ میں، مگر حضور نے اس کی فریاد کو سنا

اور دست گیری فرمائی۔

واقعہ یہ تھا کہ صلح حدیبیہ میں بنی بکر قریش کی طرف سے ذمہ دار تھے اور خندابہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ذمہ دار تھے اور یہ ذمہ داری اس عہد پر تھی کہ آئندہ دس سال میں باہمی جنگ نہ ہوگی۔ مگر قریش نے عہد اور شرائط کو توڑ دیا اور نبی بکر وغیرہ کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔

(اصابہ ص ۵۳۶ طبرانی صغیر)

اس وقت حضرت عمر بن سالم راجز نے مکہ مکرمہ سے فریاد کی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگی، جس کے جواب میں آپ نے تین مرتبہ "لبتیک" اور تین مرتبہ "نصرت" فرما کر اس کی مدد فرمائی۔

چنانچہ بعد ازاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش پر چڑھائی کی اور مکہ فتح ہو گیا گویا ظاہری اور باطنی امداد کا ظہور ہوا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّي عَلَيَّ إِلَّا
بَلَّغَنِي صَوْتَهُ حَيْثُ كَانَ قُلْنَا
وَبَعْدَ وَفَاتِكَ قَالَ وَبَعْدَ وَفَاتِي
إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيَّ الْأَرْضَ أَنْ
تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ -

کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو مجھ پر درود پڑھے مگر اس کی آواز مجھے پہنچتی ہے (یعنی میں اس کی آواز کو سنتا ہوں) چاہے وہ کہیں ہو، صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ وفات کے بعد بھی (آپ سنیں گے؟) فرمایا وفات کے بعد بھی، کیونکہ اللہ نے حرام قرار دیا ہے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا۔

(جلاء الافہام، ابن قیم ص ۷)

دلائل الخیرات شریف کے خطبہ میں ہے۔

قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ أَرَأَيْتَ صَلَاةَ الْمُصَلِّينَ
عَلَيْكَ مِمَّنْ غَابَ عَنْكَ وَمَنْ يَأْتِي
بَعْدَكَ مَا حَالُهُمَا عِنْدَكَ فَتَقَالَ
أَسْمِعْ صَلَاةَ أَهْلِ مَحَبَّتِي فَأَعْرِضُهُمْ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک آپ سے دور رہنے والوں اور بعد میں آنے والوں کے درودوں کا کیا حال ہے تو فرمایا کہ ہم محبت والوں کے درود کو خود سنتے ہیں اور ان کو پہنچاتے ہیں۔

(دلائل الخیرات ص ۲۵ مطبوعہ مطبع کریمی، بمبئی)

حضرت ابو بکر محمد بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ میں حضرت ابو بکر بن مجاہد کے پاس تھا تو شبلی آئے اور ابو بکر بن مجاہد اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوئے اور اس سے معافہ کیا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا تو میں نے کہا اے میرے سردار آپ شبلی کے ساتھ ایسا کرتے ہیں؟ حالانکہ آپ اور تمام بغداد والے اے دیوانہ تصور کرتے ہیں، تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے شبلی کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے جیسا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ یہ شبلی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آیا تو آپ اس کے لئے کھڑے ہو گئے اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ شبلی کے ساتھ ایسا کرتے ہیں؟ (یہ تو دیوانہ ہے) تو آپ نے فرمایا یہ شبلی ہر نماز کے بعد پڑھتا ہے "لقد جاءكم رسول من انفسكم آخرا سورة تک اور پھر تین مرتبہ کہتا ہے صلی اللہ علیہ وسلم یا محمد! حضرت محمد فرماتے ہیں کہ میں نے شبلی سے پوچھا تو انہوں نے تصدیق کی اور ویسے ہی بیان کیا جیسے میں نے سنا تھا۔

كُنْتُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ بْنِ مُجَاهِدٍ فَجَاءَ الشَّيْبِيُّ فَقَامَ إِلَيْهِ أَبُو بَكْرٍ بَيْنَ مُجَاهِدٍ فَعَانَقَهُ وَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ فَقُلْتُ لَهُ يَا سَيِّدِي تَفْعَلُ هَذَا بِالشَّيْبِيِّ وَأَنْتَ وَجَمِيعٍ مِّنْ بَغْدَادٍ يَتَصَوَّرُونَ أَنَّهُ مَجْنُونٌ فَقَالَ لِي فَعَلْتَهُ بِمِثْلِ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَّ بِهِ وَذَلِكَ أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ وَقَدْ أَقْبَلَ الشَّيْبِيَّ فَقَامَ إِلَيْهِ وَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَفْعَلُ هَذَا بِالشَّيْبِيِّ فَقَالَ هَذَا يَقْرَأُ بَعْدَ صَلَاتِهِ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ إِلَى الْآخِرِهَا وَيَقُولُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ قَالَ فَلَمَّا دَخَلَ الشَّيْبِيُّ سَأَلْتُهُ عَمَّا يَذْكُرُ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَذَكَرَ مِثْلَهُ۔

(جلاء الافهام ابن قیوم ص ۱۹۷)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

جس نے میرے ولی سے عداوت کی میں نے اس کو جنگ کا چیلنج کر دیا اور جن چیزوں کے ذریعہ بندہ میرا قرب حاصل کرتا ہے ان میں سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میری طرف ہمیشہ نزدیک حاصل کرتا رہتا ہے۔

یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور
 جب میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس
 کی سمع ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس
 کی بصر ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور
 اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور
 اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

(بخاری شریف ص ۹۶۲)

اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خدا بندے میں حلول کر جاتا ہے یا بندہ خدا ہو جاتا ہے؟ یا اس کے اعضا کان، آنکھیں، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ خدا ہو جاتے ہیں، معاذ اللہ پھر اس کا مطلب کیا ہے؟
 بعض کم فہم لوگ تو اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ بندہ نیک ہو جاتا ہے پھر آنکھوں سے کوئی بُری نوجا تہ چیز دیکھتا نہیں، کانوں سے کوئی بُرا کلام سُنتا نہیں، ہاتھوں سے کوئی بُرا کام کرتا نہیں، اور پاؤں سے کسی بُرے کام کے لئے چل کر جاتا نہیں، پھر وہ ہر کام شرع کے مطابق کرتا ہے۔

حدیث کا یہ مطلب بیان کرنا بالکل غلط اور کم فہمی کی دلیل ہے۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں فَإِذَا أَحَبَبْتَهُ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ الْخَيْرَ یعنی جب میں اس کو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کی سمع ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے الخ جس سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ یہ مرتبہ محبوب ہونے کے بعد ملتا ہے، اور نیک ہونا، بُرے کاموں سے بچنا اور تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنا تو محبوبیت سے پہلے لازمی ہے۔ فرمایا

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَاسِقِينَ بے شک اللہ فاسقوں کو محبوب نہیں رکھتا، اور فرمایا میرے حبیب کہہ دیجئے فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ اے لوگو! میری اتباع کرو اللہ تمہیں محبوب بنائے گا۔ معلوم ہوا کہ نیک ہونا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کر کے معتصم محبوبیت کا حاصل کرنا پہلے ہے اس کے بغیر تو مقام محبوبیت کا حصول ہی ناممکن ہے اور یہ مرتبہ محبوب ہونے کے بعد ملتا ہے جو پرہیزگاری، قرب، نوافل اور محبوبیت کا نتیجہ و ثمرہ ہے پھر وہ بندہ منظر صفات الہیہ ہو جاتا ہے اور کمال انسانیت کے مرتبے پر فائز ہو جاتا ہے جس کے لئے اس کی تخلیق ہوئی۔ تَخَلَّقُوا بِأَخْلَاقِ اللَّهِ۔ کا پیکر ہو جاتا ہے۔ پھر صفات خداوندی کا جلوہ اس میں نظر آنے لگتا ہے تو وہ دُور و نزدیک کی آوازوں کو سنتا ہے اور دُور و نزدیک کو دیکھتا ہے اور دُور و نزدیک اور مشکل و آسان میں تصرف کرتا ہے جیسا کہ اسی حدیث کی شرح میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اور اسی طرح جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے تو وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کنت لہ سمعاً و بصرًا فرمایا ہے جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دُور و نزدیک کی آوازوں کو سننے لگ جاتا ہے اور جب یہی نور اس کی بصر ہو جاتا ہے تو وہ دُور و نزدیک کی چیزوں کو دیکھنے لگ جاتا ہے۔ اور جب یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے تو وہ مشکل و آسانی میں دُور اور قریب تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

وَكَذَلِكَ الْعَبْدُ إِذَا وَاطَبَ عَلَى الطَّاعَاتِ بَلَغَ الْمَقَامَ الَّذِي يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى كُنْتُ لَهُ سَمْعًا وَبَصَرًا فَإِذَا صَارَ نُورَ جَلَالِ اللَّهِ سَمِعَ لَهُ سَمِعَ الْقَرِيبَ وَالْبَعِيدَ وَإِذَا صَارَ رَأَى الْقَرِيبَ وَالْبَعِيدَ وَإِذَا صَارَ ذَلِكَ النُّورَ يَدَّ اللَّهُ قَدَارَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي الصَّعْبِ وَالسَّهْلِ وَالْقَرِيبِ وَالْبَعِيدِ۔

(تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۶۸۸ مصری)

جب اولیاء اللہ کی یہ شان ہے تو منظر ذات و صفات سرور کائنات حبیب خالق

کائنات جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثنا کی کیا شان ہوگی جو سید المرسلین حبیب رب العالمین ہیں، کیا وہ دُور و نزدیک کی آوازوں کو نہیں سنتے۔ کیا وہ قریب بعید کو نہیں دیکھتے۔ کیا وہ مشکل و آسانی میں دُور اور قریب تصرف نہیں فرماتے؟

ہاں ہاں ضرور سنتے ہیں اور دیکھتے بھی ہیں۔

سنتے ہیں دیکھتے ہیں سمیع و بصیر ہیں منکر کو ہے وعید عذاب شدید کا

مولانا محمد عبدالحی صاحب لکھنوی فرماتے ہیں کہ حضرت عباس نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) چاند آپ کے ساتھ کیا معاملہ کرتا تھا اور آپ ان دنوں چہل روزہ تھے؟ آپ نے فرمایا کہ مادرِ شفقت نے ہاتھ میرا مضبوط باندھ دیا تھا۔ اس کی اذیت سے مجھے رونا آتا تھا اور چاند منع کرتا تھا۔ حضرت عباس نے عرض کیا آپ ان دنوں چہل روزہ تھے یہ حال کیونکر معلوم ہوا؟ فرمایا؟ لوح محفوظ پر قلم چلتا تھا اور میں سنتا تھا حالانکہ شکمِ مادر میں تھا اور فرشتے عرش کے نیچے پروردگار کی تسبیح کرتے تھے اور میں ان کی تسبیح کی آواز سنتا تھا حالانکہ شکمِ مادر میں تھا۔ بلفظہ۔

(مجموعۃ الفتاویٰ ص ۹۷ مطبوعہ یوسفی واقع لکھنؤ)

اس حدیث میں غور فرمائیے کہ جب نبی کریم علیہ التحیۃ و التسلیم کی قوتِ سماعت کا یہ حال ہے کہ شکمِ مادر میں رہ کر لوح محفوظ پر چلتے ہوئے قلم کی اور عرش کے نیچے تسبیح کرنے والے فرشتوں کی آواز سنتے تھے تو کیا آج گنبد خضراء میں رہتے ہوئے درود و سلام کی آوازیں نہیں سنتے؟ یقیناً سنتے ہیں!

آج کل کی حیرت انگیز ایجادات مثلاً ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ کو دیکھ کر بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ ہزاروں میلوں کے فاصلے سے بولنے والے کی آواز بذریعہ ریڈیو سن لی جاتی ہے تو کیا اللہ کے پیارے محبوب، طالب و مطلوب جو روحانیت و نورانیت کا منبع و مخزن ہیں اپنی روحانی قوت سے ہمارے درود و سلام کی آواز نہیں سن سکتے؟ یقیناً سنتے ہیں! ورنہ بصورتِ دیگر روحانیت کا انکار لازم آتا ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ مادی قوت و طاقت کے مقابلے میں روحانی قوت و طاقت

بہت زیادہ ہے کیونکہ مادی دنیا میں تو بجلی، ٹیلیفون، ریڈیو، ٹیلی وژن وغیرہ کے بغیر نہیں سنا جاسکتا لیکن روحانی دنیا میں تو ان میں سے کسی کی بھی احتیاج نہیں ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بہت بڑی شان ہے حضور کے درباریوں کی سماعت کا یہ حال ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کو تمام مخلوقات کی قوت سماعت عطا ہوئی ہے اور وہ میرے روضہ النور پر میری وفات کے بعد قیامت تک قائم رہے گا جو بھی میرا امتی مجھ پر درود پڑھے گا۔ مگر وہ فرشتہ اس کا نام اور اس کے باپ کا نام لے کر کہے گا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلاں بن فلاں نے آپ پر اس طرح ان الفاظ سے درود بھیجا ہے۔

إِنَّ لِلَّهِ مَلَكًا أَعْطَاهُ أَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ كُلِّهَا وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى قَبْرِى إِذَا مِتُّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِي يُصَلِّي عَلَيَّ صَلَاةً إِلَّا سَمَّاهُ بِأَسْمِهِ وَأَسْمَأُ بِيهِ قَالَ يَا مُحَمَّدُ صَلَّى عَلَيْكَ فَلَانٌ كَذَا وَكَذَا - (بخاری فی التاريخ ج ۱۰ الاقسام ابن قیم ص ۶۲ - خصائص کبری ص ۲۸)

اسی لئے شیخ الحدیث حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرو اور حضور پر درود بھیجو تو ایسے رہو کہ گویا حضور حالت حیات میں تمہارے سامنے ہیں اور تم ان کو دیکھتے ہو ادب اور جلال و تعظیم اور مہیبت و حیا سے رہو اور جانو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دیکھتے اور تمہارے کلام کو سنتے ہیں کیونکہ حضور صفات الہیہ سے متصف ہیں اور خدا کی ایک صفت یہ ہے کہ میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں ۷

ذکر کن اور اور درود بفرست بڑے علیہ السلام و باش در حال ذکر گویا حاضر است پیش تو در حالت حیات می بینی تو اورا متاؤد با جلال و تعظیم و مہیبت و حیا و بدال کہ دے صلی اللہ علیہ وسلم می بنید و می شنود کلام ترا زیرا کہ دے صلی اللہ علیہ وسلم متصف است بصفات الہیہ و یکے از صفات الہی آنست کہ انا جلیس من ذکرنی (مدارج النبوة ص ۶۲)

مصطفیٰ آئینہ روئے خداست (اقبال) منعکس دروے ہمہ خوئے خداست

فوائد

۱۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ باصرہ اور قوتِ سامعہ عام انسانوں کی سی نہیں۔

۲۔ یہ کہ حضور دُور و نزدیک سے یکساں سنتے اور دُور و نزدیک کو یکساں دیکھتے ہیں۔

۳۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر درود پڑھنے والے کی آواز کو سنتے ہیں اور قیامت تک سنتے رہیں گے۔

۴۔ یہ کہ ہر نماز کے بعد یہ درود صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ پڑھنا حضور کو بہت ہی پسند ہے اور پڑھنے والے کو وہ شرف حاصل ہوتا ہے جو حضرت شبلی کو حاصل ہوا۔

۵۔ یہ کہ انبیاء کرام و اولیاء عظام بالاجماع اپنی قبروں میں زندہ ہیں، رزق دیئے جاتے ہیں اور افعال مبارکہ بجالاتے ہیں جیسا کہ دُنیا میں بجالاتے تھے۔

۶۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منظرِ صفاتِ الہیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا ظہور مصطفیٰ کی ذات سے ہوتا ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

سب شہریں و ذندان مبارک

پتی پتی گلِ تقدس کی پتیاں
 اُن لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام
 جنکے گچھے سے لچھے جھڑیں نور کے
 اُن ستاروں کی نزہت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک نہایت خوبصورت اور سرخی مائل تھے۔ دندان مبارک کشادہ، روشن و تاباں تھے، جب آپ کلام فرماتے تھے، تو دندان پیشیں میں سے نور نکلتا دکھائی دیتا، اور جب آپ بتسم فرماتے تو دیواریں روشن ہو جاتیں اور آپ کو کبھی جما ہی نہیں آئی۔ باوجود اس کے کہ آپ کے دندان مبارک نہایت چمکیلے اور صاف تھے پھر بھی آپ ان کی صفائی کا بہت اہتمام فرماتے، احادیث میں آتا ہے کہ آپ کسی نماز کے لئے تشریف نہ لے جاتے تا وقتیکہ مسواک نہ فرمالیتے، اور جب بھی کہیں باہر سے گھر تشریف لاتے تو سب سے پہلا کام مسواک کرنا ہوتا۔ یہ سب کچھ امت کی تعلیم کے لئے تھا۔ چنانچہ فرمایا مسواک ہمیشہ کیا کرو کہ وہ سبب ہے منہ کی صفائی اور رب تعالیٰ کی رضا کا، نیز فرمایا دو رکعتیں جو مسواک کر کے پڑھی جائیں بے مسواک کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ إِذَا تَكَلَّمَ رُوِيَ كَالنُّورِ
يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَائِيكِهِ - (دارمی مشکوٰۃ ص ۵۸)

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے دندان مبارک کشادہ تھے۔ جب آپ کلام فرماتے تو آپ کے دانتوں سے نور نکلتا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا صَحِكَ يَتَلَأَلُوهُ فِي الْجُدْرِ -
(خصائص الكبرى ص ۱۲)

کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خندہ فرماتے (تو دانتوں سے نور کی شعاعیں نکلتیں) جن سے دیواریں روشن ہو جاتیں۔

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَا كَانَ ضِحِكَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَابْهِنِ سَوَاءٍ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا تَبَسُّمًا (ترمذی کتاب المناقب ص ۵۳) تبسم کے نہ تھا۔

یعنی اکثر اوقات تبسم اور مسکرانا ہی ہوتا تھا اور کبھی کبھی ایسے حالات و واقعات بھی پیش آجاتے کہ آپ اس قدر ہنس پڑتے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو جاتے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس شخص کو خوب پہچانتا ہوں جو سب سے آخر دوزخ سے نکلے گا۔ وہ ایسا آدمی ہوگا جو گھسٹتا ہوا آئے گا۔ اس سے کہا جائے گا جا جنت میں داخل ہو جا۔ وہ جنت میں جا کر دیکھے گا کہ لوگوں نے تمام منازل پر قبضہ کر رکھا ہے۔ وہ واپس آکر عرض کرے گا کہ اے میرے رب لوگوں نے تمام مقامات پر قبضہ کر لیا ہے۔ اب تو کوئی جگہ خالی نہیں ہے۔ ارشاد ہوگا کیا وہ دنیا تجھے یاد ہے جس میں تو رہتا تھا کہ وہ کتنی بڑی تھی؟ وہ عرض کرے گا یاد ہے! ارشاد ہوگا اچھا کچھ تمنا کرو کیا چاہتے ہو؟ وہ اپنی تمنا و آرزو بیان کرے گا۔ ارشاد ہوگا۔

فَإِنَّ لَكَ الْذِي تَمَنَيْتَ وَعَشْرَةَ
اصْعَافِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَقُولُ
أَسْخَرِي وَأَنْتَ الْمَلِكُ قَالَ
فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضِحِكَ حَتَّى
بَدَّتْ نَوَاجِدُهُ۔

کہ تمہیں تمہاری تمنائیں بھی دیں اور تمام دُنیا سے
دس گنا زیادہ بھی دیا۔ حضور فرماتے ہیں، وہ
کہے گا اے اللہ آپ عظیم الشان بادشاہ ہو کر مجھ
سے تمسخر فرماتے ہیں؟ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ
میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اس شخص
کے اس جواب پر اتنے ہنسے کہ آپ کے دندان
مبارک ظاہر ہو گئے۔

(جمع الوسائل ص ۱۹)

اللہ اللہ اس حدیث مبارک میں غور فرمائیے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے بے حساب
العام و اکرام اور بے حد رحمت و عنایت کا اندازہ کیجئے کہ جب ایسے شخص پر جو سب سے
آخر جہنم سے نکالا گیا جس سے اس کا سب سے زیادہ گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے اس قدر کرم

ہوا کہ اس کو یقین نہیں آ رہا تھا اور وہ انتہائی عجز و انکسار سے یہ خیال کر رہا تھا کہ کہاں میں عبد ذلیل اور کہاں اس قدر رحمت و احسان۔ میں کبھی اس کا مستحق ہو ہی نہیں سکتا ہوں۔ یہ گویا میرے ساتھ ہنسی کی جارہی ہے۔ مگر وہ کیا جانے کہ وہ بے نیاز بے حد رحم و کرم والا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے یہ خیال کر کے کہہ دیا ہو کہ وہاں تو کوئی جگہ خالی ہی نہیں رہی اور آپ مجھے ساری دنیا سے دس گنا زیادہ عطا فرما رہے ہیں یہ عجیب مذاق ہے جو ہرگز آپ کی شان کے لائق نہیں اور چونکہ یہ منظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر تھا اور آپ اس کے جواب پر اور اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان پر ہنس پڑے۔ بہر صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا اکثر تبسم اور کبھی کبھی اتنا زیادہ، کہ دندان مبارک ظاہر ہو جاتے مگر قبہ ہمارے نہیں ہنستے تھے۔

اور آپ بعض وقت اپنے صحابہ سے خوش طبعی اور مزاح بھی فرمالتے تھے مگر یہ خوش طبعی اور مزاح ایسا نہ ہوتا تھا جو آپ کی شان اور وقار کے خلاف ہوتا۔ اگر آپ ایسا نہ کرتے تو آپ کا رعب اور ہیبت و وقار جو بہت ہی زیادہ تھا، صحابہ کے لئے انتفاع کی راہیں سد و کر دیتا۔ آپ نے اس کا اہتمام اس لئے فرمایا کہ آپس میں خوشگوار تعلقات پیدا ہوں، میل ملاپ اور مروت و محبت بڑھے اور باہم سوال و جواب میں بے تکلفی پیدا ہو۔ نیز امت کے لئے سہولت اور تفریح طبع کا دروازہ کھل جائے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ ایسا مزاح و مذاق جو قسوت قلبی کا باعث ہو جائے یا ذکر الہی سے روک دے یا دوسرے کی اذیت کا باعث ہو جائے یا انسان کی عزت و وقار کو گرا دے وہ جائز نہیں ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا۔

لَا تَدَا عِبْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ
إِنِّي لَا أَقُولُ إِلَّا حَقًّا۔

یا رسول اللہ آپ ہم سے خوش طبعی بھی فرمالتے ہیں؟ فرمایا ہاں! لیکن اس وقت بھی میں حق

کہتا ہوں۔ (صحیح ابوالسائل ص ۲۸)

چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مزاحاً فرمایا یا ذالذنین

(لے دو کانوں والے) ظاہر ہے کہ اُن کے کان دوہی تھے۔ بات بھی غلط نہ ہوئی اور مزاح بھی ہو گیا۔ اسی طرح ایک شخص نے خدمتِ اقدس میں درخواست کی کہ مجھ کو سواری کے لئے کوئی جانور عطا ہو؟ فرمایا تجھے اونٹنی کا بچہ دیں گے! اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا (مجھے تو سواری کے لئے چاہیے) فرمایا کوئی اونٹ ایسا بھی ہے جو کسی اونٹنی کا بچہ نہ ہو۔ (جمع الوسائل ص ۲۸)

اسی طرح ایک بوڑھی عورت نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے جنت میں داخل فرما دے؟ آپ نے فرمایا إِنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا عَجُوزٌ کہ جنت میں کوئی بوڑھی عورت داخل نہ ہوگی۔ وہ روتی ہوئی واپس چلی۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا اس سے کہہ دو کہ وہ بوڑھی ہونے کی حالت میں جنت میں نہ جائے گی بلکہ جوان ہونے کی حالت میں جائے گی۔

(جمع الوسائل ص ۳۱)

اسی طرح ایک بدوی صحابی تھے جن کا نام ”زاہر“ تھا وہ جب خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے تو گاؤں کی چیزیں سبزی ترکاری اور پھل پھول وغیرہ لاتے اور بطور ہدیہ پیش کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو کھانے پینے کا سامان اور شہر کے تحفے وغیرہ عطا فرماتے۔ آپ فرماتے کہ زاہر ہمارے لئے جنگل (دیہات) ہے اور ہم اس کے لئے شہر ہیں۔ یعنی ہم اس سے جنگل کی چیزیں پا کر مستفید ہوتے ہیں اور وہ ہم سے شہر کی اشیاء پا کر مستفید ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے خاص محبت رکھتے اور وہ ظاہری صورت کے لحاظ سے خوش شکل نہ تھے۔ ایک مرتبہ کسی جگہ کھڑے ہوئے وہ سامان جو گاؤں سے لاتے تھے فروخت کر رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اتفاق سے وہیں تشریف لے آئے اور اچانک پیچھے سے دونوں ہاتھ ان کی آنکھوں پر رکھ کر ان کو آغوش میں لے لیا۔ انہوں نے کہا اے یہ کون ہے پھوڑ مجھے؟ لیکن ہاتھوں کی ٹھنڈک اور مہک کو پہچان لیا کہ پیاسے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اپنی پشت کو ذرا پیچھے کر کے آپ کے سینہ انور سے لگا دیا اور (تَبْرُكًا) زور زور سے ملنے لگے اور رحمت کے خزینے سے فیض و نسر و حاصل کرنے لگے

آپ نے فرمایا کون ہے جو اس بندے کو خریدے؟
حضرت زاہر نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ مجھے فروخت کریں تو گھٹیا اور بہت کم قیمت پائیں گے۔

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَسَلُّ لَكِنَّ عِنْدَ اللَّهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ
أَوْ قَالَ أَنْتَ عِنْدَ اللَّهِ غَالٍ (مجموع الرسائل ص ۲۴)

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم اللہ کے نزدیک گھٹیا اور کم قیمت نہیں ہو بلکہ بیش قیمت ہو۔

جس کی تسکین سے روتے ہوئے منس پڑیں

اس تہنیم کی عادت پہ لاکھوں سلام (اعلیٰ حضرت)

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر انور میں رکھا گیا تو میں نے آخری دیدار کی غرض سے آپ کے چہرہ انور کی زیارت کی
إِذَا رَأَيْتُ شَفَّتِيهِ يَتَحَرَّكُ فَأَدْنِيْتُ
أَذُنِي عِنْدَهَا فَسَمِعْتُ وَهُوَ يَقُولُ
اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي فَأَخْبَرْتُهُمْ بِهَذَا
فَتَعَجَّبُوا بِشَفَّقَتِهِ عَلَيَّ أُمَّتِي -
(کنز العمال - حجت اللہ علی العالمین - مدارج النبوت)

جب میں نے دیکھا تو آپ کے لب ہائے مبارک حرکت کر رہے تھے میں نے اپنے کانوں کو نزدیک کر کے سنا تو آپ فرما رہے تھے اے اللہ میری امت کو بخش دے۔ میں نے یہ بات سب حاضرین کو سنائی تو اس شفقت امت پر سب دنگ رہ گئے۔

(۲۴۲)

اس قدر ہم ان کو بھولے ہائے ہائے

ہر گھڑی جن کو ہماری یاد ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو بہت ہی ارفع و اعلیٰ ہے اور آپ بلاشبہ حقیقی جسمانی دنیاوی حیات رکھتے ہیں جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے لہذا اگر قبر میں بخشش امت کی دعا فرمائیں تو کیا تعجب ہے آپ کے غلاموں کو آپ کی غلامی اور اتباع کی برکت سے یہ مرتبہ اور مقام حاصل ہے کہ وہ زندہ ہیں اور وفات کے بعد کلام کرتے ہیں، اس بارے میں اس قدر صحیح اور مستند روایات ہیں کہ اگر سب قلمبند کی

جائیں تو کئی ضخیم جلدیں بن جائیں۔ چند روایات ہدیہ قارئین ہیں۔
 حضرت عبداللہ بن عبید اللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں
 میں سے ہوں جنہوں نے حضرت ثابت بن قیس کو دفن کیا تھا، جب ان کو دفن کیا تو
 انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، ابو بکر صدیق ہیں، عمر شہید ہیں،
 عثمان نیک رحیم ہیں (رضی اللہ عنہم) یہ سن کر ہم نے ان کو دیکھا تو وہ مردہ تھے۔
 (بخاری فی التاریخ۔ ابن عساکر شرح الصدور ص ۹۲)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
 کہ زید بن خارجه انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا جب غسل کے بعد کفن دیا
 گیا تو انہوں نے ایک آواز دی، جب ان کے چہرے سے کپڑا ہٹایا گیا تو وہ کہہ رہے
 تھے محمد رسول اللہ نبی امی، خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے، یہ پہلی
 کتابوں میں ہے، سچ فرمایا سچ فرمایا، پھر کہا یہ رسول اللہ ہیں۔ السلام علیک یا رسول اللہ
 ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پھر ویسے مردہ ہو گئے جیسے کہ پہلے تھے۔

(طبرانی جمال الاولیاء ص ۳۹)

امام بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت سعید بن مسیب تابعی رضی اللہ عنہ سے روایت
 کی ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت زید بن خارجه نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
 حضرت ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی کی صداقت کی بھی گواہی دی۔

(بیہقی۔ جمال الاولیاء ص ۳۸)

ف۔ چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت سے پہلے ان کی وفات ہوئی اس
 لئے ان کا ذکر نہیں کیا۔

حضرت منہال بن عمرو تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
 کہ خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ جبہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک دمشق
 سے لایا گیا تو سر کے آگے ایک شخص سورہ کہف پڑھتا جا رہا تھا، جب وہ اس آیت
 پر پہنچا اِنَّ اَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰیَاتِنَا حُجُبًا یَعْنٰی بلاشبہ اصحاب

کہف اور رقیم ہماری نشانوں میں سے عجیب نشانی تھے تو سر مبارک نے بلند آواز سے فرمایا **أَعْجَبُ مِنْ أَصْحَابِ الْكَهْفِ قَتْلِي وَحَيَاتِي**۔

کہ اصحابِ کہف کے واقعے سے میرا قتل اور میرے سر کو لیے پھرنا عجیب تر ہے۔

(خصائص کبریٰ ص ۱۳۴ شرح الصدور ص ۸۸)

حضرت ابو معشر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ہمارے قریب ہی ایک صاحب انتقال فرما گئے۔ جب ان کو نہلانے کے لیے لٹایا گیا تو وہ اچانک اٹھ بیٹھے اور اپنی انگلیاں آنکھوں پر رکھ کر فرمایا **واللہ میری آنکھوں نے دیکھا، میری آنکھوں نے دیکھا، میری آنکھوں نے دیکھا کہ عبد الملک بن مروان اور حجاج بن یوسف اپنی آنتیں آگ میں چلکی کی طرح گھماتے پھرتے ہیں، پھر وہ بدستور مردہ ہو کر لیٹ گئے۔**

(شرح الصدور ص ۳)

حضرت ابو محمد رضی اللہ عنہ جو کہ مروزی کے شاگردوں میں سے ہیں جن کو ”خلال“ اپنے اور فضیلت دیا کرتے تھے، فرماتے ہیں کہ میں ایک میت کو نہلا رہا تھا کہ اچانک اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور آنکھ کھول کر فرمایا ”اے ابو محمد ہوشیاری کے ساتھ اس موقع کے لئے سامان تیار کرو۔“

(تاریخ ابن النجار، مواہب الرحمن)

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خلیفہ واثق باللہ عباسی نے حضرت امام احمد بن نصر الخزامی محدث کو کہا کہ قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار کرو۔ انہوں نے انکار کیا، تو اس نے آپ کو قتل کر دیا اور سر مبارک لٹکا دیا اور ایک آدمی کی ڈیوٹی لگا دی کہ وہ سر کے پاس رہے۔ وہ آدمی کہتا ہے کہ میں ہر روز رات کو دیکھتا تھا کہ امام صاحب کا سر مبارک قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر سورہ یس کی تلاوت کرتا تھا۔

(شرح الصدور ص ۸۸)

حضرت ابراہیم بن اسمعیل فرماتے ہیں

کہ جب میرے ماموں احمد بن نصر کو قتل کر دیا گیا تو مجھے خبر پہنچی کہ رات کے وقت ان کا سر قرآن پڑھتا ہے، ایک رات جب کہ لوگ سو رہے تھے میں وہاں گیا تو میں نے

سنا کہ آپ کے سر مبارک نے پڑھا۔

أَحْسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۝ (العنكبوت - ۲)

یہ سکر میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ (شرح الصدور ص ۸۸)

حضرت ابراہیم بن شیبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں میرے پاس ایک مرید آیا اور اس نے کہا اے استاد میں کل ظہر کے وقت مرجاؤں گا۔ یہ لو ایک دینار آدھے سے میری قبر کھدوانا اور آدھے سے مجھے کفن دینا۔ چنانچہ جب دوسرا روز اور ظہر کا وقت ہوا تو وہ آیا اور بیت اللہ کا طواف کیا اور کچھ دور جا کر لیٹ گیا اور مر گیا۔

فَلَمَّا وَضَعَتْهُ فِي اللَّحْدِ فَتَمَّ عَيْنَيْهِ
فَقُلْتُ أَحْيَاةٌ بَعْدَ الْمَوْتِ فَقَالَ أَنَا
مُحِبٌّ وَكُلُّ مُحِبٍّ اللَّهُ حَيٌّ :

تو جب میں نے اس کو قبر میں رکھا تو اس نے
اپنی دونوں آنکھیں کھول دیں تو میں نے کہا، کیا
مرنے کے بعد بھی زندگی ہے تو اس نے کہا، میں

(شرح الصدور ص ۸۶)

حضرت شیخ نجم الدین اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک شخص کے دفن میں حاضر ہوئے تو جب تلقین کرنے والے نے تلقین شروع کی۔

فَسَمِعَ الْهَيْتَ وَهُوَ يَقُولُ لَا تَعْجَبُونَ
مَنْ مَيِّتٌ يَلْقَى حَيًّا۔ (شرح الصدور ص ۸۷)

تو اس میت سے سنا کہ وہ کہتا ہے کہ کیا تم تعجب
نہیں کرتے ہو کہ مردہ زندہ کو تلقین کرتا ہے۔

حضرت ربیع بن حراش اور ربیع بن حراش رضی اللہ عنہما دونوں بھائی بڑے عابد
زاہد اور تابعی ہیں، انہوں نے قسم کھائی کہ جب تک ہمیں اپنا جنتی ہونا معلوم نہ ہو جائے
گا ہم ہنسیں گے نہیں، چنانچہ وہ زندگی بھر نہ ہنسی، لیکن جب ان کی وفات ہونے پر
ان کو تختے پر لٹایا گیا تو وہ ہنسنے لگے۔ جس کو سب لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

(شرح الصدور ص ۱۰۷) (شرح الصدور ص ۱۰۷) (شرح الصدور ص ۱۰۷)

اور ان کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ
عنه فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا۔

يَكُونُ فِي أُمَّتِي رَجُلٌ يَتَكَلَّمُ بَعْدَ
کہ میری امت میں ایک مرد ہوگا جو موت کے

المَوْتُ - (خصائص کبریٰ ص ۱۳۹) بعد کلام کرے گا۔

چنانچہ جب ربیع بن حراش نے موت کے بعد اچانک اپنے منہ سے کپڑا ہٹایا اور کہا السلام علیکم اور ہنسنے تو ان کے بھائی ربیع بن حراش نے کہا اے میرے بھائی کیا تم زندہ ہو؟ انہوں نے کہا نہیں لیکن میں اپنے رب سے ملا تو میرا رب مجھ سے رُوح و ریحان اور خوشی و مہربانی سے پیش آیا اس لیے میں ہنسا ہوں اب تم لوگ جلدی کرو کیونکہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر نماز پڑھنے کے لئے منتظر ہیں۔ (شرح الصدور)

یہ واقعہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے جب ذکر کیا گیا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی اور فرمایا بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میرا ایک امتی مرنے کے بعد کلام کرے گا۔ (خصائص کبریٰ ص ۱۳۹)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں مدینہ منورہ میں ایک نیک بی بی کا انتقال ہوا۔ غسل دینے والی غسل دیتے ہوئے جب مقام خاص پر پہنچی تو شرمگاہ پر ہاتھ رکھ کر بولی یہ کس قدر زنا کار تھی، اسی وقت اس کا ہاتھ وہیں چمٹ گیا، اور ایسا چمٹا کہ اس کے جدا کرنے کی سب نے بہت ہی کوشش کی مگر ہاتھ جدا نہ ہوا، آخر اس کا ذکر علماء و فقہاء کی خدمت میں کیا گیا کہ کوئی علاج و تدبیر بتائیں۔ سب کے سب عاجز ہوئے لیکن امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غسل دینے والی کو حدِ قذف (یعنی وہ سزا جو شریعت نے زنا کی تہمت لگانے والے کے لئے مقرر کی ہے) لگائی جائے، آپ کے اس ارشاد کے مطابق جب اس عورت کو اسی ڈرے مارے گئے تب ہاتھ جدا ہوا۔

(بتان المحدثین - شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ص ۱۵۱)

مولانا عبدالحی فرنگی محلی فرماتے ہیں کہ میرے بزرگوں میں مولانا انظہار الحق لکھنوی کی وفات ہوئی تو مرتے وقت ان کی زبان پر کلمہ جاری نہ ہوا۔ تجہیز و تکفین کے وقت عزیز و اقارب میت کے پاس سے ہٹ گئے تو بعض نے طعن دیتے ہوئے کہا کہ تھے تو بڑے متقی لیکن مرنے کے وقت کلمہ کی توفیق نہ ہوئی، بس ان کا یہ کہنا تھا کہ مولانا مرحوم نے اپنے دونوں پاؤں کو سمیٹا اور بلند آواز کے ساتھ اللہ کا نام ان کی زبان پر جاری ہوا۔

(رسالہ دارالعلوم دیوبند ماہ ستمبر ۱۹۵۸ء)

یہ چند روایات ان لوگوں کے متعلق ہیں جنہوں نے وفات کے بعد قبل از دفن کلام کیا ہے اور دفن کے بعد کلام کرنا تو بہت ہی کثرت سے آیا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال سے پہلے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا اے علی جب میری وفات ہو جائے تو مجھے تم اپنے انہی ہاتھوں سے غسل دینا جن ہاتھوں سے تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا اور پھر میرا جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک کے سامنے رکھ دینا۔ اگر دروازہ کھل جائے اور قبر انور سے آواز آئے کہ ابوبکر کو اندر لے آؤ تب تو مجھے حجرہ مبارک میں دفن کرنا، ورنہ جنت البقیع، مومنین کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ چنانچہ صحابہ کرام آپ کو حجرہ مبارک کے سامنے لے گئے اور سلام عرض کرنے کے بعد کہا یا رسول اللہ! یہ ابوبکر ہیں؟ پس اسی وقت حجرہ مبارک کا دروازہ کھل گیا اور قبر انور سے آواز آئی۔

ادخلوا الحَبِيبَ إِلَى الحَبِيبِ فَإِنَّ الحَبِيبَ إِلَى الحَبِيبِ مُشْتَقٌّ۔

(تفسیر کبیر للرازی ص ۷۴۸ ضابطہ کبری ص ۲۸۹)

اور زمانہ واقعہ ححرہ میں حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے برابر تین روز تک اذان و اقامت کا سننا اور اس کے مطابق نماز ادا کرنا، حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں گزر چکا ہے اور اس کے علاوہ اتنے واقعات ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتے۔

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ حقیقی و جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ کا درجہ و مرتبہ بہت ہی بلند و بالا ہے آپ کے چند غلاموں کے صحیح واقعات ہدیہ ناظرین ہیں جن سے اہل روحانیت کے مقام کا اندازہ ہو سکتا ہے۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لہ اس قسم کے واقعات کی کچھ بھلک دیکھنی ہو تو حضرت والد صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی کتاب ”راہِ حقیقت“ دیکھئے
(گوکب غفرلہ)

المؤمن يُعْطَى مُصْحَفًا فِي قَبْرِهِ يَقْرَأُ فِيهِ - (شرح الصدور ص ۴۹)
 کہ مومن کو اس کی قبر میں قرآن شریف دیا جاتا ہے تو وہ اس میں پڑھتا ہے۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا مال لانے کا قصد کیا جو غابہ میں تھا تو مجھ کو راستہ میں رات ہو گئی۔

فَأَوَيْتُ إِلَى قَبْرِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو
 بِنِ حِزَامٍ فَسَمِعْتُ قِرَاءَةَ مِّنَ الْقَبْرِ
 مَا سَمِعْتُ أَحْسَنَ مِنْهَا فَجِئْتُ إِلَى
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ ذَلِكَ عَبْدُ
 اللَّهِ - (شرح الصدور ص ۴۹)
 تو میں نے عبد اللہ بن عمر بن حزام کی قبر کو ٹھکانا بنایا تو میں نے ان کی قبر سے ایسی عمدہ قرأت سنی کہ اس سے بہتر میں نے نہیں سنی تھی۔ پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا وہ عبد اللہ ہے (پڑھنے والا)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب نے ایک قبر پر اپنا خیمہ لگایا اور ان کو یہ گمان نہ تھا کہ وہ قبر ہے۔

وَإِذَا فِيهِ إِنْسَانٌ يَقْرَأُ سُورَةَ الْمَلِكِ
 حَتَّى خَتَمَهَا فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ الْمُنِجَّةُ هِيَ الْمُنِجَةُ
 تُنْجِيهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ - (ترمذی، حاکم، بیہقی، شرح الصدور ص ۴۹)
 اچانک انہوں نے سنا کہ اس قبر میں ایک انسان سورہ ملک پڑھ رہا ہے یہاں تک کہ اس نے اس کو ختم کیا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ سورت منجیہ اور مانعہ ہے کہ قاری کو عذاب قبر سے بچاتی ہے۔

حضرت ابراہیم بن ضمہ مہلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ان لوگوں نے بیان کیا جو صبح کے وقت مقام حصن سے گزرتے تھے۔

قَالُوا كُنَّا إِذَا مَرَرْنَا بِجَنَابَاتِ قَبْرِ
 ثَابِتِ الْبَنَانِيِّ سَمِعْنَا قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ - (شرح الصدور ص ۴۹)
 انہوں نے کہا کہ جب ہم حضرت ثابت بنانی کی قبر کے پاس سے گزرتے تھے تو ہم قرأت قرآن سنتے تھے۔

حضرت عاصم السقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بلخ میں ایک قبر کھودی تو وہ دوسری قبر میں کھل گئی میں نے اس میں نظر کی۔

فَاِذَا شَيْخٌ فِي الْقَبْرِ مُتَوَجِّهٌ اِلَى الْقِبْلَةِ وَعَلَيْهِ اِزَا اِخْضَرُ وَاخْضَرُ مَا حَوْلَهُ وَفِي حُجْرِهِ مُصْحَفٌ وَهُوَ يَقْرَأُ - (شرح الصدور ص ۸)

تو کیا دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص قبلہ رخ بیٹھا ہوا ہے۔ اور اس پر سبز رنگ کی چادر ہے اور ارد گرد بھی سبز ہے اور اس کی گود میں قرآن شریف ہے اور وہ پڑھ رہا ہے۔

حضرت ابوالنضر نیشاپوری گورکن ایک نہایت صالح اور پرہیزگار بزرگ تھے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک قبر کھودی تو وہ دوسری قبر میں کھل گئی۔

فَنظَرْتُ فِيهِ فَاِذَا اَنَا بِشَابٍ حَسَنٍ الْوَجْهِ حَسَنُ الثِّيَابِ طَيِّبُ الرَّيْحِ جَالِسًا مُرَبَّعًا وَفِي حُجْرِهِ كِتَابٌ مَكْتُوبٌ بِخِصْرَةٍ اَحْسَنَ مَا رَأَيْتُ مِنَ الْخُطُوطِ وَهُوَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَنظَرْتُ الشَّابَّ اِلَى فَقَالَ اَقَامَتِ الْقِيَامَةُ ؟ قُلْتُ لَا ! فَقَالَ اَعِدِ الْمُدْرَةَ اِلَى مَوْضِعِهَا فَاَعِدْ نَهَا اِلَى مَوْضِعِهَا - (شرح الصدور ص ۸)

تو میں نے اس میں نظر کی تو اچانک میں نے دیکھا کہ ایک جوان خوب رو، خوش پوش، خوشبو، چارزانو بیٹھا ہے اور اس کی گود میں ایک کتاب ہے جو خط سبز سے نہایت خوش خط لکھی ہوئی ہے اور وہ قرآن پڑھ رہا ہے تو اس جوان نے میری طرف دیکھا اور کہا کیا قیامت قائم ہو گئی ہے؟ میں نے کہا نہیں! تو اس نے کہا کہ اینٹ کو اپنی جگہ برابر کر کے بند کر دے تو میں نے برابر کر کے بند کر دیا۔

امام یافعی مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَمِنَ الْمَشْهُورَاتِ الْفَقِيهَةَ الْكَبِيْرَةَ الْوَلِيَّ الشَّهِيدِ اَحْمَدَ بْنَ مُوسَى بْنِ عَجِيْلٍ سَمِعَهُ بَعْضُ الْفُقَهَاءِ الصَّالِحِيْنَ مِنْ قِرَاءَتِهِ يَقْرَأُ سُورَةَ النُّوْرِ فِي قَبْرِهِ - (شرح الصدور ص ۸)

اور یہ مشہور باتوں میں سے ہے کہ فقیر کبیر، ولی شہید احمد بن موسیٰ بن عجلیل کو بعض فقہاء صالحین نے ان کی قبر میں سورہ نور پڑھتے سنا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد

کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا۔

اشْهَدُ اَنَّكُمْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ اللّٰهِ فَزُورُوهُمْ
وَسَلِّوْا عَلَيْهِمْ فَاِنَّ ذٰلِكَ لَنَفْسِيْ
بَيِّنَةٌ لَّا يَسْتَلِمُ عَلَيْهِمْ اَحَدًا اِلَّا
رَدُّوْا عَلَيْهِ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔
(حاکم - بیہقی)

میں شہادت دیتا ہوں کہ بلاشبہ تم اللہ کے
نزدیک زندہ ہو (پھر لوگوں سے فرمایا) سو تم
ان کی زیارت کرو اور ان پر سلام بھیجو۔ مجھے قسم
ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری
جان ہے جو بھی قیامت تک ان کو سلام کہے
گا یہ اس کا جواب دیں گے۔

(شرح الصدور ص ۸۴)

چنانچہ بہت سے بزرگوں نے شہدائے احد خصوصاً سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ
عنہم سے علانیہ سلام کا جواب سنا ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جنت البقیع میں سے گزرتے تو فرمایا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ اَخْبَارُ مَا
عِنْدَنَا اَنَّ نِسَاءَكُمْ قَدْ تَزَوَّجْنَ دِيَارَكُمْ
قَدْ سَكَنْتِ وَاَمْوَالُكُمْ قَدْ فَرَقَتْ فَلَجَابِہِ
هَاتِفُ يَا عُمَرُ بَيْنَ الْخَطَابِ اَخْبَارُ مَا
عِنْدَنَا اِنَّ مَا قَدِمْنَاكَ فَقَدْ وَجَدْنَاكَ
وَمَا اَلْفَقْنَاكَ فَقَدْ رَجَعْنَاكَ وَمَلَخْنَاكَ
فَقَدْ خَسِرْنَاكَ۔

اے قبروں والو تم پر سلام ہو ہمارے پاس یہ خبریں
ہیں کہ تمہاری عورتوں نے نکاح کر لیے۔ تمہارے
گھروں میں اور لوگ بس گئے اور تمہارا مال تقسیم ہو گیا
تو ایک نے ان کو جواب دیا کہ اے عمر بن خطاب
ہمارے پاس یہ خبر ہے کہ ہم نے جو آگے بھیجا تھا
اس کو ہم نے پالیا ہے اور جس کو ہم نے خرچ کیا
تھا اسی کا ہم نے نفع اٹھایا ہے اور جس کو ہم نے
تیچھے پھوڑا تھا اس کا ہم نے نقصان اٹھایا ہے۔

(شرح الصدور ص ۸۴)

اسی قسم کی ایک روایت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی منقول ہے۔

(شرح الصدور ص ۸۴)

حضرت یحییٰ بن ابی ایوب الخزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت
عمر فاروق کے عہد خلافت میں ایک نوجوان عابد و زاہد تھا۔ امیر المومنین اس کو بہت پسند
فرماتے۔ اس کا باپ بوڑھا تھا۔ تو جب وہ نماز عشاء سے فارغ ہو کر اپنے باپ کی طرف

لوٹتا تو اس کے راستہ میں ایک عورت رہتی تھی جو اس پر فریفتہ تھی چنانچہ وہ اپنے دروازے پر اس کے گزرنے کے وقت کھڑی ہوتی اور اس کو دیکھتی۔ ایک رات اس عورت نے اس نوجوان کو بہکانا شروع کیا یہاں تک کہ وہ نوجوان اس کے بہکانے میں آکر اس کے گھر میں داخل ہو گیا تو ایک دم اس کو خدا یاد آیا اور وہ اس بُرائی سے بیزار ہو گیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہوئی إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَٰئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوا فَاِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ۔ اور ایسا خوفِ خدا اس پر طاری ہوا کہ وہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔ عورت مذکورہ نے اپنی ایک باندی کو بلایا اور دونوں نے اس نوجوان کو اٹھا کر اس کے دروازے پر ڈال دیا۔ جب وہ اپنے باپ کے پاس نہ پہنچا تو اس کا باپ اس کی تلاش میں نکلا۔ جونہی اس کے باپ نے دیکھا تو اس کو دروازے کے پاس بیہوش پڑا پایا۔ اس نے اپنے بعض گھر والوں کو بلایا اور انہوں نے اس نوجوان کو اٹھا کر گھر میں داخل کیا جب اس کو آفاقہ ہوا تو باپ نے کہا بیٹا تجھے کیا ہوا؟ بیٹے نے کہا خیر ہے! باپ نے کہا خدا کے واسطے مجھے بتا دے؟ تو بیٹے نے باپ کو واقعہ بتا دیا۔ باپ نے کہا بیٹا تو نے کونسی آیت پڑھی تھی؟ بیٹے نے وہی آیت جو پھر پڑھی تو پھر اس پر خوفِ خدا طاری ہوا اور پھر وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ باپ نے اس کو بلایا مگر وہ مرجھا تھا۔ گھر والوں نے رات ہی رات میں اس کا کفن دفن کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو یہ خیر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی تو آپ اس نوجوان کے باپ کے پاس تشریف لائے اور تعزیت کی اور فرمایا مجھے کیوں نہ بلایا؟ اس نے کہا اے امیر المؤمنین رات کی وجہ سے آپ کو تکلیف نہیں دی تو فرمایا اچھا مجھے اس کی قبر پر لے چلو۔

فَاتَىٰ عُمَرُو مِّنْ مَّعَهُ الْقَبْرَ
تو حضرت عمر اور آپ کے ساتھی اس کی قبر پر لائے
فَقَالَ عُمَرُ يَا فُلَانُ وَاِلَيْكَ
حضرت عمر نے فرمایا اے فلان وَاِلَيْكَ خَافَ

۱۔ ترجمہ۔ بیشک جو لوگ پرہیزگار ہیں جب ان کو شیطان کا طائفہ مس کرتا ہے تو وہ (خدا کو) یاد کرنے لگتے ہیں تو فوراً ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ (جو اپنے رب کے دربار
میں اپنے اعمال کی جواب دہی سے ڈرتا ہے اس
کے لیے دو جنتیں ہیں)؟ تو اس نوجوان نے قبر
کے اندر سے جواب دیا اے عمر مجھ کو میرے رب نے
دو جنتیں عطا فرمادی ہیں۔

خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ
فَأَجَابَهُ الْفَتَىٰ مِنْ دَاخِلِ
الْقَبْرِ يَا عُمَرُ قَدْ أَعْطَانِيهِمَا
رَبِّي فِي الْجَنَّةِ مَرَّتَيْنِ -

(شرح الصدور ص ۸۸)

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ سے روایت کیا ہے جو پہلے کفن چورتھے۔
فرماتے ہیں کہ :-

ایک عورت فوت ہو گئی تو لوگوں نے اس پر نماز جنازہ پڑھی اور اس کفن چور نے بھی
پڑھی اور بوقت دفن نبی ساہر رہا تاکہ قبر کو پہچان لے۔ جب رات کی تاریکی ہوئی تو اس
نے اس عورت کی قبر کو کھودا تو عورت نے قبر کے اندر سے کہا۔

سبحان اللہ! ایک بخشا ہوا آدمی ایک بخش ہوئی
عورت کا کفن لیتا ہے؟ اس نے کہا مانا کہ اللہ
نے تجھے بخش دیا مگر میں کیونکر بخشا گیا! تو اس
عورت نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اور
ان تمام لوگوں کو جنہوں نے مجھ پر نماز پڑھی ہے
بخش دیا ہے اور بلاشبہ تو نے بھی مجھ پر نماز
پڑھی ہے تو اس نے چھوڑ دیا اور مٹی کو برابر
کر دیا۔ پھر اس نے توبہ کی اور اس کی توبہ
بہت اچھی ہوئی۔

سُبْحَانَ اللَّهِ رَجُلٌ مَغْفُورٌ يَأْخُذُ
كَفْنَ مَغْفُورَةٍ قَالَ فَقُلْتُ هَبْ
أَنَّهُ غَفَرَ لِكَ فَإِنَّا مَغْفُورٌ فَقَالَتْ
إِنَّ اللَّهَ غَفَرَ لِي وَلِجَمِيعٍ مِّنْ صَلَّى
عَلَيَّ وَأَنْتَ قَدْ صَلَيْتَ عَلَيَّ
فَتَرَكَهَا وَرَدَّ التُّرَابَ سُورَتَابَ
وَحَسُنَتْ تَوْبَتُهُ -

(شرح الصدور ص ۸۹)

امام عبد اللہ یا فعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ سے روایت کیا ہے
کہ وہ بعض اوقات اپنے والد کی قبر پر تشریف
لاتے اور ان کے ساتھ باتیں کرتے۔

(شرح الصدور ص ۸۹)

حضرت سلیمان بن یسار الحضرمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز چند سوار قبرستان میں سے گزرے تو اچانک انہوں نے سنا کہ ایک قبر سے کوئی کہنے والا کہتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الرِّكْبُ سِيرُوا ۖ مِنْ قَبْلِ أَنْ لَا تَسِيرُوا

فَهَذِهِ الدَّارُ حَقًّا ۖ فِيهَا إِلَيْنَا الْمَصِيرُ

كَمْ مَنَعُوا فِي نَعِيمٍ ۖ وَتَسَلَبْنَاهُ الدُّهُورُ

وَإِخْرَافِ عَذَابٍ ۖ لَيْسَ ذَلِكَ الْمَصِيرُ

فَكَمَا كُنْتُمْ كُنَّا فَغَيْرِنَا رَبُّ الْمُنُونِ ۖ وَسَوْفَ كَمَا كُنَّا تَكُونُونَ

(شرح الصدور ص ۹)

اے سوارو! چلو قبل اس کے کہ نہ چل سکو یہ گھر حق ہے اس میں (تم نے بھی) ہماری طرح لوٹنا ہے۔

کتنے انعام پانے والے نعمتوں میں تھے مگر حوادثِ زمانہ نے ان سے وہ سب نعمتیں سلب کر لی ہیں۔ اور آخر وہ عذاب میں ہیں یہ کتنا بُرا انجام ہے۔ کبھی ہم بھی تمہاری طرح تھے۔ مگر ہم کو گردشِ زمانہ نے متغیر کر دیا اور عنقریب تم بھی ہماری طرح ہو جاؤ گے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کے مزار شریف پر برائے زیارت حاضر ہوا۔ یہ خیال کر کے کہ میں گنہگار اس قابل نہیں کہ اپنے وجود سے اس پاک مقام کو ملوث کروں دُور ہی کھڑا رہا۔

در آں محل روح ایساں ظاہر شد فرمودند
پیشتر بیا دوسہ قدم پیشتر رفتم و دران وقت
دیدم کہ چہار فرشتہ تختے از آسمان،
نزدیک قبر ایساں فرود آوردند معلوم
شد کہ بران تخت خواجہ نقشبند بودند ہر دو
شیخ باہم راز ہا در میان آوردند کہ
اس وقت ان کی رُوح مبارک ظاہر ہوئی اور
فرمایا آگے آ جاؤ۔ میں دو تین قدم
آگے ہو گیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ چار
فرشتے آسمان کی طرف سے ایک تخت ان کی
قبر کے پاس لائے معلوم ہوا کہ اس تخت پر
حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند تھے۔ دونوں

شیخ آپس میں راز و نیاز کی باتیں کرتے رہے جو سنی نہیں گئیں۔ پھر تخت کو فرشتوں نے اٹھایا اور لے گئے۔ خواجہ قطب الدین پھر میری طرف متوجہ ہوئے کہ آگے آ جاؤ میں دو تین قدم آؤ آگے ہو گیا اسی طرح وہ فرماتے رہے اور میں تھوڑا تھوڑا آگے ہوتا گیا یہاں تک کہ بالکل ان کے قریب ہو گیا اس وقت انہوں نے فرمایا کہ شعر کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا شعر ایک کلام ہے جو اچھا ہے وہ اچھا ہے اور جو بُرا ہے وہ بُرا ہے! فرمایا بارک اللہ اچھی آواز کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ فرمایا بارک اللہ۔ جہاں یہ دونوں جمع ہو جائیں یعنی شعر بھی اچھا اور آواز بھی اچھی ہو۔ پھر کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا۔ نور علی نور، یہ کمال پر کمال تو اللہ جس کو چاہے عطا فرمادے! فرمایا بارک اللہ! یہ جو کچھ ہم کرتے ہیں اس سے پہلے نہ تھا۔ تم بھی گاہے گاہے ایک دو بیت سن لیا کرو؟ میں نے عرض کیا آپ حضرت نے یہ بات حضرت خواجہ نقشبند کی حضوری میں کیوں نہ فرمائی؟ آپ نے ان دو میں سے ایک بات فرمائی کہ ادب نہیں تھا یا مصلحت نہ تھی۔

مسموع نگشت بعد ازاں تخت را
فرشتگان برداشته بردند خواجہ
قطب الدین بمن متوجہ شدند کہ
پیشتر بیادوسہ قدم دیگر پیش
رفتہم وہم چہنیں می گفتند قدری
می رفتہم تا آنکہ نہایت قرب
متحقق شد آں گاہ فرمودند چہ
می گوئید در حق شعر؟ گفتم
کلام حسنہ حسن و قبیحہ قبیحہ!
فرمودند بارک اللہ۔ چہ می گوئید
در حق صوت حسن؟ گفتم ذلک
فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ
گفتند بارک اللہ۔ چوں ہر دو جمع
شوند در ان چہ می گوئید؟ گفتم
نُورٌ عَلٰی نُورٍ يَّهْدِي اللّٰهُ
لِلنُّوْرِ مَنْ يَّشَاءُ! فرمودند
بارک اللہ۔ آنچہ ماسیکردیم پیش
ازیں نبوده است شما ہم گاہ گاہے
یکدوبیتے می شنیدہ باشید؟ گفتم
در حضور خواجہ نقشبند حضرت این چہ
نفرمودہ اندیکے ازیں دو لفظ فرمودند
ادب نبود یا مصلحت نبود۔

(الفاس العارفين ص ۱۱۱)

می فرمودند دیگر بار زیارت مرقہ منور
ایشان رفقہ رُوح ایشاں ظاہر شد
فرمودند ترا پسے پیدا خواہد شد
اورا قطب الدین احمد نام کن چوں
زوجہ بہ سن ایاس رسیدہ بود
گمان کردم کہ مراد پسر پسرست
بریں خطہ مشرف شدند فرمودند
ایں مراد من نیست ایں پسر از صلب
تو خواہد بود بعد از زمانے داعیہ تزوج
دیگر پیدا شد و کاتب المحروف
فقیر ولی اللہ متولد گشتہ در اول ایں
واقعہ فراموش کردند بولی اللہ مسمی
کردند و بعد از مدتے بیاد آمد نام دیگر
قطب الدین احمد مقرر کردند۔

حضرت فرماتے تھے کہ میں ایک بار پھر حضرت
خواجہ قطب الدین بختیار کاکلی کے مزار منور کی
زیارت کے لئے گیا۔ ان کی رُوح ظاہر ہوئی
اور فرمایا تمہارے ہاں فرزند پیدا ہوگا اس کا نام
قطب الدین احمد رکھنا۔ چونکہ بیوی بڑھاپے
کو پہنچ گئی تھی اس لئے میں نے خیال کیا مراد
بیٹے کا بیٹا یعنی پوتا ہوگا۔ اس خیال پر مطلع
ہوئے اور فرمایا میری یہ مراد نہیں ہے بلکہ
وہ فرزند تمہارے صلب سے ہوگا۔ ایک مدت
کے بعد دوسری بیوی سے عقد فرمایا تو یہ کاتب
المحروف فقیر ولی اللہ پیدا ہوا۔ شروع میں یہ
واقعہ یاد نہ رہا تو ولی اللہ نام رکھ دیا اور
کچھ عرصہ کے بعد یاد آیا تو دوسرا نام قطب
الدین احمد رکھا۔

(انفاس العاقین ص ۳۷)

یہی شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ میں
اکبر آباد میں مزار محمد زاہد کے درس سے واپس آتے ہوئے ایک لمبی گلی میں شیخ سعدی
رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار ذوق و شوق سے پڑھتا ہوا آرہا تھا
جز یاد دوست ہرچہ کہ عم ضائع ست
جز تر عشق بہ زوالی بطالت ست
سعدی بشو لوح دل از نقش غیر حق
علمے کہ رہ بحق نمباید جہالت ست

لہ دوست کی یاد کے سوا جو کچھ تو نے کیا ہے۔ عشق کے بھید کے سوا جو کچھ (گلے صوفی)

چوتھا مصرع میرے ذہن سے نکل گیا۔ اس وجہ سے مجھ میں ایک قلق اور اضطراب
سا پیدا ہو گیا کہ

ناگاہ مردے دو موٹے فقیر وضعے میخ روئے
از جانب یمن من برآمد و گفت ع
علمی کہ رہ بحق نماید جہالت است
گفتم جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا لِّجَزَاءِ چہ قدر
قلق واضطراب از دل من زائل نموی
آنکاه دو دستہ تبنول را بر آوردہ پیش
آں عزیز بر دم تبتم کرد و گفت این اجر
یاد دہانیدن است؟ گفتم نہ ولیکن
شکرانہ است! گفتم من نمی خورم...
گفت مرا زودی باید رفت گفتم
من ہم بشتاب میروم گفت شتاب تری
خواہم پس قدم برداشت و آخر
کوچہ نہاد دانستم کہ روح مجسم
است ندا کردم کہ برنام خود ہم اطلاع
دہید تا فاتحہ میخواندہ باشم گفت
سعدی ہمیں فقیر است۔

(انفاس العارفين ص ۴۵)

(بقیہ صفحہ گذشتہ) تو نے پڑھا ہے باطل ہے۔ اے سعدی اپنے دل کی تختی سے باطل نقوش دھو ڈال۔ وہ
علم جو حق کا راستہ نہ دکھائے وہ جہالت ہے۔

اس قسم کے بے شمار واقعات کتب معتبرہ میں مذکور و موجود ہیں جن سے اہل قبور
صالحین کا کلام کرنا، تلاوتِ کلامِ پاک کرنا، مناساز پڑھنا اور تصرف کرنا وغیرہ
ثابت ہوتا ہے۔ ۱

۱۔ علامتے دیوبند کی کتب سے اقتباسات پر مشتمل اس موضوع پر میری تحقیقی کتاب "مزارات و تبرکات اور ان کے فیوضات"
ملاحظہ فرمائیں۔ (کوکب نورانی اوکاڑوی غفرلہ)

دین مبارک

وہ دین جس کی ہر بات وحیِ خدا

چشمہٴ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

جسکے پانی سے شاداب جان و جنان

اُس دین کی تراوٹ پہ لاکھوں سلام

جس سے کھائے کنوئیں شیرۂ جاں بنے

اُس زلالِ حلاوت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مٹوٹھا مبارک فراخ، رخسارے مبارک ہموار، سب سے زیادہ خوبو اور خوش آواز تھے، خوش آواز ہونے کے علاوہ آپ بلند آواز اتنے تھے کہ جہاں تک آپ کی آواز پہنچتی، کسی اور کی آواز نہ پہنچتی تھی، بالخصوص خطبوں میں آپ کی آواز گھروں میں پردہ نشین عورتوں تک پہنچ جاتی تھی اور ہزاروں کے اجتماع میں جس طرح آپ کی آواز مبارک کو وہ شخص سنتا جو سب سے آگے ہوتا اسی طرح وہ شخص بھی سنتا جو سب سے پیچھے ہوتا ہے

وہ بجلی کا کرکا تھا یا صوتِ ہادی عرب کی زمین جس نے ساری ہلادی
جس میں نہریں ہیں شیر و شہد کی واں اس گلے کی نصارت پہ لاکھوں سلام
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک وہ دہن ہے جس سے ایک حرف بھی ایسا
نہیں نکلتا جو خواہش نفس پر مبنی ہو بلکہ آپ جو کچھ بھی فرماتے ہیں وہ اللہ کی وحی اور اس
کے حکم کے مطابق ہوتا ہے چنانچہ فرمایا۔
وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ
يُوحَىٰ - (النجم - ۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
مَا أَحَدٌ تَكَلَّمَ لِي مِنْ عِنْدِ اللَّهِ فَهُوَ
الَّذِي لَا شَكَّ فِيهِ -
جو خبر بھی میں تمہیں دیتا ہوں وہ بلاشبہ اللہ
کی طرف سے ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک
شک نہیں ہوتا۔ (درمشور ص ۱۲۴)

انہی سے روایت ہے کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں کہتا اس پر بعض صحابہ نے کہا یا رسول اللہ کبھی کبھی آپ ہم سے خوش طبعی بھی تو فرماتے ہیں۔ فرمایا اس وقت بھی میرے منہ سے حق کے سوا نہیں نکلتا۔

لَا أَقُولُ إِلَّا حَقًّا قَالَ بَعْضُ اصْحَابِهِ
فَاتَّكَ تَدَاعِبُنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ
قَالَ إِنِّي لَا أَقُولُ إِلَّا حَقًّا۔

(درمنثور ص ۱۲۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا اسے لکھ لیا کرتا، قریش نے مجھے منع کیا کہ ہر بات نہیں لکھنی چاہیے، کیونکہ بتقاضائے بشریت ممکن ہے کہ غصہ و غضب کی حالت میں کبھی کوئی ایسی بات بھی نکل جائے جو لکھنے کے قابل نہ ہو۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں۔

پس میں لکھنے سے رک گیا اور اس بات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک لکھو، اور انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا خدا کی قسم اس منہ سے ہر حالت میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں نکلتا۔

فَأَمْسَكْتُ عَنِ الْكِتَابِ فَذَكَرْتُ
ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَأَوْمَأَ لِصَبْعَةٍ إِلَى فِيهِ
فَقَالَ أَكْتُبُ فَوَالَّذِي نَفْسِي
بِيَدِهِ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ۔

(ابوداؤد، کتاب العلم ص ۱۲۵)

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا

چشمہ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

حضرت عمیرہ بنت سعود النصار یہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور میری پانچ بہنیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔

آپ اس وقت قدید (خشک کیا ہوا گوشت)

کھا رہے تھے۔ آپ نے ایک پارہ قدید کو چبا

کر نرم کیا اور ان کو دیا تو انہوں نے تھوڑا تھوڑا

کر کے کھا لیا (آپ کے دہن مبارک کی برکت سے)

فَوَجَدْتُهُ يَأْكُلُ قَدِيدًا فَمَضَغَ لِهِنَّ

قَدِيدَةً ثُمَّ نَأَوَّلَهُنَّ الْقَدِيدَ

فَمَضَغَتْهَا كُلُّ وَاحِدَةٍ قِطْعَةً قِطْعَةً

فَلَقِيَنَّ اللَّهُ وَمَا وَجَدَ إِلَّا فَوَاهِيَنَّ

خُوف۔ (طبرانی خصائص ص ۶۲) مرتے دم تک ان کے موصوں سے بدبو نہیں

پانی گئی ہمیشہ خوشبو آئی۔

(زرقانی علی الواہب ص ۹۶)

حضرت حارث بن سراقہ رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شہید ہو گئے تو جب ان کی شہادت کی خبر مدینہ منورہ میں ان کی والدہ اور بہن کو پہنچی، ان کو بہت صدمہ ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے واپس تشریف لائے تو حارث کی والدہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا اگر میرا بیٹا جنت میں ہے تو خوشی کا مقام ہے، رونے کی ضرورت نہیں، اگر دوزخ میں ہے تو خدا کی قسم میں چلا چلا کر روؤں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم! تمہارا بیٹا حارث جنت الفردوس میں ہے۔ وہ بولی اب میں اس کو ہرگز نہ روؤں گی اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ پانی کا طلب فرمایا۔ پھر اس میں اپنے ہاتھ مبارک دھوئے اور کلی کر کے اس میں ڈال دی اور حارث کی والدہ اور اس کی بہن کو پلایا، اور فرمایا کہ اس میں سے تھوڑا سا پانی اپنے گریبانوں پر چھڑک لو! ان دونوں نے ایسا ہی کیا اور اپنے گھر چلی گئیں۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد مدینہ بھر میں کوئی عورت ان کے زیادہ خوش و خرم نہیں تھی۔ (شمس التواریخ، مقاصد الاسلام ص ۱۵۵)

خوشی اور غم آدمی کی اختیاری چیزیں نہیں ہیں، جب خوشی اور غم کے اسباب قائم ہو جائیں تو خوشی اور غم کا ہونا لازمی امر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اس عورت کے دل پر بیٹے کی جدائی کا سخت صدمہ ہے جس سے ضرر کا اندیشہ ہے تو آپ نے اس کی تسکین کے لئے لعاب دہن استعمال فرمایا جس کی تاثیر یہ ہوئی کہ بجائے غمی کے اس کے دل میں ایسی مسرت و شادمانی پیدا ہو گئی کہ مدینہ طیبہ میں ان سے بڑھ کر کوئی شادمان نہ تھا۔ جلتی جانیں بجھاتے یہ ہیں روتی آنکھیں مہنساتے یہ ہیں

(اعلیٰ حضرت)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک بے شرم اور بد زبان

عورت تھی ایک دفعہ وہ

فَمَرَّتْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزری آپ

اس وقت شدید کھا رہے تھے، اس نے بھی اس میں سے مانگا آپ نے اُس کو اس میں سے کچھ دے دیا جو آپ کے آگے رکھا تھا، وہ بولی میں یہ نہیں چاہتی بلکہ وہ جو آپ کے منہ میں ہے، آپ نے وہی جو آپ کے دہن مبارک میں تھا نکال کر اس کو دے دیا، کیونکہ آپ سائل کے سوال کو رد نہیں کرتے تھے، وہ کھا گئی جب وہ لقمہ اس کے پیٹ میں گیا تو اس پر ایسی حیا طاری ہوئی کہ وہ حیا میں تمام عورتوں سے بڑھ گئی۔

وَسَلَّمَ وَهُوَ يَأْكُلُ ثَرِيدًا فَطَلَبَتْ مِنْهُ فَنَآوَلَهَا مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ فَقَالَتْ إِنَّمَا أُرِيدُ مِنَ الذِّي فِي فَمِكَ فَنَآوَلَهَا مَا فِي فَمِهِ وَلَمْ يَكُنْ يَسْأَلُ شَيْئًا فَمِنَعَهُ فَلَمَّا اسْتَقَرَّ فِي جَوْفِهَا أَلْقَى عَلَيْهَا مِنَ الْحَيَاءِ مَا لَمْ تَكُنِ امْرَأَةً بِالْمَدِينَةِ أَشَدَّ حَيَاءً مِّنْهَا - (شفا شریف ص ۲۱۳، طبرانی، خصائص کبری ص ۴۲، زرقانی علی المواہب ص ۹۶)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کو جا رہے تھے۔ جب ہم بطن روعاء میں پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو دیکھا جو آپ کی طرف آرہی تھی۔ آپ نے اپنی سواری کو روک لیا، وہ حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ میرا یہ بچہ ہے جس روز سے پیدا ہوا ہے اس روز سے آج تک اے ہوش نہیں آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچہ کو پکڑا اور اس کے منہ میں تھوکا۔

وَقَالَ اخْرُجْ يَا عَدُوَّ اللَّهِ فَإِنِّي رَسُولُ اللَّهِ ثُمَّ نَآوَلَهَا آيَاهُ وَقَالَ حُذِيهِ فَلَا بَأْسَ عَلَيْهِ قَالَ أُسَامَةُ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّهُ انْصَرَفَ حَتَّى إِذَا نَزَلَ بِبَطْنِ الرَّوْحَاءِ أَنْتَهُ تِلْكَ الْمَرْأَةُ بِشَاةٍ قَدْ شَوَّهَتْهَا ثُمَّ قَالَ نَآوَلْنِي ذِرَاعًا فَنَآوَلْتَهُ ثُمَّ قَالَ نَآوَلْنِي ذِرَاعًا فَنَآوَلْتَهُ ثُمَّ قَالَ نَآوَلْنِي ذِرَاعًا

اور فرمایا نکل اود دشمنِ خدا بے شک میں رسول اللہ ہوں، پھر اس لڑکے کو اس عورت کے حوالے کر کے فرمایا اب اس پر کوئی اثر نہیں ہے۔ حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حج سے فارغ ہو کر اسی مقام پر واپس پہنچے تو وہی عورت ایک بھنی ہوئی بکری لے کر حاضر خدمت ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا دست مجھے دو! میں نے دیا، پھر فرمایا اس کا دست مجھے دو! میں نے دیا، پھر فرمایا اس کا دست

فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا هُمَا
ذِرَاعَانِ وَقَدْ نَاوَلْتِكَ فَقَالَ
وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ سَكَنْتُ
مَا زِلْتُ تَنَاوِلْنِي ذِرَاعًا مَا قُلْتُ
لَكَ وَنَاوِلْنِي ذِرَاعًا -

مجھے دو! میں نے عرض کی یا رسول اللہ دست
تو دو ہی ہوتے ہیں جو میں آپ کو دے چکا۔
فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت
میں میری جان ہے اگر تم چُپ رہتے تو جب
تک میں دست مانگتا رہتا تم دیتے رہتے۔

(ابویعلیٰ - بیہقی - خصائص کبریٰ - جلد ۲ - صفحہ ۳۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دست کا گوشت بہت مرغوب تھا، اس لئے صحابہ
کرام اکثر دست ہی پیش کیا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکرر طلب فرمایا کرتے
تھے۔ جب تیسرے دست کے طلب کی نوبت پہنچتی تو بمقتضائے بشریت و عادت
صحابہ بھی اسی طرح عرض کرتے کہ جانور کے دوہی دست ہوتے ہیں مگر حضور صلی اللہ
علیہ وسلم ان سے فرماتے کہ اگر تم دینے کا قصد کرتے تو میں جتنی بار طلب کرتا تم دیتے
ہی رہتے۔ (احمد، داری، مشکوٰۃ ص ۴۱)

اسی طرح حضرت اسامہ سے بھی تیسری بار بکری کا دست طلب فرمایا اور انہوں نے
برسبیل تعجب یہ کہا کہ دست تو دو ہی ہوتے ہیں اور وہ میں آپ کو دے چکا ہوں جس
کا ظاہر مطلب یہی ہوا کہ یا تو آپ بھول گئے ہیں اور یا جانتے ہی نہیں کہ جانور کے دو
سے زیادہ دست نہیں ہوتے۔

اب یہاں خاص طور پر توجہ کی ضرورت ہے کہ یہ کلام کوئی معمولی کلام نہیں ہے۔
بلکہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے اور آپ اس امر کی خبر دے رہے ہیں کہ تم
اگر تیسری بار بھی دست دینے کا قصد کرتے تو ضرور دیتے اور پھر اس خبر کو بھی قسم کے ساتھ
مٹو کہ فرمایا اور ممکن نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی خبر معاذ اللہ جھوٹی ہو سکے وینے
یہ بات حیرت انگیز ہے کہ تیسرا دست جو یقیناً معدوم تھا، اگر اس کا وجود ہوتا، تو کس
طرح ہوتا؟

ظاہری اسبابِ تخلیق تو بالکل منقود ہیں، اور پھر جس سے طلب فرمایا اس میں یہ

صلاحیت و قدرت نہیں کہ پیدا کر کے دے مگر دیتا ضرور، معلوم ہوا کہ حضور سید المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور فرمانا ہی اس کے وجود کے لئے کافی تھا ادھر تصور ہوتا۔ ادھر حق تعالیٰ پیدا فرمادیتا جس طرح جنت میں وجودِ اشیاء کے لئے صرف تصور کافی ہوگا۔ کَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى۔

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُىٰ اَنْفُسُكُمْ وَاَنْتُمْ فِيهَا مَا تَدَّعَوْنَ۔ (نصرت، حم السجده-۲۱) جی چاہیں گے اور جو بھی تم طلب کرو گے۔ اولیاء اللہ نے یہیں سے یہ بات سلوک میں داخل کر دی کہ مرشدِ کامل جو کچھ ارشاد اور امر کرے اس پر بغیر چون و چرا کے عمل کرنا اور نہ ہو سکے تو کم از کم اس پر آمادگی ظاہر کرنا ضروری ہے۔

نئے سجادہ رنگیں کن گرت پیرمغاں گوید
کہ سالک بے خبر بنو ذراہ و رسم منزلہا
کیونکہ مرشدِ کامل جو حکم کرے گا خالی از مصلحت و حکمت نہ ہوگا اور جب تک یہ عقیدہ نہ ہو شیخِ کامل سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک محال چیز کی فرمائش کی اور جب انہوں نے اس کو پورا نہیں کیا تو آپ نے ان کا نقص عقیدہ بیان فرمایا، اسی لئے شہنشاہِ عارفان مولانا نے رُوم علیہ رحمۃ القیوم فرماتے ہیں۔

پیرا بگزیں کہ بے پیرا میں سفر
بہت بس پُر آفت و خوف و خطر
پیر کا تو سل اختیار کرو کیونکہ پیر کے بغیر سلوک و طریقت کا سفر شرورِ نفس و شیطان کی بڑی آفات اور خوف و خطر سے پُر ہے۔

چوں گرتی پیر ہیں تسلیم شو ہم چو موسیٰ زیر حکم خضرو
جب تم کسی کامل کے مرید ہو جاؤ تو خبردار ہمتن تسلیم بن جاؤ۔ موسیٰ کی طرح حضرت خضر کے حکم پر چلو۔

صبر کن بر کار خضراے بے نفاق تا نگوید خضرو ہذا فسراق
اے بے نفاق تم خضر (مرشد) کے کام پر صبر و سکونت کرو تا کہ وہ یوں نہ کہہ دے

کہ جاؤ ہماری تمہاری جدائی سے
گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن گرچہ طفلے راکشہ تو ممکن
اگرچہ وہ کشتی توڑ ڈالے تو تم دم نہ مارو۔ اور اگرچہ وہ کسی بچہ کو مار ڈالے تو تم بے صبری
نہ کرو۔

گر خضر در بحر کشتی راکشہ صد درستی در شکست خضر ہست
کیونکہ اگر حضرت خضر نے دریا میں کشتی کو توڑ ڈالا تھا تو آپ کے توڑ ڈالنے میں بھی
سیکڑوں مرتبیں مخفی تھیں۔

دست اور اسی چو دست خویش خواند تا ید اللہ فوق اید یہ ہم براند
وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا یہاں تک کہ اللہ کا ہاتھ
ان کے ہاتھوں پر ہونے کا حکم جاری کیا ہے۔
لیکن یہ بات یاد رہے کہ یہ بات پیر کامل کے ساتھ متعلق ہے، ناقص خصوصاً آجکل
کے بعض نام نہاد پیروں کا یہ مقام نہیں ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یوم حدیبیہ میں حضور پر نور صلی اللہ
علیہ وسلم نے چاہ حدیبیہ پر نزول فرمایا، آپ کے ہمراہ چودہ صحابہ کرام تھے۔ لشکر اسلام
نے چاہ حدیبیہ کا تمام پانی نکال لیا۔ یہاں تک کہ اس میں ایک قطرہ بھی نہ تھا۔

فَبَلَغَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَاتَّاهَا فَجَلَسَ عَلَى
شَفِيرِهَا ثُمَّ دَعَا بِإِنَاءٍ فَتَوَضَّأَ
ثُمَّ مَضْمَضَ وَدَعَا ثُمَّ صَبَّهُ
فِيهَا ثُمَّ قَالَ دَعَوْهَا سَاعَةً
فَارْوُوا أَنْفُسَهُمْ وَرِثَابَهُمْ
حَتَّى ارْتَحَلُوا۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی، پس
آپ اس کنوئیں پر تشریف لائے اور اس کے
کنارے پر بیٹھ کر پانی کا ایک برتن طلب فرمایا
پھر وضو کیا اور اس میں سے منہ میں لے کر پانی
کی ایک کٹی کنوئیں میں ڈال دی اور دعا فرمائی
اور فرمایا تھوڑی دیر اس کو چھوڑ دو پس اس
کنوئیں میں اس قدر پانی جمع ہو گیا کہ حدیبیہ
میں قریباً بیس روز قیام رہا) فوج اور ان کے

اونٹ اسی سے سیراب ہوتے رہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ قبا کی طرف تشریف لے گئے اور ایک کنوئیں پر پہنچے جس سے کھیتوں کو پانی دیا جاتا تھا۔ اس کنوئیں کی یہ حالت تھی کہ ہر روز اس کا پانی تھوڑی دیر میں ختم ہو جاتا اور پھر دن بھر خشک رہتا۔
فَمَضْمَضَ فِي الدَّائِي وَرَدَّهَا فِيهَا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول میں گلی کر کے وہ پانی اس کنوئیں میں ڈال دیا، چنانچہ

فَجَاشَتْ بِالتَّرْوَاءِ۔
(طبقات ابن سعد)

اس کی یہ حالت ہوئی کہ اس سے وہاں کی پوری زمین سیراب ہوتی اور خوب پیداوار ہوتی۔
(خصائص کبریٰ ص ۴۱)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی کی درخواست کے صرف رفاہ عام کے پیش نظر لعاب مبارک کی تاثیر سے اس کنوئیں کا پانی زیادہ فرمایا یہاں مخالفین کو معجزہ دکھا کر قائل کرنا تو مقصود ہی نہ تھا، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق کی حاجت روائی اور خوشحالی کی غرض سے ایسے امور ظاہر فرماتے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ جب لوگ سخت پیاسے ہوئے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ اور ایک اور شخص کو بلا کر فرمایا کہ تم دونوں جاؤ! تمہیں فلاں مقام پر ایک عورت پانی کی دو پکھالیں (بڑی مشکیں) لادے ہوئے اونٹ پر سوار ملے گی اس کو میرے پاس لے آنا! وہ دونوں حضرات گئے اور انہوں نے اسے پالیا اور پوچھا کہ پانی کہاں سے لائی ہے۔ اس نے کہا کہ میں کل اس وقت وہاں سے چلی تھی۔ انہوں نے کہا کہ تجھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بلاتے ہیں اس نے کہا کون رسول اللہ؟ وہی جنہوں نے نیا دین نکالا ہے؟ انہوں نے کہا وہ اللہ کے سچے رسول ہیں اور حق لے کر آئے ہیں، اور اس کو ساتھ لے کر آگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن منگوایا اور انہیں پکھالوں سے پانی لے کر اس میں گلی کی اور اس کو انہیں پکھالوں میں ڈلوادیا، اور لوگوں میں اعلان کر دیا کہ آؤ

خود بھی پیو اور جانوروں کو بھی پلاؤ! چنانچہ سب لشکر نے پیا اور پلایا، وہ عورت کھڑی سب کچھ دیکھتی رہی۔

حضرت عمران فرماتے ہیں جب ان پکھالوں کا منہ باندھ دیا گیا تو خدا کی قسم یوں معلوم ہوتا تھا کہ پہلے سے زیادہ بھری ہوئی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس عورت کو کچھ جمع کر دو! چنانچہ کھجوریں، آٹا، ستوبہت کچھ اس کو جمع کر دیا۔

فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْلَمِينَ وَاللَّهِ مَا زَرَأْنَا مِنْ تَائِكَ شَيْئًا وَلَكِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ هُوَ سَقَانَا قَالَ فَأَنْتِ أَهْلُهَا وَقَدْ أَحْبَبْتِ عَنْهُمْ فَقَالُوا مَا حَبْسُكَ يَا فُلَانَةَ قَالَتْ الْعَجَبُ لِقَيْنِي رَجُلَانِ وَذَهَبَانِي إِلَى هَذَا الَّذِي يُقَالُ لَهُ الصَّابِيُّ ففَعَلَ بِمَا لِي كَذَا وَكَذَا الَّذِي قَدْ كَانَ قَوْلَ اللَّهِ إِنَّهُ لَا سَجْدَ مِنْ بَيْنِ هَذِهِ وَهَذِهِ وَقَالَتْ بِإِصْبَعِيهَا الْوَسْطَى وَالسَّبَابَةَ فَرَفَعْتَهُمَا إِلَى السَّمَاءِ تَعْنِي السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ أَوْ أَنَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ حَقًّا قَالَ فَكَانَ الْمُسْلِمُونَ بَعْدُ يُغَيِّرُونَ عَلَى مَا حَوْلَهَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَلَا يُصِيبُونَ الصَّرْمَ الَّذِي هِيَ فِيهِ فَقَالَتْ يَوْمًا لِقَوْمِهَا مَا أَرَى أَنَّ هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ يَدْعُونَكَ عَمَدًا فَهَلْ لَكُمْ

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تو جانتی ہے کہ اللہ ہم نے تیرے پانی سے کچھ کم بھی نہیں کیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں بھی پلا دیا۔ راوی فرماتے ہیں کہ وہ عورت اپنے قبیلے میں پہنچی تو اس نے ان سب کو جمع کیا لوگوں نے کہا تجھے کس نے روک لیا تھا؟ وہ بولی عجیب واقعہ پیش آیا کہ مجھ کو دو شخص اس کے پاس لے گئے جس نے نیا دین نکالا ہے اور وہ واقعات جو وہاں گزرے تھے بیان کر کے کہا یا تو زمین و آسمان کے درمیان اس سے بڑا کوئی جادوگر نہیں، یا وہ بے شک اللہ کے سچے رسول ہیں! اس واقعہ کے بعد مسلمان مجاہدین اس قبیلے کے اطراف و جوانب تاخت و تاراج کرتے تھے، لیکن اس قبیلے کا قصد نہیں کرتے تھے، ایک روز اس عورت نے اپنے قبیلے سے کہا کہ میں دیکھتی ہوں کہ مسلمان تمہیں قصداً چھوڑ دیتے ہیں کیا تم مسلمان ہونا مناسب سمجھتے ہو؟ لوگوں

فِي الْإِسْلَامِ فَاطَاعُوهُمَا فَذَخَلُوا
فِي الْإِسْلَامِ -
نے اس کی اطاعت کی اور وہ کُل قبیلہ مسلمان
ہو گیا۔

(بخاری، مسلم، بیہقی، ضائص کبریٰ ص ۳۳ زرقانی ص ۱۴۵)

اس حدیث مبارک میں غور کیجئے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام لشکر کو دو پکھالوں کے پانی سے سیراب فرمایا اور وہ بھری کی بھری رہیں، بلکہ پہلے سے بھی زیادہ بھری ہوئی نظر آتی تھیں اگرچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو یہ قدرت بھی حاصل تھی کہ بغیر پکھالوں کے پانی موجود فرما دیتے، جیسا کہ بارہا آپ نے اپنی مبارک انگلیوں سے چشمے جاری کیے، لیکن دو جلیل القدر صحابی بھیج کر اس عورت کو بلانے اور پکھالوں میں کلی کر کے ڈالنے میں بے شمار حکمتیں تھیں۔

ایک تو یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام عبودیت نہایت پسند تھا کیونکہ یہ مقام تمام مقامات سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہیں پانی جاری فرما دیتے تو ممکن تھا کہ کسی کو خیال ہوتا کہ آپ پانی کے خالق ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کلمہ کُن مقربین بارگاہ الہی کو عطا ہوتا ہے۔ اور جب وہ کسی چیز کو موجود کرنا چاہتے ہیں تو ان کا باذن پروردگار کُن کہہ دینا کافی ہوتا ہے مگر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم باوجود قدرت کے کمال ادب سے اس کو گوارا نہیں فرماتے تھے تاکہ کسی کو خالقیت کا گمان نہ ہو۔ دیکھیے جنت میں ہر مومن کو یہ تصرف اور اقتدار حاصل ہو گا کہ وہ جس چیز کو چاہے گا موجود ہو جائے گی، چونکہ اس کا منشا تقرب خداوندی ہے تو اگر مقربان بارگاہ الہی کو یہ صفت دنیا میں بھی عطا ہو جائے تو فضل الہی سے کون سی بڑی بات ہے، اس قسم کے خیالات کو شرکانہ خیالات کہنا محرومی اور نا فہمی کے سوا اور کچھ نہیں۔

دوسرے یہ کہ نگاہ نبوت سے یہ بات پوشیدہ نہ تھی کہ یہی واقعہ ایک قبیلے کے مسلمان ہونے کا سبب بن جائے گا۔ اس وجہ سے صحابہ کرام قصداً اس قبیلے کو چھوڑ دیتے تھے اور پھر وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اس قبیلے کی عورت کے پانی سے ایک بار نفع اٹھایا ہے، اگرچہ اس عورت نے کوئی احسان نہیں کیا تھا، کیونکہ اس کے پانی سے تو

ایک قطرہ بھی خرچ نہیں ہوا بلکہ اور زیادہ ہو گیا تھا، تاہم یہ تو ضرور ہوا کہ قدرتی پانی اس کی پکھالوں سے نکلتا رہا۔ ممکن ہے اس کا پانی اس میں شامل ہو گیا ہو۔
حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ اِنِّي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ يَدُلُّوْنِي مَاءٍ فَشَرِبَ مِنْ
الدَّلْوِ ثُمَّ مَجَّ فِي الْبَيْتِ فَفَاحَ
مِنْهُ مِثْلُ رَائِحَةِ الْيَسْكِ -
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ڈول
میں پانی لایا گیا۔ آپ نے اس میں سے پیاء
اور کلی کر کے ایک کنوئیں میں ڈال دیا تو اس
میں سے کستوری کی سی خوشبو آنے لگی۔

(ابن ماجہ، احمد بیہقی، ابو نعیم، خصائص ص ۴۱، زرقانی ص ۹۷)

حضور کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں ایک کنواں تھا۔ حضور صلی
اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن اس میں ڈال دیا اس کا پانی ایسا شیریں ہو گیا کہ مدینہ
منورہ میں اس سے بڑھ کر میٹھا کنواں کوئی نہ تھا۔

(خصائص کبریٰ ص ۴۱ شفا شریف ص ۲۱۸)

حضرت ام جندب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حجرۃ العقبیٰ کے پاس رمی فرماتے ہوئے دیکھا،
پھر آپ منیٰ میں اپنے مقام پر واپس تشریف لے گئے۔ وہاں ایک عورت اپنے لڑکے
کو جو آسیب زدہ تھا لے کر حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اس
لڑکے پر کوئی بلا مسلط ہے کہ بات نہیں کرتا۔

فَاَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَجَاءَتْ بِتَوْرٍ مِّنْ حِجَارَةٍ فِيْهِ مَاءٌ
فَاَخَذَ بِيَدَيْهِ فَمَجَّ فِيْهِ وَدَعَا فِيْهِ
وَاعَادَهُ فِيْهِ ثُمَّ اَمَرَهَا فَقَالَ اسْقِيْهِ
وَاغْسِلِيْهِ فِيْهِ قَالَتْ فَتَبِعْتُهُمَا
فَقُلْتُ هَبِيْ لِيْ مِنْ هَذَا الْمَاءِ
تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے
فرمایا کہ پانی لاؤ، تو وہ ایک برتن میں پانی لے
آئی، آپ نے اس سے پانی لے کر اس برتن
میں کلی کی اور دعا فرمائی اور اس کو دے کر فرمایا
یہ پانی اس لڑکے کو پلاؤ اور اس میں نہلاؤ،
ام جندب کہتی ہیں کہ جب وہ چلی تو میں بھی

اس کے پیچھے ہو گئی اور اس سے کہا کہ اس میں
سے تھوڑا پانی مجھے بھی دے دو! اس نے کہا
لے لو! میں نے وہ لے کر اپنے لڑکے عبداللہ
پلا دیا تو وہ ماشاء اللہ زندہ رہا اور بہت نیک
بخت ہوا۔ پھر میں اس عورت سے ملی تو معلوم
ہوا کہ اس کا لڑکا اچھا ہو گیا تھا اور اپنے ہم عمر
لڑکوں میں ایسا ہو گیا کہ اس سے بہتر کوئی لڑکا نہ
تھا اور عقل فراست میں بھی اوروں سے بڑھ
گیا تھا۔

قَالَتْ خَذِي مِنْهُ فَآخَذَتْ
مِنْهُ خَفْنَةً فَسَقَيْتُهُ ابْنِي
عَبْدَ اللَّهِ فَعَاشَ فَكَانَ مِنْ
بِرِّهِ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكُونَ
قَالَتْ وَلَقِيْتُ الْمَرَأَةَ فَرَعَمْتُ
أَنَّ ابْنَهَا بَرٌّ وَأَنَّ غُلَامًا لَا
غُلَامَ خَيْرَ قَمْتُهُ وَلَفْظُ ابْنِ
نُعَيْمٍ بَرٌّ وَعَقْلٌ عَقْلًا لَيْسَ
كَعُقُولِ النَّاسِ -

(بیہقی، احمد، خصائص کبریٰ ص ۳۸)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس آسیب کو فرماتے کہ نکل جا! تو اس کی مجال نہ تھی
کہ پھر ٹھہر سکتا۔ مگر پانی اس لئے منگوایا اور اس میں کلی فرمائی تاکہ صحابہ کرام کو میرے لعاب
مبارک کی تاثیر کا علم اور مشاہدہ ہو جائے، اسی لئے ام جندب نے بھی اس عورت سے
پانی حاصل کیا اور اپنے لڑکے کو پلایا کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب
مبارک میں ہر قسم کی برکتیں ہیں۔

سبحان اللہ لعاب مبارک کی یہ تاثیر کہ جانور کو آدمی بنا دیا۔ کیونکہ وہ لڑکا جب بات
ہی نہیں کرتا تھا اور اس میں عقل بھی نہ تھی تو اس کو حیوان ناطق کہنے ہی میں کلام ہے۔
صرف آدمی کی شکل و صورت اور قد و قامت کی بدولت کوئی آدمی نہیں ہو سکتا۔ جب
تک وہ ناطق و عاقل نہ ہو۔ ایسے کو عاقل و ناطق بنا دینا بعینہ حیوان کو آدمی بنا دینا ہے۔
حضرت عتبہ بن فرقد جنہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں
موصل کو فتح کیا تھا ان کی بیوی حضرت ام عاصم فرماتی ہیں کہ عتبہ کے ہاں ہم چار عورتیں
تھیں۔ ہم میں سے ہر ایک عتبہ کی خاطر ایک دوسری سے زیادہ خوشبودار رہنے کی کوشش
کرتی پھر بھی جو خوشبو عتبہ کے وجود سے آتی وہ ہماری خوشبو سے بہت زیادہ اچھی ہوتی۔

وَكَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى النَّاسِ قَالُوا
مَا شَمِنَّا رِيحًا أَطِيبَ مِنْ رِيحِ
عُتْبَةَ فَقُلْنَا لَهُ فِي ذَلِكَ قَالَ
أَخَذَنِي الشَّرِي عَلَى عَهْدِ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَّوْتُ
ذَلِكَ إِلَيْهِ فَأَمَرَنِي أَنْ أَتَجَرَّدَ
فَتَجَرَّدْتُ عَنْ ثَوْبِي وَتَعَدَّتُ
بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَلْقَيْتُ ثَوْبِي
عَلَى فَرْجِي فَفَنَفَثَ فِي يَدِي
ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى ظَهْرِي
وَبَطَّنِي بِيَدِهِ فَعَبَّقَ بِهَذَا
الطَّيْبِ مِنْ يَوْمَئِذٍ -

(خصائص کبری ص ۸۴)

اور جب وہ لوگوں میں جا بیٹھتا تو لوگ کہتے کہ
ہم نے کوئی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو عتبہ کی
خوشبو سے اچھی ہو۔ ایک دن ہم نے اس
کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں میرے بدن
پر آبلے پڑے (پھنسیاں) نمودار ہوئیں۔ میں نے
آپ کی خدمت میں اس بیماری کی شکایت کی
آپ نے مجھ سے فرمایا کپڑے اتار دے! میں نے
کپڑے اتار دیئے اور اپنا ستر چھپا کر آپ کے
سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنا مبارک لعاب دہن
اپنے دست مبارک پر ڈال کر میری پشت اور
میرے پیٹ پر مل دیا۔ اس دن سے مجھ میں
یہ خوشبو پیدا ہو گئی اور میری بیماری جاتی رہی

یہاں مقصود ان کی پھنسیوں کا علاج تھا مگر لعاب مبارک نے ان کے جسم پر وہ اثر
کیا کہ بیماری کو دور کر کے جسم کو پاکیزہ اور خوشبودار بنا دیا، اعلیٰ درجہ کی خوشبو بھی، اگر جسم
پر لگا دی جائے تو دو چار روز سے بڑھ کر اس کا اثر نہیں رہ سکتا مگر سبحان اللہ لعاب دہن
کی تاثیر دیکھئے جسم میں سرایت کر گئی، مادہ جسم کی ماہیت کو بدل کر دائمی معطر کر دیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے غزوہ خندق کے دن کچھ تھوڑا سا کھانا پکانے کا انتظام
کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ تھوڑا سا
کھانا ہے چند اصحاب کو اپنے ہمراہ لے چلیں! فرمایا جاؤ اور اپنی بیوی سے کہہ دو کہ جب
تک میں نہ آؤں ہانڈی چولہے سے نہ اتارے اور روٹیاں نہ پکائے اور باواز بند پکار
کر فرما دیا کہ اے اہل خندق جابر نے ہماری دعوت کی ہے سب چلو! حضرت جابر فرماتے
ہیں کہ یہ سن کر میں جلدی سے گھر گیا اور بیوی سے کہا اے نیک بخت حضور صلی اللہ علیہ

وسلم مع تمام مہاجرین اور انصار اور دیگر ہمراہیوں کے تشریف لارہے ہیں اس نے کہا کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ کھانا بہت مختصر ہے؟ فرمایا ہاں! کہا تو پھر کوئی فکر کی بات نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔

فَاخْرَجْتُ لَهَا عَجِينًا فَبَصَقَ فِيهِ وَبَارَكَ ثُمَّ عَمَدَ إِلَى بَرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ فَأَقْسَمَ بِاللَّهِ لَقَدْ أَكَلُوا وَهَذَا لَفٍ حَتَّى تَرَكُوهُ وَإِنْ حَرَفُوا وَإِنْ بَرَمْتِنَا لَتَغِطَّ كَمَا هِيَ وَإِنْ عَجِينَنَا لِيُخْبِرُ كَمَا هُوَ۔

تو میں گندھا ہوا آٹا آپ کے روبرو لایا، آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور دعاء برکت فرمائی۔ پھر ہانڈی کی طرف بڑھے اور اس میں بھی اپنا لعاب مبارک ڈالا اور دعاء برکت فرمائی۔ جب کھانا تیار ہوا تو تقسیم شروع فرمائی حضرت جابر قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ایک ہزار صحابہ تھے۔ سب نے سیری سے کھایا مگر پھر بھی کھانا اسی

(بخاری ۵۸۸ مسلم و خصائص کبریٰ ص ۲۱۴) طرح باقی رہا۔ گویا کہ کسی نے کھایا ہی نہیں۔

غور کیجئے کہ حضرت جابر نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چند آدمیوں کے ساتھ دعوت دی اور آپ نے خود اپنی طرف سے تمام کو دعوت دے دی، یہ کیسی عجیب بات ہے؟ اس راز کو ہر شخص معلوم نہیں کر سکتا، البتہ اہل بصیرت جانتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو اس قسم کے معاملات میں تصرف و اقتدار دیا تھا۔

ہر شخص جانتا ہے کہ بادشاہ اپنے وزراء اور امراء کو اقتدارات و اختیارات دیتا ہے اور وہ اس اقتدار و اختیار سے جو چاہتے ہیں کرتے ہیں، باوجود اس کے جب وہ بادشاہ کے روبرو ہوتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کو کسی قسم کی حکومت حاصل نہیں، اگر حکومت ہے تو بادشاہ ہی کو ہے۔ اسی طرح مقربانِ بارگاہِ خداوندی کی بھی حالت ہے، ان کو اقتدارات و اختیارات سب کچھ حاصل ہوتے ہیں مگر چونکہ وہ ہمیشہ مشاہدہ اور حضوری میں ہوتے ہیں اس لئے عاجزی اور تضرع کا ان پر غلبہ ہوتا ہے۔ مگر جب کوئی وقت آجاتا ہے تو پھر جو چاہتے ہیں کرتے ہیں، فی الحقیقت مقربانِ بارگاہِ الہی کی ایسی ہی کچھ نرالی حالت ہوتی ہے جس کا سمجھنا معمولی عقولوں کا کام نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زمزم شریف کا ایک ڈول لایا گیا۔

فَدَجَّرَ فِيهِ فَصَّارَ أَطْيَبَ مِنْ
الْمِسْكِ - (شفاء شریف ۲۱۸)

حضرت حبیب کے والد حضرت فدیک یا فریک کی آنکھیں سانپ کے انڈوں پر پاؤں

آجانے کی وجہ سے سفید ہو گئیں۔

اور انہیں دونوں آنکھوں سے کچھ بھی نظر نہ آتا تھا

فَكَانَ لَا يَبْصُرُ بِهَمَّا شَيْئًا فَفَنَثَّ رَسُولُ

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آنکھوں

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَيْنَيْهِ

میں تھوک دیا تو وہ بینا ہو گئے اور سب کچھ نظر

فَأَبْصَرَ فَرَأَيْتُهُ يَدْخُلُ الْخَيْطَ فِي

آنے لگا۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو دیکھا

الْإِبْرَةِ وَهُوَ ابْنُ تَمَّازِينَ -

کہ وہ اتنی برس کی عمر میں سوئی میں خود دھاگا

(بیہقی، طبرانی، شفاء شریف ص ۲۱۳ خصائص کبریٰ

ڈالا کرتے تھے۔

ص ۶۹، زرقانی علی المواہب ص ۱۸۸)

سانپ کے انڈوں پر پاؤں آجانے سے ان کی بینائی کا زائل ہو جانا ایک عجیب بات

ہے شاید ظاہر بینیوں کو اس قسم کے اثر ماننے میں تامل ہوگا، مگر اہل علم و عقل جانتے ہیں کہ

اشیاء کی تاثیرات خاص خاص مقامات پر ہوتی ہیں، ادویہ کا حال دیکھنے کوئی دوا سر میں تاثیر

کرتی ہے کوئی جگر میں کوئی گردہ اور کوئی مشانہ وغیرہ میں، ستاروں کی تاثیرات کا یہ حال ہے کہ

اتنی دور سے کسی کی تاثیر سے غلہ میں دودھ وغیرہ پیدا ہوتا ہے اور کسی کی تاثیر سے غلہ پختہ ہوتا

ہے۔ علیٰ ہذا القیاس سانپ کے انڈے کی تاثیر خاص آنکھوں سے متعلق ہو تو کیا تعجب ہے؟

غرض کہ معنوی آثار کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کس چیز میں کس قسم کی تاثیرات رکھی

ہیں۔ کسی بات کے سمجھ میں نہ آنے سے اس پر اعتراض کر دینا عقلمند کا کام نہیں جب عموماً

اشیاء میں ایسی تاثیرات رکھی ہیں کہ ان کے سمجھنے میں عقل حیران ہوتی ہے۔

تو اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لعابِ دہن میں ہمہ اقسام کی تاثیرات رکھی گئی ہوں

تو کیا تعجب ہے، وہ تو باعثِ ایجادِ عالم ہیں، تمام عالم نے ضرور آپ کا مستحضر اور ممنون ہونا

تھا، اسی وجہ سے آپ کے تصرفات تمام عالم پر برابر جاری ہیں۔

ایک مبارک فضل میں ایسی تاثیرات ہوں تو جن پر خاص نظر مبارک تھی ان کے قوائے روحانی اور بصیرت کا کیا حال ہوگا؟ اسی وجہ سے کوئی ولی کسی صحابی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔ حضرت ملاعب لانسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پیٹ میں سخت درد رہا کرتا تھا۔ میں نے ایک شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بغرض شفا بھیجا۔

فَتَنَاوَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَدَارَةً مِنَ الْأَرْضِ فَتَقَلَّ فِيهَا تُحْرِنَاؤُهَا
إِيَّاهُ فَقَالَ دَفْرَهَا (اے خلطہا) بِسَاءِ
ثُمَّ اسْقَهَا إِيَّاهُ ففَعَلَ فَيَرَأُ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھیلا زمین سے
لے کر اس پر تھوکا اور فرمایا کہ اس کو پانی میں گھول
کر پلا دو۔ جب وہ پلایا گیا تو فوراً صحت ہو گئی۔
(خصائص ص ۷۷)

اس حدیث مبارک سے ظاہر ہے کہ لعاب مبارک میں خاص قسم کی تاثیر تھی اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پہنچانے کی یہ تدبیر کی کہ ڈھیلا پر ڈالا، وہ ڈھیلا میں جذب ہو گیا اور وہ ڈھیلا پانی میں گھول کر پلایا گیا تو اس کی تاثیر یہ ہوئی کہ ایک مہتر بیماری جاتی رہی۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح خیبر کے دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آنکھوں پر آشوب تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا۔
فَبَصَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ فَبَرِحَتْ
كَانَ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ -
اور اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں ڈال دیا،
اور دعاء فرمائی تو وہ فوراً تندرست ہو گئے گویا
کبھی درد چشم ہوا ہی نہ تھا۔

(بخاری شریف ص ۶۶)

امام المسلمین امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَعَلَىٰ مَنْ رَمَدِيَهُ دَاوِيَتُهُ

فِي خَيْبَرَ فَشَفَىٰ بِطَيْبِ لَمَّاكَ (قصیدہ نعمان)

اور خیبر کی لڑائی میں جب کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آشوب ہوا تو آپ کے لب مبارک لگانے سے اسی وقت شفا ہو گئی تھی۔

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رُمِيتُ بِسَهْمٍ يَوْمَ بَدْرٍ فَفَقَمْتُ
عَيْنِي فَبَصَقَ فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَعَا لِي فَمَا أَذَانِي
مِنْهَا شَيْءٌ

کہ بدر کے دن میری آنکھ میں تیر لگا تو وہ پھوٹ
گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا تھوک
مبارک ڈال دیا اور دعا فرمائی۔ پس مجھے اس تیر
کے لگنے کی ذرا بھی تکلیف نہ رہی اور آنکھ بالکل
درست ہو گئی۔

(خصائص کبریٰ ص ۲۱۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَأَنْكَفَاتِ الْقِدْرِ عَلَى ذِرَاعِ مُحَمَّدٍ
بْنِ حَاطِبٍ وَهُوَ طِفْلٌ فَسَسَّ عَلَيْهِ
وَدَعَا لَهُ وَتَفَلَ فِيهِ فَبَرَأَ لِحَيْنِهِ
(شفاء شریف ص ۲۱۲)

کہ محمد بن حاطب جو بچے تھے ان کے ہاتھ پر پکتی
ہوئی ہنڈیا گر پڑی جس سے ان کا ہاتھ جل گیا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جلی ہوئی جگہ پر ہاتھ
مبارک پھیرا اور دعا فرمائی اور اس پر تھوک دیا
تو وہ ہاتھ اسی وقت اچھا ہو گیا۔

بخاری، بیہقی، خصائص کبریٰ

ص ۲۹، زرقانی ص ۱۹۲)

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے میرے چہرے

پر ایسا زخم مارا کہ سر کی ہڈیاں تک کھل گئیں۔

فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَكَشَفَ عَنْهَا وَتَفَلَ فِيهَا
فَمَا أَذَانِي مِنْهَا شَيْءٌ

میں اسی حال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پی ٹی کھول
کر اس زخم میں تھوک دیا۔ پس اس کے بعد مجھے

(طبرانی، خصائص ص ۲۱۶)

بالکل تکلیف نہ ہوئی اور وہ زخم اچھا ہو گیا۔

چہرے پر ایسا زخم جس سے سر کی ہڈیاں کھل گئیں وہ کیسا گہرا زخم ہوگا مگر لعاب مبارک
کی تاثیر سے وہ فوراً اچھا ہو گیا۔

حضرت عمرو بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کا پاؤں کٹ گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم نے اس پر تھوک دیا۔ وہ پاؤں اسی وقت اچھا ہو گیا۔

(اصابہ ترجمہ عمرو بن معاذ انصاری)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کہ غزوہ ذی قرد (محرم ۳۵ھ) میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر ایک تیر لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا۔

فَبَصَقَ عَلَيَّ اَثْرَ سَهْمٍ فِي وَجْهِ اَبِي قَتَادَةَ قَالَ فَمَا ضَرَبَ عَلَيَّ وَلَا قَاحَ - (شفاء شریف ص ۲۱۲)

اور زخم پر تھوک دیا، فرماتے ہیں کہ اس وقت سے نہ تو مجھے درد ہوا اور نہ زخم میں پیپ پڑی بلکہ اچھا ہو گیا۔

اس لعاب دہن کو جاں بخش کہنا چاہیے کہ وہ زخم کاری جس کی دوا نہ ہوتی تو ہلاکت کو پہنچا دیتا، اس کو فوراً اچھا کر دیا۔

غزوہ خیبر کے دن حضرت سلمہ بن اکوع کی پنڈلی پر ایسی ضرب شدید لگی کہ لوگوں کو گمان ہوا کہ شہید ہو گئے، فرماتے ہیں۔

فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَنَفَثَ فِيهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اسْتَكْبَرَتْهَا حَتَّى السَّاعَةَ -

کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوا آپ نے تین بار اس پر دم کر دیا پھر پنڈلی میں کبھی درد نہ ہوا۔

(بخاری شریف ص ۶۰۵)

جنگ احد میں حضرت کلاثم بن حصین کے سینے میں ایک تیر لگا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے۔

فَبَصَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ فَبَرَأَ (شفاء شریف ص ۲۱۲)

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے زخم پر تھوک دیا۔ وہ فی الفور اچھے ہو گئے۔

جنگ بدر میں ابو جہل نے حضرت معوذ بن عفرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔

فَجَاءَ يَحْمِلُ يَدَاكَ فَبَصَقَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّبْرُهَا فَلَصِقَتْ -

تو وہ اپنا ہاتھ اٹھائے ہوئے حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تھوک دیا اور اس کو ملا دیا وہ اسی وقت جڑ گیا اور ایسا معلوم

ہوتا کہ کبھی کٹا ہی نہ تھا۔

(شفاء شریف ص ۲۱۳)

کیا عقلی قاعدے سے ممکن ہے کہ ہاتھ کٹ کر الگ ہو جائے اور وہ پھر کسی تدبیر سے اپنی اصلی حالت پر آجائے ہرگز نہیں۔
مگر سبحان اللہ لعابِ دہن کی یہ تاثیر تھی کہ کٹا ہوا ہاتھ دوبارہ جڑ کر اپنی اصلی حالت پر آگیا۔

اب چاہے اسے روحانی اثر، یا دوا، یا معجزہ کہئے۔ معجزہ کہنے میں اس وجہ سے تاثر ہوتا ہے کہ یہ تاثیر بتا کر کسی کافر کو عاجز کرنا مقصود نہ تھا۔ اگر دوا کہیں تو کوئی دوا ایسی نہیں سنی گئی کہ کٹا ہوا ہاتھ فوراً جوڑ دے اور ردھی نہ ہو، دراصل بات کچھ اور تھی جس کا سمجھنا معمولی عقولوں کا کام نہیں ہے۔

آزمودم عقل دور اندیش را

بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

امام قاضی عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

فَبَصَّقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَلَى سَاقِ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ
يَوْمَ الْخَنْدَقِ إِذِ انْكَسَرَتْ فَبَرِيئٌ
مَكَانَهُ وَمَا نَزَلَ عَنْ فَرَسِهِ۔
کہ غزوہ خندق کے دن حضرت علی بن حکم کینڈلی
ٹوٹ گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تھوک
دیا تو وہ اسی وقت اسی جگہ لپٹے ہو گئے حالانکہ
وہ اپنے گھوڑے سے بھی نہ اتر سکتے تھے۔

(شفاء شریف ص ۲۱۳)

سبحان اللہ اب دہن مبارک عجیب نسخہ جامعہ تھا کہ ہر مرض کی دوا اور محتاج کا حجت
روا تھا۔ غور کیجئے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لعاب مبارک کی تاثیرات کا مشاہدہ کرتے
ہوں گے تو ان کے نزدیک اس لعاب مبارک کی وقعت اور شان کیا ہوگی، اسی وجہ سے
وہ ان برکات کے حصول کے ہر وقت طالب رہتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے لعاب مبارک میں رکھی تھیں۔

جنگ بدر میں حضرت حبیب بن یساف کے مونڈھے پر ایک ایسی ضرب لگی جس سے
مونڈھے کی ایک کروٹ لٹک پڑی۔

فَرَدَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَنَفَتْ عَلَيْهِ حَتَّى صَحَّ -
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لٹکی ہوئی
کروٹ کو اس کی جگہ پر رکھ کر اوپر تھوک دیا
تو وہ مونڈھا بالکل صحیح ہو گیا۔ (شفاء شریف ص ۲۱۳)

حضرت حبیب فرماتے ہیں میں نے اسی ہاتھ سے اس کو قتل کیا جس نے میرے مونڈھے
پر ضرب لگائی تھی۔ (بیہقی، خصائص کبریٰ ص ۵۶)

ممکن ہے یہاں کسی کو یہ خدشہ پیدا ہو کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قدرت
حاصل تھی تو چاہیے تھا کہ لشکر اسلام میں کوئی شخص زخمی ہو کر نہ مرتا، حالانکہ صد ہا آدمی زخموں
سے شہید ہو گئے۔ فی الحقیقت یہ ایک عقدہ لائیکل ہے۔ اس کا سمجھنا اور سمجھانا معمولی عقول کا
کام نہیں مگر غور و تامل سے اگر کام لیا جائے کہ کچھ نہ کچھ سمجھ میں آجائے۔

اس بات کا انکار نہیں ہو سکتا کہ اکثر آدمی بیماریوں سے مرتے ہیں اور ہر بیمار اپنی
بیماری کا حال طبیبوں اور ڈاکٹروں سے بیان کرتا ہے اور وہ بھی اپنے اصولوں کے مطابق
علاج کرتے ہیں جس سے بہت سے لوگوں کو صحت ہو جاتی ہے، اور جس طبیب کا تجربہ وسیع
اور جس کے ہاتھ پر زیادہ لوگوں کو صحت ہو جاتی ہو، اکثر لوگ اس کی طرف رجوع کرتے ہیں
اور وہ بھی بہ قدر امکان علاج میں کوتاہی نہیں کرتا، باوجود اس کے جس کی قضا آجاتی ہے
اس کے علاج سے وہ طبیب بھی عاجز آجاتا ہے اور وہ مریض مرجاتا ہے، اگر طبیبوں اور
ڈاکٹروں کے علاج سے موت رک سکتی تو دنیا میں کوئی بادشاہ اور مالدار نہ مرتا، بادشاہوں
کے علاج کے واسطے ہر ملک کے منتخب طبیب جمع کئے جاتے ہیں اور بڑی بڑی امیدیں
ان کو دلائی جاتی ہیں مگر انہیں کے زیر علاج مرنے والا مرجاتا ہے، اس سے ظاہر ہے کہ
موت کسی حال میں ٹل نہیں سکتی مگر باوجود اس کے ڈاکٹروں اور طبیبوں پر یہ الزام نہیں
لگایا جاتا کہ تم نے اس کو مار ڈالا یا علاج میں غفلت کی کیونکہ سب جانتے ہیں کہ موت
کا علاج نہیں۔ مولانا روم فرماتے ہیں

چون قضا آید طبیب ابلہ شود
 داں دوا در نفع خود گمراہ شود
 جب بیمار کی قضا آجاتی ہے تو طبیب کی عقل ماری جاتی ہے وہ کچھ کا کچھ نسخہ
 تجویز کر بیٹھتا ہے اور اگر نسخہ درست و مفید بھی ہو تو وہ دوا اپنے مستلمہ فائدہ کے بجائے
 الٹی تاثیر کرتی ہے۔

از ہلیدہ قبض شد اطلاق رفت

آب آتش را مدد شد بمحو نفث

ہلیدہ جو قبض کشا ہے اس سے قبض ہو گئی اور کھل کے اجابت ہونا جاتا رہا، اسی
 طرح پانی جو ٹھنڈی چیز ہے مٹی کے تیل کی طرح آتش بخار کی مدد بن گیا۔

ایں قضا ابرے بود خورشید پوش

شیر و اثر در ہا بود زو بمحو موش

غرض یہ قضا ایک بادل ہے سورج کو چھپانے والا، جس کے آگے شیر اور اثر دھے
 چوہے کی طرح ضعیف و عاجز ہیں۔

اللہ تعالیٰ عالم پیدا کرنے سے پہلے ہر چیز کا اندازہ کر چکا ہے کہ فلاں چیز اتنی مدت
 تک باقی رہے گی اور اس میں فلاں فلاں قسم کے تغیرات واقع ہوں گے اسی کو تقدیر
 اور قضا کہتے ہیں اور یہ قضا دو قسم کی ہے ایک مُعَلَّق اور دوسری مُبَرَّم۔

معلق وہ ہے کہ کسی وجہ یعنی دُعا یا دوا یا صدقات وغیرہ سے ٹل جائے، اگر وہ دُعا
 یا دوا یا صدقہ نہ کیا جائے تو ہلاکت کی نوبت آجائے اسی وجہ سے آدمی بیماری یا مُصِیبت
 کے وقت دُعا یا دوا یا صدقہ وغیرہ کرتا ہے اور صحت ہو جاتی ہے جس سے طبیب یا دُعا کرنے
 والا نیک نام ہو جاتا ہے اور قضاے مبرم وہ ہے کہ نہ دُعا سے ٹلے نہ دوا وغیرہ سے۔

اس سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی معاملے میں دیکھتے
 کہ قضاے مُعَلَّق ہے تو دُعا یا کسی اور قسم کا تصرف فرماتے اور جب دیکھتے کہ قضاے مُبَرَّم
 ہے تو کسی قسم کا تصرف نہ فرماتے بلکہ راضی برضاے الہی رہتے کیونکہ یہ تو منظور ہی نہ تھا کہ

خدا تبارک و تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی کام کریں۔ یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو اطلاع دی کہ حضرت امام حسین حالتِ غربت میں انواع و اقسام کے مصائب اور سختیاں اٹھا کر شہید ہوں گے تو آپ نے اس کے قبول کرنے میں ذرا بھی تامل نہ فرمایا، اسی طرح صحابہ کرام کی شہادت کے وقت آپ اپنے تصرفات ظاہر نہیں فرماتے تھے کیونکہ جانتے تھے کہ یہ قضاے مبرم ہے۔

بعض لوگوں نے قضا کی تین قسمیں فرمائی ہیں معلق، مبرم اور معلق شبیہ بالمبرم۔ تیسری قسم کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوح محفوظ میں تو مبرم لکھی ہوتی ہے مگر اللہ کے نزدیک معلق ہوتی ہے۔ خاص محبوبانِ خدا کی دُعاؤں سے یہ بدل جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا ہے کہ میری دُعا سے قضاے مبرم بھی ٹل جاتی ہے۔ اس سے یہی تیسری قسم ہی مراد ہے جیسا کہ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ملا طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مجدد صاحب کے صاحبزادوں کے معلم خاص تھے کی پیشانی کو نظر بصیرت و کشف سے دیکھا تو ان کی پیشانی پر شقی (بد) لکھا ہوا تھا حضرت نے اپنے صاحبزادوں سے یہ کیفیت بیان فرمائی۔ صاحبزادے ملتس ہوئے کہ حضرت دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی شقاوت کو سعادت سے بدل دے۔

فَقَالَ الْمَجِدُّ نَظَرْتُ فِي اللُّوحِ الْمُحْفَوظِ
فَإِذَا فِيهِ أَنَّهُ قَضَاءٌ مُّبْرَمٌ لَا يُمْكِنُ
رُدُّهُ فَالْجَاءَ وَكَلَاهُ الْكَرِيمَانِ فِي الدُّعَا
لَمَّا التَّمَسَّامَنَهُ فَقَالَ الْمَجِدُّ فَذَكَرْتُ
مَا قَالَ غَوْثُ الثَّقَلَيْنِ السَّيِّدُ السَّنْدُ
مُحِي الدِّينِ عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِيلِيُّ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ الْقَضَاءَ الْمُبْرَمَ
أَيْضًا يَرُدُّ بِدَاعُوْتِي فَدَاعَوْتُ اللَّهَ

حضرت مجدد صاحب نے فرمایا ہم نے لوح محفوظ
میں نظر فرمائی تو وہاں بھی شقی ہی لکھا ہوا تھا اور
یہ بھی تھا کہ یہ قضاے مبرم ہے جس کا بدلنا ممکن نہیں
مگر صاحب زادوں نے دُعا کیلئے پُر زور التجا کی حضرت
مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت غوث
الثقلین السید السند محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ
اللہ علیہ کا قول یاد کر کے کہ بے شک میری دُعا
سے قضاے مبرم بھی ٹل جاتی ہے اللہ پاک سے

سُبْحَانَہٗ وَقُدُّسٌ اللّٰهُمَّ رَحْمَتُكَ وَسِعَتْ
 وَفَضْلُكَ غَيْرُ مُقْتَصِرٍ عَلٰی اَحَدٍ
 اَرْجُوْا وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَمِيْمِ
 اَنْ تُجِيبَ دَعْوَتِيْ فِيْ مَحُوْر كِتَابِ الشَّقَاءِ
 مِنْ تَاَصِيْبَةٍ مُّلا طَاهِرِ اِنَّهُ فُحِي مِنْهَا
 كَلِمَةٌ شَقِيَّةٌ وَكُتِبَ مَكَانَهَا سَعِيْدٌ
 وَمَا ذٰلِكَ عَلٰی اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ
 دُعا کی اور عرض کیا کہ اے اللہ تیری رحمت
 وسیع ہے اور تیرا فضل کسی ایک پر ہی محدود
 نہیں، میں امیدوار ہوں اور تجھ سے تیرے
 فضل عمیم کا سوال کرتا ہوں کہ میری دُعا قبول
 فرما اور ملا طاہر کی پشیمانی سے شقاوت مٹا
 دے۔ چنانچہ الحمد للہ کہ کلمہ شقی مٹ گیا
 اور سعید لکھا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ پر کچھ مشکل
 نہیں۔

(تفسیر منظر ہی ص ۲۰۰ زیر آیت یحٰی اللہ ما یشاء وثبت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صوف و رحیم علیہ التحیۃ والتسلیم

نے فرمایا۔

اَكْثَرُ مِنَ الدُّعَاءِ فَاِنَّ الدُّعَاءَ
 يَرُدُّ الْقَضَاءَ الْمُبْرَمَ۔
 دُعا زیادہ کرو بے شک دُعا قضاے مبرم کو بھی
 مائل دیتی ہے۔

(ابن عساکر، خطب، کنز العمال جلد ثانی ص ۳۹)

ثابت ہوا کہ محبوبانِ خدا کی دُعا سے قضاے مبرم بھی ٹل جاتی ہے۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اور یہ بھی ثابت ہوا کہ لوحِ محفوظ اولیاءِ کاملین کے پیشِ نظر ہوتی ہے۔

لوحِ محفوظ است پیشِ اولیاء

(ثنوی)

فوائد

۱۔ یہ کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں بھی آپ کی احادیث لکھ لیا کرتے، اور آپ انہیں منع نہ فرماتے بلکہ فرماتے لکھو میرے منہ مبارک سے سوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا۔

۲۔ یہ کہ آپ کا دہن بے حد خوشبودار، بہت ہی بابرکت دافع الامراض اور دافع الالام ہے۔

۳۔ یہ کہ صحابہ کرام تکلیف و بیماری میں طبیب دو جہاں رحمت عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوتے اور حضور خدا داد قوت و برکت سے ان کی تکلیفوں و مصیبتوں اور بیماریوں کو دور فرماتے۔

۴۔ یہ کہ لوح محفوظ اولیاء اللہ کے پیش نظر ہوتی ہے۔

۵۔ یہ کہ اولیاء اللہ کی دعاؤں سے تقدیر بدل جاتی ہے۔

زبان مبارک

وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی ہمیں

اُس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

اُس کی پیاری فصاحت پہ بچہ درود

اُس کی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام

اُس کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں درود

اُسکے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس نہایت پاکیزہ علم و ادب، فصاحت و بلاغت، حق و صداقت اور لطف و محبت کا منبع و منظر تھی۔ آپ کا کلام شیریں، حق و باطل میں فرق کرنے والا، واضح اور مبین اور ہر قسم کے عیوب یعنی افراط و تفریط، جھوٹ و غیبت، بدگوئی اور فحش کلامی وغیرہ سے منزہ اور پاک تھا۔ گویا آپ کا کلام لڑھی کے موتی ہیں جو گر رہے ہیں۔

(ذرقانی علی المواہب ص ۹۹)

اس کے علاوہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو اس قدر علوم عطا فرمائے تھے کہ آپ ہر ایک زبان میں با محاورہ کلام فرماتے تھے۔ جب آپ دوسری زبان میں گفتگو فرماتے تو اس زبان کے قواعد فصاحت و بلاغت کے مطابق فرماتے کہ زبانِ داں بھی حیران رہ جاتے۔ محدثین کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ جب کوئی آدمی خواہ وہ کسی ملک کا ہوتا آئیے حضور حاضر ہو کر اپنی بولی میں کچھ بولتا تو آپ اسی بولی میں اس سے باتیں کرتے، یہ آپ کی زبان میں خدا داد قدرت و قوت تھی۔

(شفاء شریف ص ۴۲)

آپ کو ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ آپ تمام مخلوق کی طرف بھیجے گئے تھے، لہذا ضروری تھا کہ آپ کو تمام مخلوق کا علم دیا جاتا اور آپ تمام مخلوق کی زبانوں کے عالم ہوتے۔

علامہ شہاب الدین نخاجی مصری رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک وفد کی صورت میں چند لوگ کسی ملک سے آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے آپ

اس وقت مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ جب وہ لوگ مسجد میں آئے تو آپ کو پہچان نہ سکے (کیونکہ آپ بادشاہوں کی طرح امتیازی شان سے نہیں بلکہ صحابہ میں بل جُل کر بیٹھا کرتے تھے) تو ان میں سے ایک شخص نے اپنی بولی میں کہا۔ ”من ابوان اسران“ یعنی تم میں سے رسول اللہ کون ہیں، حاضرین میں سے کوئی نہ سمجھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اشکدار“ یعنی ”آگے آؤ“ یہ سن کر وہ آگے آئے اور اپنی بولی میں جو جو پوچھتے رہے آپ اس کا جواب ان کی بولی ہی میں دیتے رہے جس کو سوائے ان کے صحابہ کرام میں سے کوئی نہ سمجھا، آخر انہوں نے آپ کو اللہ کا رسول برحق تسلیم کر لیا، اور بعد از قبولِ اسلام اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔

(نسیم الریاض، مواہب لدنیہ)

محمد بن عبدالرحمن زہری اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن کسی شخص نے غیر عربی میں بایں الفاظ ”یا رسول اللہ اید الکرجل امراتہ“ سوال کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا۔ ”نعم اذا کان مفلجاً“

فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ
مَا قَالَ لَكَ وَمَا قُلْتَ لَهُ
قَالَ إِنَّهُ قَالَ أَيَمَا طَلُ الرَّجُلِ
أَهْلَهُ قُلْتُ لَهُ نَعَمْ إِذَا كَانَتْ
مُفْلِسًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ
اللَّهِ لَقَدْ طَفْتُ فِي الْعَرَبِ وَ
سَمِعْتُ فُصَحَاءَ هُمْ فَمَا سَمِعْتُ
أَفْصَحَ مِنْكَ قَالَ أَذْ بَنِي سَرِيٍّ

حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کی یا رسول اللہ! اس نے آپ سے کیا کہا اور آپ نے اس سے کیا فرمایا؟ فرمایا اس نے مجھ سے پوچھا کہ آدمی اپنی بیوی سے قرض لے کر ادائے قرض میں دیر لگا دے تو جائز ہے۔ میں نے کہا ہاں جب کہ وہ مفلس اور نادار ہو۔ یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ بولے کہ میں عرب کے شہروں میں پھرا ہوں، میں نے عرب کے بڑے بڑے فصحاء کو سنا ہے لیکن میں نے آپ سے زیادہ کوئی فصیح نہیں سنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے میرے رب نے سکھایا ہے۔

(خصائص کبریٰ صفحہ ۶۳)

(زرقانی علی المواہب ص ۱۱)

امام حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے شواہد النبوت سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچے اور اپنا کلام سنانا شروع کیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کو بطور ترجمان طلب کیا۔ (جو تاجر اور فارسی زبان کا عالم تھا) اس نے حضرت سلمان کا کلام سنا حضرت سلمان نے اپنے کلام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور ان لوگوں کی بُرائی کی تھی جو لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے سے روکتے تھے۔ مگر ترجمان یہودی نے یہ سمجھ کر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو فارسی جانتے نہیں، کہلے محمد! یہ سلمان تو آپ کو بُرا کہہ رہا ہے آپ نے فرمایا یہ تو ہماری تعریف اور ان کافروں کی بُرائی کر رہا ہے جو لوگوں کو ہمارے پاس آنے سے روکتے ہیں۔ یہ سن کر

فَقَالَ الْيَهُودِيُّ يَا مُحَمَّدٌ قَدْ كُنْتُ
قَبْلَ هَذَا أَتَيْتُكَ وَالْآنَ تَحَقَّقَ
عِنْدِي أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ وَأَشْهَدُ
أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّكَ
رَسُولُ اللَّهِ -
(سيرة الحلبيّة ص ۱۸۲)

اس یہودی نے کہلے محمد! بے شک اس سے
پہلے تو میں آپ کو بُرا جانتا تھا مگر اب میرے
نزدیک ثابت ہو گیا ہے کہ بلاشبہ آپ اللہ
کے سچے رسول ہیں پس میں گواہی دیتا ہوں کہ
اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور
بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین سے فرمایا کہ سلمان کو عربی سکھا دو!
فَقَالَ قُلْ لَهُ لِيَغِيضَ عَيْنَيْهِ
وَيَفْتَحْ فَاهُ ففَعَلَ سَلْمَانُ فَتَقَلَّ
جِبْرِيْلُ فِي فِيهِ فَشَرَعَ سَلْمَانُ
يَتَكَلَّمُ بِالْعَرَبِيِّ الْفَصِيحِ -
تو جبریل نے فرمایا آپ سلمان سے کہئے کہ وہ آنکھیں
بند کر لیں اور منہ کھول دیں، انہوں نے ایسا ہی
کیا تو جبریل نے ان کے منہ میں تھوکا پس حضرت
سلمان نے فصیح عربی بولنی شروع کر دی۔

(سيرة الحلبيّة ص ۱۸۲)

حضرت زید بن ارقم اور حضرت انس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ طیبہ کے ایک رستے سے گزرے تو وہاں ایک اعرابی کا خیمہ نصب تھا

خمیرہ کے باہر ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی اور قریب ہی وہ اعرابی زمین پر دھوپ میں سویا ہوا تھا۔ اس ہرنی نے تین مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا رسول اللہ کہہ کر پکارا۔ آپ نے فرمایا تجھے کیا مشکل پیش آگئی؟ ہرنی نے کہا کہ اس اعرابی نے مجھے پکڑ کر باندھ دیا ہے اور میرے بہت چھوٹے دونے تھے اس جنگل کے فلاں پہاڑ میں ہیں آپ مجھے آزاد کرادیں تاکہ میں ان کو دودھ پلا کے آجاؤں؟ فرمایا کیا واقعی واپس آجائے گی؟ اس نے کہا اگر میں واپس نہ آؤں تو اللہ مجھے دردناک عذاب دے۔ آپ نے اُسے چھوڑ دیا۔ چنانچہ وہ گئی اور بچوں کو دودھ پلا کر واپس آگئی۔ آپ نے اسی طرح اس کو باندھ دیا۔ اتنے میں وہ اعرابی جاگ پڑا۔ تو اس نے آپ کو دیکھ کر کہا آپ کیسے تشریف لائے ہیں؟

قَالَ تَطْلُقُ هَذِهِ الظَّبْيَةَ فَأَطْلَقَهَا
فَخَرَجَتْ تَعْدُو فِي الصَّحَرَاءِ تَجْرِي
جَرِيًّا شَدِيدًا فَرَحًا وَهِيَ تَضْرِبُ
بِرِجْلَيْهَا الْأَرْضَ وَتَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّكَ لِرَسُولِ اللَّهِ -
وَأَنَّكَ لِرَسُولِ اللَّهِ (صلى الله عليه وسلم)

(زرقانی علی الموابب صفحہ ۱۵۱ دلائل النبوت ابو نعیم ص ۳۲)

اور اونٹ نے آپ کے حضور فریاد کی کہ میرا مالک کھانا کم دیتا ہے اور کام زیادہ لیتا ہے۔ (ابوداؤد) حضور نے فرمایا ہم اس پتھر کو پچھانتے ہیں جو قبل انہما انبتو ہم کو سلام کرتا تھا۔ (مشکوٰۃ) ستون حنا نے آپ کے فراق میں گریہ فرمایا تو آپ نے اس کو سینے سے لگالیا اور فرمایا اگر ہم اس کو سینے سے نہ لگاتے تو وہ قیامت تک روتا ہی رہتا۔

(شفاء شریف)

امام اعظم امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

وَالذِّئْبُ جَاءَكَ وَالغَزَالَةُ قَدَّ أَتَتْ
بِكَ تَسْتَجِيرُ وَتَحْتَجِي بِحِمَاكَ

اور بھیڑیے نے آپ کے پاس آکر آپ کی تصدیق کی اور ہرنی نے بحالتِ قہ

آپ کی پناہ مانگی اور وہ اظہارِ شادمانی کرتی تھی۔

وَكذَا الْوَحُوشُ أَتَتْ إِلَيْكَ وَسَلَّمَتْ

وَشَكَا الْبَعِيرُ إِلَيْكَ حَيْثُ رَاكَ

اور اسی طرح وحشی جانوروں نے آکر آپ کو سلام کیا اور اونٹ نے جب آپ کو دیکھا تو آپ کے حضور اپنے حال کی شکایت کی۔

وَدَعَوَتْ أَشْجَارًا أَتَتْكَ مُطِيعَةً

وَسَعَتْ إِلَيْكَ مُجِيبَةً لِنِدَاكَ

اور آپ نے درختوں کو بلایا تو وہ تعمیلِ ارشاد کرتے ہوئے آپ کے حضور دوڑ کر حاضر ہو گئے (اور آپ کی صداقت کی گواہی دی)

وَعَلَيْكَ ظَلَلَتِ الْغَمَامَةُ فِي الْوَرَى

وَالْجِزْمُ عَنَّا إِلَى كَرِيحٍ لِقَاكَ

اور بادلوں نے آپ پر سایہ کیا اور ستونِ حنا نے آپ کے فراق میں رو دیا۔

(قصیدۃ النعمان)

امام سیوطی اور امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہما روایت نقل فرماتے ہیں۔

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَمَّا وَجَّهَ رُسُلَهُ إِلَى الْمُلُوكِ فَخَرَجَ
سِتَّةَ نَفَرٍ مِنْهُمْ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ فَأَصْبَحَ
كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ يَتَكَلَّمُ بِلِسَانِ الْقَوْمِ
الَّذِينَ بَعَثَهُ إِلَيْهِمْ۔

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ صحابی ایک
ہی دن مختلف ملکوں کے بادشاہوں کی طرف
روانہ فرمائے تو ان میں سے ہر ایک (غیر سیکھے
پڑھے) اسی ملک کی زبان میں گفتگو کرنے لگا،
جس ملک کی طرف اس کو روانہ فرمایا تھا۔

(شفا شریف ص ۲۰۸ خصائص کبریٰ ص ۲)

جب غلاموں کو تصرف سے مختلف زبانوں کا عالم بنا دیا تو کیا خود مختلف زبانوں

کے عالم نہیں ہیں؟ ہیں اور ضرور ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

معلوم ہوا حضور تید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جانوروں، پتھروں، لکڑیوں اور دیگر سب

مخلوق کی بولیاں جانتے ہیں۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے بھائی انیس نے مجھ سے کہا کہ مجھ کو مکہ مکرمہ میں ایک کام ہے۔ تم بکریوں کی حفاظت رکھنا، یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ دیر کے بعد واپس آیا تو بولا کہ میں مکہ میں ایک شخص سے ملا ہوں جو کہتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، میں نے پوچھا لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں شاعر ہے، کاہن ہے، جادوگر ہے، پھر خود ہی کہنے لگا خدا کی قسم!

لَقَدْ سَمِعْتُ قَوْلَ الْكُهْنَةِ فَمَا هُوَ بِقَوْلِهِمْ
وَلَقَدْ وَضَعْتُ قَوْلَهُ عَلَى أَقْرَاءِ الشَّعْرِ
فَمَا يَلْتَنِمُ عَلَى لِسَانِ أَحَدٍ بَعْدِي أَنَّهُ
شِعْرٌ وَاللَّهِ أَنَّهُ لَصَادِقٌ وَأَنْتُمْ لَكَاذِبُونَ
(مسلم شریف کتاب الفضائل ص ۲۹۶، دلائل النبوت ص ۲۰۸)

میں نے کاہنوں کا کلام سنا ہے، اس کا کلام کاہنوں کا کلام نہیں، اللہ کی قسم میں نے اس کے کلام کو شعر کی تمام قسموں کے ساتھ ملا کر دیکھا ہے میرے بعد بھی کوئی یہ نہ کہے گا کہ اس کا کلام شعر ہے۔ خدا کی قسم! وہ سچا ہے اور وہ لوگ جو اسے شاعر وغیرہ کہتے ہیں، جھوٹے ہیں۔

یہ سن کر حضرت ابوذر غفاری مکتے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے اور جب اپنے بھائی انیس کے پاس واپس آئے تو ان کے اسلام کی خبر سن کر حضرت انیس اور ان کی والدہ بھی ایمان لے آئے۔ پھر مینوں اپنی قوم غفار میں آئے ان کو دیکھ کر ان کی آدمی قوم ایمان لے آئی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو باقی قوم بھی ایمان لے آئی۔ اسی طرح قبیلہ اسلم بھی مسلمان ہو گیا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ غِفَارُ غَفَرَ اللَّهُ لَهَا وَأَسْلَمَ سَأَلَهَا اللَّهُ۔

یعنی اللہ تعالیٰ قبیلہ غفار کو بخش دے اور قبیلہ اسلم کو سلامت رکھے۔ (بخاری ص ۱۳۷)

حضرت یزید بن رومان اور محمد بن کعب فرماتے ہیں کہ نبی سلیم میں سے ایک شخص جس کا نام قیس بن نسیبہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کا کلام سنا اور آپ سے کئی باتیں دریافت کیں، آپ نے ان کا جواب دیا، اس نے وہ سب کچھ یاد کر لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول برحق ہونے کو تسلیم کر لیا اور

مسلمان ہو گیا۔ پھر اپنی قوم میں جا کر کہنے لگا اے لوگو! بے شک میں نے روم کا ترجمہ فارس کا زمرہ، عرب کے اشعار، کاہن کی کہانت اور ملوک جمیر کا کلام سنا ہے، مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام، ان کے کلام میں سے کسی سے نہیں ملتا۔ وہ سچے نبی ہیں اس لئے تم میرا کہا مانو اور اس سے بہرہ ور ہو جاؤ۔

(طبقات ابن سعد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص ضماد نامی (میں کے قبیلہ) ازدشنوہ سے مکہ میں آیا تو اس نے بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ محمد کو جن ہے یا جنون تو اس نے کہا کہ میں ایسے بیماروں کا علاج اور منتر جانتا ہوں، میرے ہاتھ سے بہت لوگ شفا یاب ہوئے ہیں مجھے دکھاؤ وہ کہاں ہے، لوگ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ جب وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آکر بیٹھا، آپ نے اس وقت یہ پڑھا۔

ہم اللہ ہی کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی پر ایمان لاتے ہیں اور اسی پر توکل کرتے ہیں، نفس کی شرارتوں اور بڑے اعمال سے اسی کی پناہ مانگتے ہیں جس کو وہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہ کرے اس کا کوئی ہادی نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اس کا رسول برحق ہوں۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ
وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَ
نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَ
مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ
يَهْدِيَ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ
وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -

ضماد نے سن کر کہا پھر پڑھیے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پڑھا، ضماد نے کہا۔

وَاللَّهُ لَقَدْ سَمِعَتْ قَوْلَ الْكَاهِنَةِ وَ

خدا کی قسم میں بہت سے کاہنوں ساعروں اور

قَوْلَ السَّحَرَةِ وَقَوْلَ الشُّعْرَاءِ
فَمَا سَمِعْتُ مِثْلَ هَؤُلَاءِ
الْكَلِمَاتِ وَلَقَدْ بَلَغَن قَامُونَ
الْبَحْرَ فَهَلَّ يَدَاكَ أَبَايَعُكَ
عَلَى الْإِسْلَامِ فَبَايَعَهُ -

(مسلم، احمد، بیہقی،

خصائص کبریٰ ص ۱۳۳)

شاعروں کا کلام سن چکا ہوں لیکن ان کلمات کی
مثل میں نے نہیں سنا۔ یہ تو معنی ایک بجز خار
اور دریائے بے کنار ہیں، اپنا ہاتھ بڑھائیے
میں دین اسلام کو قبول کرتے ہوئے آپ کی بیعت
کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ مسلمان ہو گیا۔
(اور جو اس کو لائے تھے حیران و نادم ہو کر

پھر گئے)

حضرت زبیر بن بکار حضرت ابراہیم بن حارث سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے غزوہ ذی قردسہ میں ایک چٹمہ پر نزول فرمایا۔

فَقِيلَ لَهُ لَا سُنَّةَ بَيْتَانٍ وَمَاءٍ
وَمَلْحٍ فَقَالَ بَلْ هُوَ نَعْمَانٌ وَمَاءٌ
طَيِّبٌ فَطَابَ -

صحابہ نے عرض کیا حضور اس چٹمہ کا نام بیسان
اور اس کا پانی نمکین ہے فرمایا (نہیں) بلکہ
اس کا نام نعمان ہے اور اس کا پانی میٹھا ہے
تو وہ میٹھا ہو گیا۔

(مشتمل شریف ص ۲۱۸)

در اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی پر مہربان ہوتا ہے تو اس کو ایک خصوصیت
عطا فرماتا ہے کہ جو چیز وہ چاہے موجود ہو جائے۔ چنانچہ کل جنتیوں کو یہ خصوصیت عطا ہو
گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُنَّ أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا
تَدْعُونَ ۝ اور تمہارے لئے وہاں وہی کچھ ہے جو تمہارا جی چاہے گا۔ اور جو تم مانگو
گے۔

معلوم ہوا کہ جنتی کا دل جو چاہے گا اس کی خواہش کے مطابق اس چیز کا وجود قائم
ہو جائے گا۔ دوسرے الفاظ میں کہا جاسکتا ہے کہ ”کن“ عطا ہوگا یعنی جس چیز کو موجود کرنے
کا تصور ہوگا کن کہا، فوراً وہ چیز موجود ہو گئی۔

چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حکم بن عاص
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آجاتا اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرماتے تو وہ

منہ مار مار کر آپ کا سانگ لگایا کرتا تھا۔
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كُنْ كَذَاكَ فَلَمْ يَزَلْ يَخْتَلِجُ حَتَّى
مَاتَ -

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرما
دیا ایسا ہی ہو جا (بس آپ کی زبان مبارک
سے کلمہ کُنْ کانکنا تھا کہ وہ ایسا ہی ہو گیا) او
مرتے دم تک منہ مارتا رہا۔

(طبرانی، معجم، بہیقی، خصائص ص ۴۹)

دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کام کے لئے صاف لفظوں میں فرما دیا فوراً
اس کا وجود ہو گیا ہے

وہ زباں جس کو سب کُنْ کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
(اعلیٰ حضرت)

حضرت سلمہ بن اکوع فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بائیں
ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كُلْ بِيَمِينِكَ فَقَالَ لَا
أَسْتَطِيعُ قَالَ لَا اسْتَطَعْتَ مَا
مَنْعَهُ إِلَّا الْكِبْرُ قَالَ فَمَا رَفَعَهَا
إِلَى يَمِينِهِ -

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا دائیں
ہاتھ سے کھا۔ اس نے کہا دائیں ہاتھ سے نہیں
کھا سکتا یعنی بے کار ہے آپ نے فرمایا۔ جا
آج سے بیکار ہی ہے اس نے یہ جھوٹا عذر صرف
تکبر سے کیا تھا، چنانچہ اس دن سے وہ ہاتھ
ایسا بیکار ہوا کہ پھر کبھی منہ تک نہ آسکا۔

(مسلم - مشکوٰۃ ص ۵۳۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص وحی لکھتا تھا تو وہ مرتد ہو گیا،
اور مشرکوں سے مل گیا۔

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنَّ الْأَرْضَ لَا تَقْبَلُهُ -

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک
اس کو زمین قبول نہیں کرے گی (یعنی اپنے
اندر نہ رکھے گی)

(بخاری و مسلم و مشکوٰۃ ص ۵۳۵)

لہذا جب وہ مر گیا اور مشرکوں نے اُسے دفن کیا تو زمین نے باہر پھینک دیا، کئی مرتبہ قبر کو گہرا کر کے دفن کیا گیا مگر وہ جب بھی دفن کر کے واپس لوٹتے، قبر باہر پھینک دیتی۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ شخص قبر کے باہر ہی پڑا رہا۔ یہاں تک کہ اس کا جسم نیست و نابود ہو گیا مگر قبر یعنی زمین نے قبول نہ کیا۔

تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

امیر المومنین حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی نے سوال کیا یا رسول اللہ! کیا حج ہر سال فرض ہے۔

قَالَ لَا وَلَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجِبَتْ۔
فرمایا نہیں، اور اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال ہی فرض ہو جاتا۔

(ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، احمد)

ابن ماجہ میں فرمایا اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال فرض ہو جائے اور پھر تم ہر سال نہ کرتے تو عذاب کئے جاتے۔

ہے جنبش لب قانونِ خدا قرآن و خبر کی گواہی ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو طلحہ کے گھوڑے

کی ننگی پیٹھ پر سوار ہوئے اور وہ گھوڑا بہت

سُست رفتار تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم

واپس تشریف لائے تو فرمایا ہم نے تمہارے گھوڑے

کو دریا پایا یعنی خوب تیز پایا۔ اس کے بعد وہ

ایسا تیز رفتار ہو گیا کہ کوئی گھوڑا اس کے ساتھ

نہیں چل سکتا تھا اور ایک روایت میں ہے

کہ اس دن کے بعد کوئی گھوڑا اس سے آگے نہ

بڑھ سکتا تھا۔

فَرَكَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فَرَسًا لِأَبِي طَلْحَةَ بَطِيئًا

وَكَانَ يَقْطِفُ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ

وَجَدْنَا فَرَسَكَ هَذَا أَبْحَرًا فَكَانَ

بَعْدُ ذَلِكَ لَا يُجَارَى وَفِي رَأْوَايَةٍ

فَمَا سَبَقَ بَعْدَ ذَلِكَ الْيَوْمِ۔

(بخاری ص ۴، مشکوٰۃ ص ۵۳۶)

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اولیاء و ابدال جب کمال فنائیت حاصل کر کے فانی فی اللہ باقی با اللہ ہو جاتے ہیں تو اس وقت ان کو کُن عطا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

وہی حالۃ الفناء الّتی ہی غایۃ
 احوال الاولیاء و الأبدال شحہ
 قد یردّ الیہ التکوین فیکون جمیعہ
 ما یحتاج الیہ بإذن اللہ وہو
 قولہ جلّ و علا فی بعض کتبہ
 یا ابن آدم انا اللہ الذی لا
 الہ الا انا اقول للشیء کن
 فیکون اطعنی اجعلک تقول
 للشیء کن فیکون۔

اور یہی حالت فنا ہے جو اولیاء و ابدال کے احوال کی انتہا ہے۔ پھر ان کو "تکوین" (کُن کہنا) عطا ہو جاتا ہے تو پھر ان کو جس چیز کی بھی حاجت ہوتی ہے وہ سب کچھ باذن اللہ ہو جاتا ہے چنانچہ حق سبحانہ جل و علا کا ارشاد اس کی بعض کتب میں ہے کہ اے ابن آدم میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں وہ ہوں کہ کسی چیز کو کہتا ہوں ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے تو بھی میری اطاعت کر میں تجھے بھی ایسا کر دوں گا تو بھی کسی چیز کو کہے گا ہو جا تو وہ ہو جائے گی۔

(فتوح الغیب علی بہجۃ

الاسرار ص ۱۹)

جب اولیاء و ابدال کی یہ شان ہے کہ ان کو کُن عطا ہو جاتا ہے تو سید الاولیاء و الابدال بلکہ سید الانبیاء والمرسلین علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کیا شان ہے۔ بلاشبہ سچ فرمایا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ؎

وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی ہمیں

اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، چلتے ہوئے آپ نے حضرت حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) کے رونے کی آواز سنی تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا بچے کیوں روتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا پیاس کی وجہ سے، آپ نے سب کو آواز دے کر فرمایا کسی کے پاس پانی ہے؟ مگر

پانی کسی کے پاس نہ تھا آپ نے تیدہ سے فرمایا کہ ایک کو مجھے دو۔ انہوں نے دے دیا۔

فَاخَذَاهُ فَضَمَّهُ إِلَى صَدْرِهِ وَهُوَ
يَضْغُو مَا يَسْكُتُ فَأَدْلَعَهُ لِسَانَهُ
فَجَعَلَ يَمُضُّهُ حَتَّى هَدَأَ وَ
سَكَنَ فَلَمَّ اسْمَعَلَهُ بُكَاءً وَ
الْآخَرَ يَبْكِي كَمَا هُوَ مَا يَسْكُتُ
فَقَالَ نَاوِلِيْنِي الْآخَرَ فَنَادَلْتَهُ
إِيَّاهُ فَفَعَلَ بِهِ كَذَلِكَ فَسَكَّتَا
فَمَا اسْمَعُ لَهُمَا صَوْتًا -

آپ نے ان کو لے کر اپنے سینے سے لگایا وہ
اس وقت بہت رو رہے تھے تو آپ نے ان
کے منہ میں اپنی زبان ڈال دی، وہ چوسنے
لگے یہاں تک کہ ان کو تسکین ہو گئی اس کے
بعد وہ نہیں رونے اور دوسرے بستر رو
رہے تھے فرمایا اس کو بھی مجھے دو؟ انہوں نے
دے دیا تو آپ نے ان کے ساتھ بھی ایسا ہی
کیا چنانچہ وہ دونوں تسکین پا کر چپ ہو گئے
اس کے بعد ان کے رونے کی آواز نہیں سنی۔

(طبرانی، ابن عساکر، خصائص کبریٰ ص ۶۲)

فوائد

- ۱۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کی بولیاں جانتے ہیں اور تمام مخلوق سے زیادہ فصیح و بلیغ ہیں۔
 - ۲۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو نکلتا تھا، وہی ہو جاتا تھا۔ یعنی آپ صاحبِ کُن تھے۔
 - ۳۔ یہ کہ آپ کی زبان مبارک سے جو نکل جاتا وہی قانونِ الہی بن جاتا۔
 - ۴۔ یہ کہ اولیاء و ابدال کو بھی کُن عطا ہوتا ہے۔
-

ریشِ مبارک

ریشِ خوش مُعتدل مرہمِ ریشِ دل

ہالہ ماہِ ندرت پہ لاکھوں سلام

خط کی گردِ دہن وہ دل آرا پھبن

سبزہ نہرِ رحمت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک گھنی اور بہت ہی زیادہ خوشنما تھی ، آپ داڑھی مبارک کو تیل لگا یا کرتے اور شانہ (کنگھی) بھی کیا کرتے تھے اور اس کی لمبائی و چوڑائی سے کچھ لے لیا کرتے تھے اور مونچھیں مبارک کٹوایا کرتے تھے ۔
 آپ نے کبھی خضاب وغیرہ نہیں کیا کیونکہ آپ کی داڑھی اور سر مبارک میں بیس سے زیادہ سفید بال نہ تھے ۔

حضرت ابن سیرین تابعی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا ۔
 هَلْ كَانَتْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَضَبَ فَقَالَ لَوْ يَبْلُغُ الْخِضَابَ كَانَتْ فِي لِحْيَتِهِ شَعْرَاتٌ بِيضٌ ۔
 کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا تھا ؟ فرمایا آپ کو خضاب کی حاجت ہی پیش نہیں آئی کیونکہ آپ کی داڑھی میں (تقریباً) دس بال سفید تھے ۔

(مسلم شریف ص ۲۵۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔
 لَيْسَ فِي رَأْسِهِ وَلَا لِحْيَتِهِ عَشْرُونَ شَعْرَةً بِيضَاءً ۔
 آپ کے سر اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ تھے ۔

(شمائل ترمذی شریف حدیث نمبر ۱)

چنانچہ بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے سر اور داڑھی مبارک میں کُل سفید بال ترہ یا اٹھارہ تھے ۔

(زرقانی علی المواہب ص ۲۰۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کی اصلاح کی یعنی کم اور زائد بالوں کو درست کیا تو آپ نے اُس کے لئے دُعا فرمائی کہ

اللَّهُمَّ جَمِّلهُ فَأَسْوَدَّتْ لِحْيَتُهُ
بَعْدَ مَا كَانَتْ بَيْضَاءَ۔

اے اللہ اس کو زینت دے، راوی کہتے ہیں کہ اس یہودی کی داڑھی کے بال سفید ہو گئے تھے مگر اس دُعا کی برکت سے پھر سیاہ ہو گئے۔

(بیہقی، خصائص کبریٰ ص ۲۳)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

حَلَبَ يَهُودِيٌّ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَةً فَقَالَ اللَّهُمَّ جَمِّلهُ فَأَسْوَدَّتْ شَعْرُهُ حَتَّى صَارَ أَسَدًا سَوَادٍ مِنْ كَذَا وَكَذَا قَالَ مَعْمَرٌ وَسَمِعْتُ غَيْرَ قِتَادَةَ يَذْكُرُ أَنَّهُ عَاشَ تِسْعِينَ سَنَةً فَلَوْ لَيْشَبَّ۔

کہ ایک یہودی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اونٹنی کا دودھ دیا۔ آپ نے اس کے حق میں دُعا فرمائی اے اللہ اس کو حسن و جمال عطا فرما۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کی داڑھی کے بال نہایت درجہ کے سیاہ ہو گئے اور وہ نوے سال زندہ رہا مگر داڑھی اس کی سفید نہ ہوئی۔

(خصائص کبریٰ ص ۸۳)

بال سفید ہو جانے کے بعد عادتاً سیاہ نہیں ہو سکتے، اگرچہ ممکن ہے کہ کسی دوائی وغیرہ کے استعمال سے بغیر خضاب کے سیاہ ہو جائیں مگر اب تک ایسا بوڑھا شخص دیکھا نہیں گیا جس کی داڑھی سفید ہونے کے بعد پھر سیاہ ہو گئی ہو۔

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہے کہ بغیر کسی دوا وغیرہ کے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا سے ان دونوں یہودیوں کی داڑھی سفید ہونے کے بعد سیاہ ہو گئی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ

حضرت ایشاں می فرمودند کہ یکبارگی مرا حضرت ایشاں فرماتے تھے کہ ایک دفعہ مجھے بخار تپ گرفت و آل مرض امتداد یافت ہوا اور مرض نے طول پکڑا کہ زندگی کی امید نہ رہی۔

وامید حیات بسر آمد در آن ساعت نعرہ
 واقع شد در آن نعرہ حضرت شیخ عبد العزیز
 ظاہر شد ندی فرمایند لے فرزند حضرت
 پیغامبر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتسلیمات
 بعبادت تومی آئیند شاید ازیں جہت
 تشریف آورد و پائے تو آں سوست سر
 ترا بوجہ باید گذاشت کہ پائے تو بایں
 جہت نہ باشد بافاقت آدم قوت
 تکلم نبود حاضر انرا اشارت کردم تا سر یہ
 مرا از آں جاگردانیدند آں گاہ حضرت
 رسالت پناہ تشریف آوردند و فرمودند
 کَیْفَ حَالُكَ يَا بُنَّیْ! عِلَاوَتِ اِیْنِ گفتم
 بر من مستولی شد و جدے بکائے واضطراب
 عجیب بر من ظاہر گشت آنحضرت مراد
 برگرفتند بوجہ کہ لحنیہ تشریف بالائے سر من
 بود قمیص مبارک از اشک من تر شد آہستہ
 آہستہ آں وجد تسکین یافت آنگاہ بخاطرم
 آمد کہ مدتہاست کہ آرزوئے موئے تشریف
 دارم چه قدر کرم باشد اگر دریں ساعت
 چیزے ازیں قبیل مرحمت فرمایند ہر
 خطہ مشرف شدند و بر لحنیہ مبارک دست
 فرود آوردند دو موئے دردست من دادند
 بخاطرم آمد کہ ایں دو موئے در عالم

اس وقت ایک اونگھ سی آئی اور حضرت شیخ
 عبدالعزیز صاحب ظاہر ہوئے اور فرمایا لے
 فرزند حضرت پیغمبر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتسلیمات
 تیری بیمار پرسی کو تشریف لارہے ہیں اور شاید
 کہ اس طرف سے تشریف لائیں اور اسی طرف
 تیرے پاؤں ہیں۔ چار پائی کو ایسے طریق پر بچھانا
 چاہیے کہ تیرے پاؤں اس طرف نہ ہوں۔ میں
 بیدار ہوا مگر کلام کرنے کی طاقت نہیں تھی حاضرین
 کو اشارہ کیا کہ میری چار پائی کو اس طرف سے پھیر
 دیں۔ اسی وقت حضرت رسالت پناہ تشریف لائے
 اور فرمایا لے بیٹے تیرا کیا حال ہے؟ اس کلام
 کی شیرینی مجھ پر ایسی غالب آئی کہ ایک عجیب قسم
 کا وجد اور بکا اور اضطراب مجھ پر ظاہر ہوا۔
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اس طریق سے
 آغوش رحمت میں لیا کہ آپ کی ریش مبارک میرے
 سر پر تھی۔ آپکی قمیص مبارک میرے اشکوں سے تر
 ہو گئی اور آہستہ آہستہ اس وجد نے تسکین پائی اس
 وقت میرے دل میں آیا کہ تدنیں گزر گئیں کہ موئے
 مبارک کی آرزو رکھتا ہوں کتنا ہی کرم ہو اگر اس
 وقت کوئی چیز اس قبیل سے مرحمت فرمائیں اس
 خیال پر حضور مطلع ہوئے اور ریش مبارک پر ہاتھ
 پھیرا اور دو بال مبارک میرے ہاتھ میں دیئے۔
 میرے دل میں گزرا کہ یہ دو بال عالم شہادت میں

بھی باقی رہیں گے یا نہیں، حضور اس خیال پر بھی مطلع ہوئے اور فرمایا کہ یہ دو بال اس عالم میں بھی باقی رہیں گے۔ بعد ازاں آپ نے صحت کلی اور عمر کے لمبا ہونے کی بشارت دی، اس وقت میں بیدار ہو گیا اور میں نے چراغ طلب کیا مگر ان بالوں کو اپنے ہاتھ میں نہ پایا۔ غمناک ہوا اور حضور کی طرف توجہ کی ایک غیبت ہی واقع ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متمثل ہوئے اور فرمایا اے فرزند دانا آگاہ ہو جا کہ ان دو بالوں کو ہم نے احتیاطاً تکیہ کے نیچے رکھا ہے وہاں سے تو پالے گا۔ میں بیدار ہوا اور بالوں کو وہاں سے پالیا اور تعظیم کے ساتھ ایک جگہ محفوظ کر دیئے بعد ازاں فرمایا ان دو بالوں کے خواص میں سے ایک یہ ہے کہ اولاً آپس میں ملے ہوتے ہیں جب درود شریف پڑھا جائے تو دونوں الگ الگ سیدھے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ ایک مرتبہ تین منکروں نے امتحان چاہا، میں اس بے ادبی سے راضی نہ تھا۔ جب مناظرہ نے طول پکڑا تو وہ عزیز (بغرض امتحان) ان دو بالوں کو دھوپ میں لے گئے فوراً بادل کا ایک ٹکڑا ظاہر ہوا اور اس نے بالوں پر سایہ کر دیا حالانکہ آفتاب بہت گرم تھا اور ابر کا موسم ہرگز نہ تھا ایک نے توبہ کی دوسرے نے کہا یہ اتفاقی واقعہ

شہادت باقی خواہند ماند یا نہ، بریں خطرہ نیز مشرف شدند و فرمود این دو موئے در آن عالم باقی خواہند ماند بعد ازاں بشارت صحت کلی و امتداد عمر دادند آن گاہ افاقت واقع شد چراغ طلبیدم آن دو موئے در دست نیافتم اندوہناک شدم و بدار جناب توجہ نمودم غیبتی واقع شد و آنحضرت متمثل گشتند و فرمودند دانا و آگاہ باش اے فرزند آن دو موئے رازیر و ساوہ تو برائے احتیاط نگاہ داشتہ ام از آنجا خواہی یافت بافاقت افتادم و از آنجا یافتم در جائے بتعظیم مضبوط کردم بعد ازاں فرمود از خواص این دو موئے یکے آنست کہ اولاً باہم پیچید می باشد چون درود خواندہ می شود ہر یکے جد می آید و دیگر آنکہ یک مرتبہ کہ کس از منکران امتحان خواستند من بایں بے ادبی رضا نمیدادم چون مناظرہ با امتداد انجامید آن عزیزاں آن ہر دو موئے را در آفتاب بردند ہماں ساعت ابر پارہ ظاہر شد حال آنکہ آفتاب بسیار گرم بود و موسم ابر ہرگز نہ یکے توبہ کرد و دیگر اں گفتند قضیہ اتفاقیہ است، دیگر بار بر آوردند دیگر بار

ابراہیم ظاہر شد دیکرے تو بہ کر دسوتے
گفت این نیز قضیہ اتفاقیہ است سوم بار
باقاب بردند دیکر بار ابراہیم ظاہر شد
یسی در سلک تائبان مسلک گشت۔ دیکر
آنکہ برائے زیارت بر آوردم مجمع عظیم بود
ہر چند کلید بر قفل می نہادم و سعی
میکردم مفتوح نمی شد۔ بہ دل خود متوجہ
شدم معلوم شد کہ فلاں جنب است
بشامت جنابت او میر نمی آید عیب
پوشی کردم و ہمہ را بتجدید طہارت فرمودم
جنب ازاں مجمع بیرون رفت آن گاہ
بسہولت مفتوح گشت، زیارت کردم۔
حضرت ایشان در آخر عمر تبرکات قسمت
می فرمودند یکے ازاں دو موٹے بکاتب
حروف عنایت فرمودند۔

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

(انفاس العارفين صفحہ ۴۱)

ہے، دوبارہ پھر بالوں کو نکالا پھر بادل کا ٹکڑا ظاہر
ہوا دوسرے نے بھی توبہ کی، تیسرے نے کہا، یہ
بھی اتفاقیہ قضیہ ہے۔ تیسری دفعہ پھر دھوپ میں
نکالا پھر بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا۔ تیسرا بھی تائبین کی
لڑی میں مسلک ہو گیا۔ تیسرا یہ کہ ایک مرتبہ بہت
لوگ برائے زیارت جمع تھے۔ میں نے آکر ہر چند
کوشش کی چابی لگ جائے اور تالا کھل جائے
تا کہ ہم سب لوگ زیارت کر لیں مگر تالا نہیں کھلتا
تھا۔ میں اپنے دل کی طرف متوجہ ہوا، معلوم ہوا
کہ فلاں آدمی جنبی ہے اس کی شامت جنابت
کی وجہ سے قفل نہیں کھلتا۔ میں نے عیب
پوشی کی اور سب کو تجدید طہارت کا حکم دیا جب
جنبی اس مجمع سے باہر چلا گیا، قفل آسانی سے کھل
گیا اور ہم سب نے زیارت کی۔ حضرت والا نے
آخر عمر میں تبرکات کو تقسیم فرمایا تو ان دو مبارک
بالوں میں سے ایک کاتب حروف (شاہ ولی اللہ)

کو بھی عنایت فرمایا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

یہاں سے حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی اور حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کا عشق اور آپ کے موٹے مبارک سے عقیدت و محبت کا بخوبی پتا چلتا ہے اور
اس کے علاوہ ایک بہت بڑا مسئلہ بھی مجھ میں آ گیا کہ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب نے
فقط خیالی صورت نہیں دیکھی تھی بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جسم اقدس کے ساتھ
تشریف فرما ہوئے تھے۔ کیونکہ بال مبارک جو عطا فرمائے جو جسم تھے اور شاہ صاحب
نے بچشم خود دیکھا کہ آپ نے اپنی مجسم ریش مبارک سے الگ کر کے عطا فرمائے اور پھر

ریش مبارک کا حتی تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے تھا جس سے ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جسم مقدس کے ساتھ وہاں تشریف فرما ہوئے تھے۔ گو دوسروں نے نہیں دیکھا جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام مجلس اقدس میں بذاتِ خود تشریف لاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ان کو کوئی نہ دیکھتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے ارشاد فرمایا ہے۔

مَنْ رَانِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَانِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَلُ فِي صُورَتِي

(صحاح ستہ)

یعنی جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا تو بے شک اس نے مجھ ہی کو دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت میں متماثل نہیں ہو سکتا۔

داڑھی

داڑھی رکھنا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور جمیع انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی سنت قدیمہ متواترہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین، جمیع صحابہ کرام ائمہ عظام، علماء کرام اور اولیاء کرام کا اس پر دوامی و استمراری عمل رہا ہے اور کسی سے اس کے خلاف منقول نہیں ہے۔

امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے داڑھی رکھنا سنت مؤکدہ ہے، داڑھی منڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام و گناہ ہے اور اس کو ہلکا و حقیر جاننے والا کافر و ملعون ہے آج کل بعض لوگ فرنیچ کٹ یا قرزن فیشن یا صرف ٹھوڑی پر لکھتے ہیں اور بعض بالکل ہی صفا یا کر دیتے ہیں یہ سب یہود و نصاریٰ کی اتباع ہے۔

اور بعض نادان تو اس کی مشروعیت کا انکار کرتے اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ قرآن میں کہیں داڑھی رکھنے کا حکم اور ثبوت نہیں ہے چونکہ وہ احادیث مبارکہ کے منکر ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند آیات قرآنی پیش کی جائیں جن

سے دائرہ رکھنا ضروری ثابت ہو۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول

۱۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ

کا۔

وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ - (النساء - ۵۹)

جو کچھ رسول تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور

۲۔ مَا أُنزِلَ مِنَ الرَّسُولِ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ

جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

عَنْهُ فَأَنْهَوْا - (المحشد - ۷)

ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ ہر امر وہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت مسلمانوں پر واجب ہے۔ دائرہ رکھنا اور بڑھانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور امر سے ثابت ہے اور منڈوانے اور ترشوانے کی ممانعت میں صریح نہیں وارد ہے۔

لہذا ثابت ہوا کہ دائرہ رکھنے اور بڑھانے والے قرآن کی ان آیات پر عامل ہیں اور اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شاعل ہیں اور دائرہ منڈوانے والے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہیں۔

۳۔ مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ

جس نے حکم مانا رسول کا تو بے شک اس نے

حکم مانا اللہ کا۔

اللہ - (النساء - ۸۰)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع و فرمانبردار ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار ہے اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار نہیں وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔ ثابت ہوا کہ دائرہ رکھنے والے اللہ و رسول کے مطیع و فرمانبردار ہیں اور منڈوانے والے اللہ و رسول کے نافرمان ہیں۔

اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ لوگ مومن

۴۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ

نہیں ہو سکتے جب تک آپس کے اختلافات

يُحْكَمُوا كَيْفَ بَيْنَهُمْ شَرًّا

میں تمہیں حاکم نہ مانیں اور پھر جو فیصلہ آپ

لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا

فرمادیں اس سے اپنے دلوں میں رکاوٹ نہ

قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا -

پائیں بلکہ دل و جان سے مان لیں۔

(النساء - ۶۵)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو نہ مانے، یا آپ کے حکم سے دل میں رکاوٹ و تنگی محسوس کرے وہ مومن نہیں ہے۔ دارمھی رکھنا اور بڑھانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے، اس کو نہ ماننے والے، دل تنگ ہونے والے بمصداق اس آیت کے مومن نہیں ہو سکتے۔

۵۔ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ
أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ
يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ (النور- ۶۳) یا دردناک عذاب پہنچے۔
پس ان لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو رسول اللہ کے
حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف کرنے والے
دنیا میں فتنہ و بلا کے سزاوار اور آخرت میں عذاب الیم کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

۶۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي
السَّلَامِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ
الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ۔
اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل
ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو بیشک
وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

(البقرہ- ۲۰۸)

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی جو پہلے
یہودی تھے وہ مشرف باسلام ہو کر بھی اونٹ کے گوشت سے نفرت کرتے تھے کیونکہ
ان کے سابقہ دین میں اونٹ کا گوشت کھانا حرام تھا۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جو چیزیں بچپن
سے استعمال میں آتی ہیں ان سے رغبت ہوتی ہے اور جن چیزوں سے طبیعت بچپن سے
متنفر ہو، ان کے استعمال سے طبیعت میں ضرور رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور پھر اونٹ کا
گوشت کھانا فرض و واجب اور سنت مؤکدہ تو ہے ہی نہیں جس کے ترک سے اسلام
کی مخالفت لازم آتی صرف جائز اور مباح ہے تو حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے
ساتھی اس خیال سے کہ اس کے ترک سے اسلام کی مخالفت بھی نہیں ہوتی اور اپنی سابقہ
شریعت پر عمل بھی ہوتا ہے اونٹ کا گوشت نہیں کھاتے تھے، اور مسلمان بے تکلفی سے
اونٹ کا گوشت کھاتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ اور ان کے ساتھیوں نے

مسلمانوں کے ساتھ اونٹ کا گوشت کھانے میں تاقل کیا اور کراہت کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند ہوئی اور آیت نازل فرمائی کہ اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور جو چیزیں اسلام میں جائز اور حلال ہیں ان سے کراہیت نہ کرو اور جو احکام منسوخ ہو گئے ہیں ان سے تمسک نہ کرو۔

غور فرمائیے کہ ایک جائز اور مباح امر کا ترک موجب نقصان اسلام ہو تو جو امر واجب اور سنت مؤکدہ ہو اس کا ترک اور اس سے تنفر کس قدر موجب نقصان اسلام ہوگا۔ اس سے واضح ہوا کہ دائرہ منڈانے والوں کے اسلام میں نقصان ہے وہ پورے پورے اسلام میں داخل نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اور جو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف کرے بعد اس کے کہ روشن ہو گئی اس کے لئے ہدایت کی راہ اور چلے اس راہ پر جو الگ ہے مسلمانوں کی راہ سے تو ہم پھرنے دیں گے اے جدھر وہ خود پھرا ہے اور ڈالیں گے اے جہنم میں اور وہ بہت بُری جگہ ہے پلٹنے کی۔

۱۔ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ لَنُؤَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا۔

(النساء - ۱۱۵)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حقیقی بات واضح ہونے کے بعد جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کے طریقے کو چھوڑ کر اپنی جدا راہ اختیار کرے، اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

بلاشبہ تمام انبیاء و مرسلین، حضور سید عالم علیہم الصلوٰۃ والسلام، جمیع صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، محدثین و مفتیین، اولیاء کرام اور تمام مؤمنین، صالحین، سلف سے خلف تک سب کا دائرہ منڈانے پر قوی و فعلی اتفاق ہے سب نے دائرہ منڈانے اور رکھنے کا حکم دیا لہذا جو شخص ایسی عظیم الشان سنت کی مخالفت کرے وہ لائق جہنم اور سزاوار غضب الہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بیزار، اور رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم اس سے ناراض ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ بہ طفیل اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کو اپنے محبوب کی محبت اور اسلامی روایات و احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اے کاش مسلمان قوم کا ہر فرد اسلامی تعلیمات کا آئینہ اور سلف صالحین کے اخلاق و اعمال کا نمونہ ہوتا اور اسلامی شعار کی حفاظت کرتا تاکہ دوسری اقوام پر اس کے دین و مذہب علم و عمل اور تقویٰ و پرہیزگاری کا اثر پڑتا لیکن یہ

اس کی نظر میں دلفریب رنگ تمدن فرنگ کر دیئے محو سر بسر اپنے سلف کے واقعات مغربی علم ہو گیا باعث فخر اب اسے مصحف پاک اور حدیث ہو گئے کہنہ واقعات فعل نکو سے منحرف اور نہ شوق بسندگی تھیٹر و سینما ہیں اب اس کے رہن المفات

اس پُرفتن دور میں جب کہ چاروں طرف سے انواع و اقسام کے فتنے درپے تخریب دین و شعار دین ہیں اور نفوس پر شہواتِ نفسانی کا اس قدر غلبہ ہو گیا ہے کہ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنا دشوار اور شرم و عار کا باعث ہوتا جا رہا ہے ایسے دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق ہدایت پر چلنے اور سنت پر عمل کرنے سے بے شمار اجر و ثواب ملتا ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فُسَادِ
جوشخص میری سنت پر مضبوطی سے قائم رہے،
أُمَّتِي فَلَهُ أَجْرُ مِائَةِ شَهِيدٍ۔
جب کہ میری امت میں فتنہ و فساد پھیل جائے

تو اس کے لئے سو شہیدوں کا اجر و ثواب ہے۔
(مشکوٰۃ ص ۳)

داڑھی کی مقتضادار

داڑھی کا ایک مُشت ہونا سنت کی آخری حد ہے۔ اس سے کم کرنا جائز نہیں اور اس سے اگر کچھ زیادہ ہو جائے تو جائز بلکہ اولیٰ ہے اور اس قدر لمبی چوڑی رکھنا کہ حدِ شہرت تک پہنچ جائے اور تمسخر کا سبب بن جائے مکروہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
 جُزُوا الشَّوَارِبَ وَارْحُوا اللَّحَى
 مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ اور مجوس کی
 مخالفت کرو۔
 خَالِفُوا الْمَجُوسَ۔

(مسلم شریف ص ۱۲۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
 خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ وَاقْرُوا اللَّحَى
 مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھیاں بڑھاؤ، اور
 مونچھیں کٹواؤ۔
 وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ۔

(بخاری شریف ص ۸۷۵)

ان دونوں حدیثوں میں داڑھیاں بڑھانے، مونچھیں کٹوانے اور مشرکین و مجوس کی مخالفت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ائمہ حدیث نے تصریح فرمائی ہے کہ عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں مجوس و مشرکین میں سے بعض داڑھی پھوٹی رکھتے اور بعض منڈوا دیتے اور مونچھیں بڑی بڑی رکھتے تھے۔ لہذا ان کی مخالفت کرنے کا حکم دیا گیا کہ داڑھی نہ تو پھوٹی رکھو اور نہ منڈواؤ بلکہ بڑھاؤ اور مونچھیں کٹواؤ۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ داڑھی کی وہ کم سے کم مقدار کیا ہو جو مشرکین و مجوس کی داڑھیوں سے مختلف بھی ہو اور حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کہ ”داڑھیاں بڑھاؤ“ کے موافق بھی ہو۔

تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ بخاری و مسلم کی مذکورہ بالا حدیثوں کی روایت کرنے والے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کے متعلق صراحتہ موجود ہے کہ وہ داڑھی کا وہ حصہ جو قبضہ سے زیادہ ہوتا کٹوا دیتے۔

چنانچہ بخاری ص ۸۷۵ میں ہے۔

كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَجَّ
 آوَا عَتَمَرَ قَبْضَ عَلَى لِحْيَتِهِ
 کہ ابن عمر جب حج یا عمرہ کرتے تو داڑھی کا وہ
 حصہ جو ایک قبضہ سے زیادہ ہوتا اسے کٹوا دیتے
 اور اسی کی مثل حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا
 فَمَا فَضَلَ أَخَذَهُ - وَرَوَى

مِثْلُ ذَلِكَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
وَفَعَلَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
بِرَجُلٍ وَعَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ
يُؤْخَذُ مِنْ طَوْلِهَا وَ
عَرَضِهَا -

گیا ہے (کہ وہ بھی زائد حصہ کٹوادیتے) اور
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے ساتھ
یہ معاملہ کیا کہ اس کی ایک مٹت سے زائد داڑھی
کو کٹوادیا اور حسن بصری سے مروی ہے کہ وہ
بھی داڑھی کے طول و عرض سے لیتے تھے۔

(ارشاد الساری شرح بخاری ص ۲۵)

کیا ان جلیل القدر حضرات کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ خلاف سنت کے مرتکب
ہوئے؟ اور کیا ان کے اس عمل پر صحابہ میں سے کسی نے اعتراض کیا؟ نہیں اور ہرگز نہیں
ثابت ہوا کہ مقدارِ سنون یکمشت ہے۔ چنانچہ

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت فرماتے ہیں۔
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّ شَاةً مِنْ دَارِطِهَا
كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ مِنْ عَرَضِهَا وَ
طَوْلِهَا -

کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی مبارک
کو طول و عرض سے لیتے تھے۔

(ترمذی ص ۲۱)

امام ابلسنت حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت عبداللہ بن عمر و حضرت ابو ہریرہ و غیر ہما صحابہ و تابعین
رضی اللہ عنہم کے افعال و اقوال اور ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ و محرر مذہب امام محمد رضی
اللہ عنہما و عامہ کتب فقہ و حدیث کی تصریح سے داڑھی کی حد یکمشت ہے۔ ابھی نصوص
علماء سے گزرا کہ اس سے کم کرنا کسی نے حلال نہ جانا۔ قبضہ سے زائد کا قطع ہمارے نزدیک
سنون ہے۔ بلکہ نہایہ میں بلفظ و جوب تعبیر کیا۔ تفصیل اس کی بجز و نہر و در مختار اور اس کے
حواشی و غیر ہا کتب فقہ اور مرقاۃ و لمعات و منہاج و غیر ہا کتب حدیث اور قوت القلوب
واحیاء العلوم و غیر ہما کتب سلوک میں دیکھئے۔

اور ہر عاقل جانتا ہے خَيْرُ الْأُمُورِ أَوْسَطُهَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ
قَوَامًا وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَابْتِغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا - (لمعة الضم في اعفاء اللغوي ص ۳۳)

فوائد

- ۱۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کی ہر وقت خبر رکھتے ہیں، اور جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لاسکتے ہیں اور غلاموں کے درد دور فرما کر ان پر رحم و کرم کرتے ہیں۔
- ۲۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مٹے مبارک بے مثل اور بے نظیر ہیں کہ بادل ان پر سایہ کرتے ہیں۔ اور ان کو درود تشریف پڑھنے کا علم ہو جاتا ہے سبھی وہ سیدھے اور الگ ہو جاتے ہیں۔
- ۳۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مٹے مبارک ایسے مقدس اور پاک ہیں کہ ناپاک آدمی ان کی زیارت نہیں کر سکتا۔
- ۴۔ یہ کہ بزرگان دین اپنے تصرف اور نور فراست سے ظاہری اور باطنی حالات معلوم کر سکتے ہیں جیسے کہ حضرت شیخ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تشریف لاکر چار پائی کا رخ بدلنے کا حکم دیا۔
- ۵۔ یہ کہ داڑھی رکھنا سنت موکدہ ہے جس کا تارک مرتکب کبیرہ گناہ ہے اور منکرو مخالف جہنمی ہے۔

گردن، کندھے، پشت مبارک

جس میں نہریں شیر و سحر کی رواں
 اس گلے کی نصارت پہ لاکھوں سلام
 دوش بردوش ہے جنکے شانِ شرف
 ایسے شانوں کی شوکت پہ لاکھوں سلام
 حجرِ اسودِ کعبۂ حبانِ دل
 یعنی مہرِ نبوت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک نہایت خوبصورت اعتدال کے ساتھ طویل اور چاندی کی طرح چمک الی سفیدی اور حسین ایسی کہ گانَ عُنُقُهُ ابْرِيْقُ فِضَّةً (شمائل ترمذی، خصائص ص ۵۷) گویا آپ کی گردن چاندی کی صراحی تھی۔ اور آپ کے کندھے مبارک بھی عجیب شان کے تھے نہایت خوبصورت کہ کسی انسان کے لیے نہ تھے۔ ابن سبع اور رزین نے آپ کے خصائص میں ذکر کیا ہے۔

أَنَّهُ كَانَ إِذَا جَلَسَ يَكُونُ كَتِفُهُ
أَعْلَى مِنْ جَمِيعِ الْجَالِسِينَ -
کہ جب آپ لوگوں میں بیٹھے ہوتے تو آپ کا
کندھا مبارک سب سے اونچا ہوتا۔

(زرقانی علی المواہب ص ۲۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے
جب کبھی ننگے ہو جاتے

فَكَانَتْهَا سَبِيكَةً فِضَّةً -
تو یوں معلوم ہوتا جیسے چاندی کے ڈھلے ہوئے

ہیں۔ (بیہقی و بزار، ترمذی و خصائص کبریٰ)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابو جہل حضور صلی اللہ علیہ
کو تپھر مارنے کے ارادہ سے آیا تو

رَأَى عَلِيَّ كَتِفَيْهِ تَعْبَانَيْنِ
فَانْصَرَفَ مَرْغُوبًا -
اس نے دو شش اقدس پر دو بڑے بڑے اثرے
دیکھے تو ڈر کر ہجاگ گیا۔

(تفسیر کبیر، زرقانی ص ۱۹۵)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے بُت کو توڑنے کے لئے جھکو کندھوں پر چڑھایا تو ان کندھوں کی قوت کا یہ عالم تھا کہ
 اِنِّی لَوْ شِئْتُ نِلْتُ اَفْقَ السَّمَاءِ
 اگر میں چاہتا تو میں آسمان کے کنارے تک پہنچ
 جاتا۔ (المدرك - خصائص کبریٰ ص ۲۶۳)

حضرت محرش کعبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس
 کے وقت جہرانہ سے عمرہ کے ارادہ سے احرام باندھا۔
 فَنَظَرْتُ اِلٰی ظَهْرِهِ كَاَنَّهُ سَبِيكَةٌ
 تو میری نظر آپ کی پشت مبارک پر پڑی۔
 تو وہ ایسی تھی کہ گویا وہ چاندی کی ڈھالی ہوئی
 تھی۔

(احمد، بیہقی، خصائص کبریٰ، ص ۳۱۰ زرقانی علی المواہب ص ۱۸۸)

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
 لَمْ يَبْعَثِ اللهُ نَبِيًّا اِلَّا وَقَدْ
 کہ نہیں بھیجا اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مگر اس کی
 مہرِ نبوت اس کے دائیں ہاتھ پر ہوتی تھی سوائے
 گانت علیہ شامة النبوة
 ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ
 کی مہرِ نبوت دونوں شانوں کے درمیان تھی۔
 فِي يَدِهِ الْيَمْنٰى اِلَّا نَبِيًّا صَلَّى
 اللہ علیہ وسلم فان شامة
 النبوة كانت بين كتفيه۔
 (حاکم، خصائص کبریٰ ص ۴۱)

حضرت عباد بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
 كَانَ خَاتَمُ النَّبُوَّةِ عَلَى طَرْفِ
 کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں کندھے کی
 طرف مہرِ نبوت تھی گویا کہ وہ بکری کا گھٹنا ہے
 گتفہ الايسر كانت ركة عنز
 اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پسند نہیں فرماتے تھے
 وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
 کہ اس کو دیکھا جائے۔
 وَسَلَّمَ يَكْرَهُ اَنْ يُرَى الْخَاتَمُ۔

(طبرانی، البوعین، خصائص کبریٰ ص ۴۱)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
 قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ
 کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑا ہوا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنظَرْتُ إِلَى خَاتِمِهِ
بَيْنَ كَتْفَيْهِ مِثْلَ زَرِّ الْمَجَلَّةِ (بخاری و مسلم ص ۲۵۹)
اور میں نے آپ کی مہرِ نبوت کو دونوں شانوں
کے درمیان پالکی کے ٹن کی مانند دیکھا۔
حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رَأَيْتُ الْخَاتِمَ عِنْدَ كَتْفَيْهِ مِثْلَ
بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ يَشْبَهُ جَسَدًا -
(مسلم شریف ص ۲۵۹)
کہ میں نے آپ کی مہرِ نبوت کو آپ کے شانے
کے پاس کبوتری کے انڈے کی مثل دیکھا، رنگت
کے اعتبار سے وہ آپ کے جسم کے مشابہ تھی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

آتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَأَلْفَى إِلَيَّ رِدَاءَهُ وَقَالَ
انظُرْ إِلَى مَا أُهْرَتَ بِهِ فَرَأَيْتُ الْخَاتِمَ
بَيْنَ كَتْفَيْهِ مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ
(بیہقی، خصائص کبری ص ۵۹)
کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مجھ پر
ڈالی اور فرمایا جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے وہ
دیکھ تو میں نے آپ کی مہرِ نبوت کو دونوں
شانوں کے درمیان کبوتری کے انڈے کی
مثل دیکھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

كَانَ خَاتِمَ النَّبُوَّةِ عَلَى ظَهْرِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ لَبْدَقَةٍ
مِنْ لَحْمٍ مَكْتُوبٍ فِيهَا بِاللَّحْرِ
مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ -
(ابن عساکر، حاکم، خصائص کبری ص ۶)
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشتِ اقدس پر مہرِ
نبوت گوشت کے ٹکڑے کی مانند تھی جس میں گوشت
کے ساتھ یعنی قدرتی طور پر لکھا ہوا تھا "مُحَمَّدٌ
رَسُولُ اللَّهِ" (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

(ابن عساکر، حاکم، خصائص کبری ص ۶)

مہرِ نبوت کے متعلق جو مختلف روایتیں ہیں ان میں تطبیق اس طرح کی جائے کہ
جس کسی نے اس کو جس چیز کے ساتھ تشبیہ دی ہے وہ اپنے ذہن کے مطابق دی ہے
اور تشبیہ ہر شخص کی اس کے ذہن کے موافق ہوتی ہے۔

حضرت جلیہ بن عرفطہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مکہ میں آیا۔ اس وقت ساکنان

کہ قحط کی سخت مصیبت میں گرفتار تھے۔ قریش مل کر حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہا اے ابوطالب لوگ سخت مصیبت میں مبتلا ہیں نکلو اور خدا سے مینہ مانگو۔

فَخَرَجَ أَبُو طَالِبٍ وَمَعَهُ غُلَامٌ
كَانَتْهُ شَمْسٌ دَجِينٌ تَجَلَّتْ عَنْهُ
سَحَابَةٌ قَتَمَاءٌ وَحَوْلَهُ أُغْيَلِمَةٌ
فَأَخَذَهُ أَبُو طَالِبٍ فَأَلْصَقَ
ظَهْرَهُ بِالْكَعْبَةِ وَلَا ذَا الْغُلَامِ
بِإِصْبَعِهِ وَمَا فِي السَّمَاءِ قَرْعَةٌ
فَأَقْبَلَ السَّحَابُ مِنْ هُنَا
وَهُنَا وَأَعْدَقَ وَأَعْدَقَ
وَأَنْفَجَرَ لَهُ الْوَادِيَّ وَأَخْصَبَ
النَّادِيَّ وَالْبَادِيَّ وَفِي هَذَا
يَقُولُ أَبُو طَالِبٍ -

(زرقانی علی المواہب ص ۱۹)

خصائص کبریٰ ص ۱۸۱)

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ
شَمَالُ الْيَشْتِي عِصْمَةٌ لِلْأَمْرَامِلِ

وہ گورے رنگ والے کہ ان کے چہرہ نور کے صدقے میں ابر کا پانی مانگا جاتا ہے
تیمیوں کی جائے پناہ اور بیواؤں کے نگہبان ہیں۔

يَلُوذُ بِهِ الْهَلَاكُ مِنْ آلِ هَاشِمٍ
هُمْ عِنْدَهُ فِي نِعْمَةٍ وَفَوَاضِلِ

بنی ہاشم جیسے غیور لوگ ہلاکت و تباہی کے وقت ان سے التجا و فریاد کرتے ہیں
اور وہ آپ کے پاس آکر عظیم نعمتیں اور برکتیں پلتے ہیں۔

(زرقانی علی المواہب ص ۱۹، خصائص کبریٰ ص ۱۶)

منبر شریف بننے سے پہلے مسجد شریف میں کھجور کا ایک ستون تھا جس سے پشت انور لگا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعظ فرمایا کرتے تھے۔ منبر بننے کے بعد جب آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو اس ستون سے بڑے دردناک لہجے میں رونے کی آواز آئی۔

استن حنانہ از محب رسول

نالہ می زد ہم چو ارباب عقول (رومی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے نیچے تشریف لا کر اس کو اپنے سینے سے لگا لیا تو اس کو سکون حاصل ہوا اور وہ چپ ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم اگر میں اس کو سینے سے نہ لگاتا تو یہ قیامت تک روتا ہی رہتا پھر آپ نے اس کو کٹوا کر منبر شریف کے نیچے دفن کر دیا۔ (زرقانی علی المواہب ص ۱۶)

بعض نادانوں نے اس حدیث کو ماننے سے انکار کر دیا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ رونے کے لئے احساس، دل و دماغ، پھیپھڑوں، گلے اور دقیق نظام جسمانی کی ضرورت ہے یہ سب کچھ اس درخت میں کہاں سے آگیا تھا اگر آپ یہ کہیں کہ یہ معجزہ تھا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کو معجزہ دکھانے سے کیوں انکار کر دیا تھا اور صاف صاف کہہ دیا تھا هَلْ كُنْتُمْ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلًا۔ میں تو ایک انسان ہوں جس کا کام اللہ کا پیغام پہنچانا ہے نہ کہ معجزے دکھانا، اور مسلمانوں کے سلسلے معجزہ دکھانے کی کیا ضرورت تھی، وہ تو پہلے ہی ایمان لا چکے تھے۔

(بلغتہ دو اسلام مصنفہ ڈاکٹر غلام جیلانی برق ص ۲۳)

اے کاش ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس احادیث کا انکار کرنے سے پہلے کسی قابل محدث استاد سے ان کو سمجھ لیا ہوتا؟ ان لوگوں کی حالت بالکل اس شخص کی سی ہے جو خود بخود ڈاکٹری اور طب کی کتابیں پڑھ کر ڈاکٹر اور حکیم بن بیٹھے اور پھر لوگوں کا علاج بھی شروع کر دے تو خدا ایسے ڈاکٹر اور حکیم سے لوگوں کو بچائے کیونکہ ایسے ڈاکٹر اور حکیم کے علاج کا نتیجہ سوائے اس کے اور کیا ہوگا کہ نہ مرض رہے نہ مریض۔

یاد رکھیے جس طرح خود بخود ڈاکٹری یا حکمت کی کتابیں پڑھ لینے والے کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ ڈاکٹر یا حکیم ہونے کا دعویٰ کرے اور لوگوں کا علاج کرے، جب تک کہ کسی قابل ڈاکٹر اور حکیم سے تجربہ کے ساتھ ان کو نہ پڑھے۔ بالکل اسی طرح ان لوگوں کو بھی ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ حدیث دانی کا دعویٰ کریں اور حدیث میں کلام کریں جب تک کہ کسی قابل استاد سے حدیث نہ پڑھیں۔

سخت حیرت ہے یہ لوگ بزعم خود قرآن پر ایمان رکھنے اور اس کو سمجھنے کے دعویدار ہو کر اس حدیث کو کیسے نہیں سمجھے اور اس کی صحت کے کیسے منکر ہو گئے؟ حالانکہ قرآن حکیم سے اس کے صحیح ہونے کا روشن ثبوت ملتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت و تباہی کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ - تو ان پر آسمان و زمین نہیں روئے۔

(الدخان - ۲۹)

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ آسمان اور زمین روتے تو ہیں مگر فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت پر نہیں روئے، اسی طرح دیگر کفار کی موت پر بھی نہیں روتے۔ ہاں مومنین و صالحین کی موت پر روتے ہیں جیسا کہ صحیح احادیث میں آیا ہے۔ تو منکرین حدیث کو چاہیے کہ اس آیت قرآنی کا بھی انکار کر دیں جس سے آسمان و زمین کا رونا ثابت ہو رہا ہے ورنہ وہ جیسا احساس دل و دماغ، گلے و پھیپھڑوں اور دقیق نظام جسمانی کا ہونا رونے کے لئے ضروری ملتے ہیں وہ آسمان زمین کے اندر ثابت کر دیں۔

وَلَاتٍ مِنْهَا لَمَّا يَهَايَطُ مِنْ خَشْيَةٍ
اللہ - (البقرة - ۷۴)

اور ان (پتھروں) میں ایسے بھی ہیں جو اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔

لَوْ أَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ
لَرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ (الحشر - ۲۱)

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل فرماتے تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے جھکا ہوا پاش پاش ہوتا۔

ان دونوں آیتوں سے پہاڑوں اور پتھروں میں اللہ تعالیٰ کا خوف پایا جانا صراحتاً ثابت ہے اور خوف و حزن دونوں دل کی کیفیتیں ہیں، تو منکرین حدیث کو چاہیے کہ یا تو گوشت و پوست کا دل و دماغ جیسا کہ وہ ستونِ حنّانہ میں چاہتے ہیں پتھروں اور پہاڑوں میں ثابت کریں یا اس صحیح حدیث کی طرح قرآن کی ان دونوں آیتوں کا بھی انکار کریں

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ
يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا۔
بے شک ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں
پر امانت کو پیش کیا تو انھوں نے اس کے
اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے۔

(الاحزاب - ۷۲)

اس آیتِ کریمہ سے بھی صراحتاً ثابت ہوا کہ آسمانوں زمینوں اور پہاڑوں نے بارِ امانت کے اٹھانے سے معذرت کی اور اس سے ڈرے، تو کیا ان کا ڈرنا اور معذرت کے نادل و دماغ کے ذریعے سے تھا یا بغیر دل و دماغ کے ؟

اسی طرح قرآن کریم کی متعدد آیتوں سے بہت سی اشیاء کا اس گوشت و پوست کے دل و دماغ، گوش و زبان، گلے و پھیپھے اور دقیق نظامِ جسمانی کے بغیر سُننا دیکھنا نیکی و بدی کی تمیز رکھنا، اللہ کی تسبیح پڑھنا اور مہنسنا اور رونا ثابت ہے۔

تو اس حدیث کے انکار کے ساتھ ساتھ ان تمام حقائق کا بھی انکار کرنا پڑے گا، ورنہ ان حقائق کے ساتھ اس حقیقت کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ بلاشبہ وہ ستونِ حنّانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں رویا تھا۔

فلسفی کہ منکرِ حنّانہ است

از حواس اولیاء بیگانہ است

(رومی)

اور منکرین حدیث کا یہ کہنا کہ اگر یہ معجزہ تھا تو پھر کفار کے معجزہ طلب کرنے پر آپ نے ہَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلُكُمْ کہا کہ انکار کیوں کر دیا تھا اور معجزہ مسلمانوں

کو دکھانے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ تو پہلے ہی ایمان لا چکے تھے۔
یہ ان کی علمی استعداد اور قرآن فہمی کی وہ دلیل ہے جس نے ان کے ڈھول کا پول
کھول کر رکھ دیا ہے۔

اصل بات یہ ہے جس کو منکرِ حدیث نہیں سمجھا کہ ایک مرتبہ کفارِ مکہ نے جمع ہو کر
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ مال و دولت، عزت و شہرت اور سلطنت وغیر
کے خواہش مند ہیں تو آپ کی یہ خواہش پوری کی جاسکتی ہے اور اگر آپ کسی دماغی مرض
میں مبتلا ہیں تو آپ کا علاج وغیرہ کرایا جائے۔ آپ نے فرمایا۔ میں مال و سلطنت کا طلب
گار نہیں بات صرف اتنی ہے کہ اللہ نے مجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر اپنی
کتاب اتاری اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اس کے ماننے پر اللہ کی رضا و نعمت اور
آخرت میں مغفرت کی بشارت دوں اور انکار کرنے پر عذابِ الہی کا خوف دلاؤں میں
نے اپنے رب کا پیغام تمہیں پہنچا دیا ہے۔

انھوں نے کہا ہم ہرگز تم پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ تم ہمارے لیے
زمین سے کوئی چشمہ جاری نہ کر دو یا خاص تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی
باغ نہ ہو جائے پھر اس میں تم بہت سی نہریں جاری کر دو یا آسمان ٹکڑے ٹکڑے کر کے
ہم پر نہ گرا دو یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کر کھڑا نہ کر دو یا تمہارا گھر سونے کا
نہ ہو جائے یا تم ہمارے سامنے آسمان پر نہ چڑھ جاؤ۔ اور ہم تو تمہارے آسمان پر چڑھ
جانے پر بھی ہرگز ایمان نہ لاویں گے جب تک کہ تم ہم پر بھی ایک کتاب نہ اتار دو جسے
ہم خود پڑھ لیں وغیرہ وغیرہ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ سُبْحٰنَ
رَبِّیْ هَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلًا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آپ کے ہاتھ
پر کوئی معجزہ بھی ظاہر نہیں ہو سکتا۔ ایسا سمجھنا جہالت و گمراہی ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ
ہر عجز و نقصان اور عیب سے پاک اور ہر چہ پر قادر ہے ایسے نشانات دکھلانا اسے کوئی
مشکل نہیں تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ یہ لوگ فراموشی نشانات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں
گے اور جو فراموشی نشانات و معجزات دیکھ کر ایمان نہیں لاتے وہ تباہ و برباد کر دیئے

جاتے ہیں جیسا کہ فرمایا۔

وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ الْآ
أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ۔ (الاسراء - ۵۹)
اور ہم نے اسی لیے نشانیاں بھیجی موقوف کر
دیں کہ پہلے لوگوں نے انہیں بھٹلایا۔

اور اگر یہ بھی بھٹلاتے تو ان کا حشر بھی وہی ہوتا جو پہلوں کا ہوا تھا اور انہوں نے
اس وقت یقیناً بھٹلانا تھا اور حکمت الہی یہ نہیں چاہتی تھی کہ ان کو اسی طرح تباہ کیا
جائے لہذا فرمائی نشانات کا بھیجنا موقوف کر دیا گیا کہ اے محبوب آپ ان سے فرما
دیجئے کہ میرا پروردگار پاک ہے اور میں اسی کا بھیجا ہوا ہوں محض فناقی طور پر معجزے
دکھانے کا اختیار نہیں رکھتا، اور تمہارے جائز و ناجائز مطالبوں کا پابند بھی نہیں ہوں
کہ جب بھی تم چاہو اور جو بھی تم چاہو تمہیں دکھاتا رہوں۔ میرا معجزے دکھانا میرے رب
کی مشیت و مرضی کے تابع ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ
إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ لِكُلِّ آجَلٍ كِتَابٍ۔
اور کسی رسول کا کام نہیں کہ کوئی نشانی و معجزہ
لے آئے مگر اللہ کے اذن سے اور ہر چیز کا

(الرعد - ۲۸) ایک وقت ہے لکھا ہوا۔

چنانچہ بلاشبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بارادۃ الہی بکثرت معجزے دکھائے جن میں سے
ایک عظیم الشان معجزہ ستون حنّانہ کا آپ کے فراق میں رونما ہے۔

اور مسلمانوں کو بھی معجزے دکھانے کی ضرورت تھی تاکہ علم الیقین کے ساتھ عین
الیقین بھی حاصل ہو جائے اور ان کا ایمان بہت ہی زیادہ مضبوط و مستحکم ہو کر کامل سے
اکمل ہو جائے اور وہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چاہے پر قادر ہے اور جس کے ہاتھ مبارک پر
اس کی قدرتوں کا ظہور ہو رہا ہے وہ اس کی قدرتوں کا مظہر کامل اور اس کے دعوے کی صداقت
کی روشن دلیل ہے۔ (اہل علم نحوئی جانتے ہیں کہ معجزہ کرامت دراصل فعل الہی ہے۔ جس کا ظہور
اللہ کے پیاروں سے ہوتا ہے اور یوں حق و صداقت پر حجت قائم ہوتی ہے اور باطل
کا بطلان ہوتا ہے۔)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا تھارَبِّ اَرِنِي كَيْفَ تَدْعُو

المَوْتَى؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اَوْلَمَ تُوْمِنُوْنَ؟ جس کے جواب میں انھوں نے عرض کیا تھا وَلٰكِنْ لَّيَطْمَئِنُّ قَلْبِي! جس سے ثابت ہوا کہ دیکھی ہوئی بات کا یقین سنی ہوئی بات سے اعلیٰ ہوتا ہے۔

بہر صورت واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں ستونِ حنانہ کا رونا بالکل صحیح ہے اور اس پر اعتراض کرنا عدم تفقہ کی دلیل ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے پیارے محبوب کی گردن مبارک، کندھے اور پشتِ اقدس بھی نرالے اور بے مثل ہیں۔

(صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

بغل مبارک

بے سہیم و قسیم و عدیل و مثیل
جو ہر فردِ عزت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک بغلیں نہایت پاکیزہ صاف اور خوشبودار تھیں۔
 آپ کی بغلوں کا رنگ متغیر نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی آپ کی بغلوں میں بال تھے۔
 (خصائص کبریٰ ص ۶۳، زرقانی علی المواہب ص ۱۸۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ حَتَّى يُرَى بَيَاضُ إِبْطِيئِهِ (بخاری ص ۹۳۸ و سلم ص ۲۱۲)
 کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا استسقاء میں اس قدر بلند ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا ہے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آرہی تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ يُرَى بَيَاضُ إِبْطِيئِهِ
 کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آیا کرتی۔

(طبقات ابن سعد - خصائص کبریٰ ص ۶۳)

گاہے گاہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک کپڑے سے یا چادر اوڑھ کر بغیر قمیص کے بھی نماز ادا فرماتے تھے اس لئے آپ کی مبارک بغلیں نظر آجایا کرتی تھیں۔
 دارمی نے نبی کریم کے ثقہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معز بن مالک رضی اللہ عنہ کو اس کے اقرار بالزنا پر سنگسار کرنے کا حکم دیا تو اس کے بدن پر پتھر بستے دیکھ کر مجھ میں کھڑا رہنے کی طاقت نہ رہی۔ قریب تھا کہ میں گر پڑتا
 فَضَمَّنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ عَلِيٌّ مِنْ عِرْقِ إِبْطِيئِهِ
 تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے ساتھ لگا لیا۔ وہ ایسا وقت تھا کہ آپ کی بغلوں کا

مِثْلَ رِيحِ الْيَسْكَ - پسینہ مجھ پر ٹپک رہا تھا جس سے کستوری کی
(دارمی - خصائص کبریٰ ص ۶۴) سی خوشبو آتی تھی۔

ذرقانی علی السواہب ص ۱۸۴)

حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی ہیں ان سے ایک مرتبہ ایسا مکروہ ترین فعل سرزد ہو گیا جو ایک صحابی کی شانِ رفیع کے ہرگز شایاں نہ تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بظاہر یہ واقعہ نہایت قبیح ہے لیکن غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں درس بصیرت اور خطا کاروں کے لئے ایک بہترین اسوہ و نمونہ موجود ہے۔ اس سے بہتر اور اس سے بڑھ کر توبۃ النصوح کی مثال نہیں مل سکتی۔

چنانچہ ایک مرتبہ جذباتِ نفس سے مغلوب ہو کر زنا کا ارتکاب کر بیٹھے۔ اس وقت تو جذبات کے طوفان میں کچھ نہ سوچا بعد میں جب ہوش آیا تو آنکھیں کھلیں اور شدت سے احساس ہوا کہ کیا کر بیٹھے۔ اسی بے تابی کے عالم میں دوڑتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے پاک کیجئے؟ آپ سمجھ گئے لیکن پردہ پوشی فرماتے ہوئے فرمایا، جاؤ خدا سے مغفرت چاہو اور اس کے حضور توبہ کرو۔ یہ جواب سن کر واپس چلے گئے۔ تھوڑی دُور جا کر پھر لوٹ آئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ مجھے پاک کیجئے؟ آپ نے پھر وہی فرمایا جاؤ اللہ سے توبہ استغفار کرو! پھر چلے گئے۔ تھوڑی دُور جا کر پھر لوٹ آئے اور کہا یا رسول اللہ مجھے پاک کیجئے؟ آپ نے پھر وہی فرمایا۔ پھر لوٹ گئے۔ چوتھی مرتبہ پھر آکر عرض کیا۔ مجھے پاک کیجئے؟ اب آپ نے صراحتاً پوچھا کس چیز سے پاک کروں؟ عرض کیا زنا کی گندگی سے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم جرم کے لیے صریح اعتراف سے بہت متعجب ہوئے کیونکہ اس کی سزا بھی بڑی دردناک تھی یعنی سنگساری، اس لئے آپ نے صحابہ سے فرمایا ان کو جنون تو نہیں؟ عرض کیا گیا۔ نہیں! پھر فرمایا، شراب تو نہیں پی ہے؟ ایک صاحب نے اٹھ کر منہ سونگھا تو شراب کا بھی کوئی اثر نہ تھا۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا کیا تم نے واقعی زنا کیا ہے؟ حضرت ماعز نے عرض کیا ہاں! اس اقرار کے بعد آپ نے ان کو سنگسار کرنے کا حکم دے دیا۔ حکم

صادر ہوتے ہی ان کو لے جا کر سنگسار کر دیا گیا۔ اس کے بعد ان کے متعلق صحابہ کرام کی رائیں مختلف تھیں۔ بعض کا خیال تھا کہ وہ اپنی خطاؤں کی وجہ سے ہلاک ہو گئے اور بعض کہتے تھے کہ ان کی توبہ سے افضل کسی کی توبہ نہیں۔ دو تین دن تک اسی قسم کی رائے زنی ہوتی رہی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے مجمع میں تشریف لائے اور سلام کر کے بیٹھ گئے اور فرمایا ما عزن بن مالک کے لئے سب مغفرت کی دعا کرو۔ سب نے مل کر مغفرت کی دعا کی۔ دعا کے بعد

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ تَابَ أَوْبَةً أَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ أُمَّةٍ لَوْ سَعَتْهُمْ۔
(مسلم شریف ص ۶۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک ما عزن نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کو تمام امت پر تقسیم کر دیا جائے تو تمام امت کے لئے یہی ایک توبہ کافی ہے۔

اللہ اللہ کتنا عجیب و غریب، پر درد و پر سوز، سبق آموز اور بصیرت افروز واقعہ ہے۔ غور فرمائیے یہ گناہ انہوں نے علانیہ نہیں بلکہ چھپ کر کیا تھا اور کسی کو اس کا علم بھی نہ تھا۔ اور اگر وہ چاہتے تو کسی کو علم ہونے بھی نہ دیتے۔ مگر ان کی رُوح کی پاکیزگی اور قلب کی صفائی کا عالم دیکھئے کہ وہ اپنے کردار کی سفید چادر پر معصیت کے اس دھبے کو برداشت نہیں کرتے اور بار بار آکر عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ اس دھبے کو دور کر دیجئے۔ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس خیال سے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ پر پردہ ڈالا ہے تو اس کو دنیا میں کیوں رسوا کیا جائے پردہ پوشی فرماتے ہوئے بار بار فرماتے ہیں جاؤ توبہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہو۔ لیکن ان کے دل کو تسکین نہیں ہوتی حالانکہ ان کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ اس گناہ کی سزا بڑی سخت ہے۔ اگر اعتراف کیا تو رسوائی بھی ہوگی اور پتھر مار مار کر ہلاک بھی کر دیا جاؤں گا مگر وہ کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے اور دنیا سے پاک و صاف اٹھنے کا تہیہ کرتے ہیں، تاکہ آخرت کا کوئی مواخذہ باقی نہ رہے۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے صحابہ میں کیسے کیسے جوہر پیدا کر دیئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام اخلاقِ حسنہ

اور کردار فاضلہ کے نمونے تھے لہذا بھرموں، خطا کاروں کے لیے ایک ایسی مثال کی بھی ضرورت تھی جس میں ان کے لیے یہ سبق ہوتا کہ دنیا میں گناہوں کا کفارہ اس طرح ادا کیا جاتا ہے۔

زنا اور اس کی سزا

زنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزَّانِيَ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً
وَسَاءَ سَبِيْلًا ۝ (الاسراء - ۳۲)

اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ بے شک وہ ایک بے حیائی اور بہت بُری راہ ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ
وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ
اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ؕ وَمَنْ
يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اٰثَمًا مَّا هُوَ يُضَعَفُ
لَهٗ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ
يَخْلُدُ فِيْهِ مُهَانًا ۝

اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے (خود ساختہ) معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام کر دیا ہے مگر ساتھ حق کے۔ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کام کرے گا وہ بڑے سخت گناہ میں جا پڑا۔ اس کو قیامت کے دن دو گنا عذاب ہوگا اور وہ دوزخ میں ذلیل و خوار ہو کر پڑا رہے گا۔

(الفرقان - ۶۸)

حضرت میثم بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
مَا مِنْ ذَنْبٍ بَعْدَ الشِّرْكِ اَعْظَمُ
عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ نُّطْفَةٍ وَّضَعَهَا رَجُلٌ
فِي رَحِمٍ لَا يَحِلُّ لَهٗ۔

شُرک کے بعد اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی گناہ اس سے بڑھ کر نہیں کہ انسان اپنا نطفہ ایسے رحم میں ڈالے جو اس کے لئے حلال نہیں۔

(ابن ابی الدنیا)

حضرت خدیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
يَا مَعْشَرَ النَّاسِ اتَّقُوا الزَّانِيَ فَاِنَّ
فِيْهِ سِتًّا خِصَالٍ ثَلَاثٌ فِي الدُّنْيَا

اے لوگو! زنا سے بچو، کیونکہ اس میں چھ باتیں ہیں تین دنیا میں ہوں گی اور تین

آخرت میں۔ جو دنیا میں ہوں گی وہ یہ ہیں
چہرے کی رونق جاتی رہے گی۔ محنت اجیٹہ
لاحتی ہوگی۔ عمر میں کمی ہوگی۔ اور جو آخرت
میں ہوں گی وہ یہ ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ
سخت ناراض ہوگا۔ حساب بہت بُرا
ہوگا اور آگ کا عذاب ہوگا۔

وَسَلَاتٌ فِي الْآخِرَةِ أَمَّا الَّتِي
فِي الدُّنْيَا فَيَذَرُهَا الْبَهَاءُ وَ
يُورِثُ الْفَقْرَ وَيُنْقِصُ الْعُمُرَ
وَأَمَّا الَّتِي فِي الْآخِرَةِ فَسَخَطَ اللَّهُ
سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى وَسُوءَ الْحِسَابِ
وَعَذَابَ النَّارِ۔

(تفسیر کبیر صفحہ ۲۴۵)

الغرض زنا نہایت قبیح اور بُرا فعل ہے جس کے نتائج دنیا و آخرت میں سخت
ہولناک ہوں گے۔ اسلام میں زنا کی سزائیں تین ہیں۔ پچاس دڑے۔ سٹو دڑے سنگساری
اگر زانی و زانیہ غلام اور لونڈی ہو خواہ شادی شدہ یا غیر شادی شدہ، تو ان کی سزا صرف
پچاس پچاس دڑے ہیں۔ اگر زانی و زانیہ آزاد عاقل بالغ ہوں اور نکاح کئے ہوئے
نہ ہوں یا نکاح کے بعد ہم بستری نہ کر چکے ہوں تو ان کی سزا سٹو دڑے ہیں اور اگر
نکاح کے بعد ہم بستری بھی کر چکے ہوں تو ان کی سزا سنگساری ہے اور یہ سزائیں اس
وقت دی جائیں گی جبکہ چار گواہ مرد، عاقل، بالغ، مسلم، عادل چشم دید گواہی دیں یا
مجرم خود چار بار اقرار زنا کرے اور کوئی شبہ عارض نہ ہو۔ ان سزاؤں کا اجراء سلطان
اسلام کے حکم کے بغیر جائز نہیں ہے اور سلطان اسلام کو ان سزاؤں میں تبدیلی یا تخفیف
یا معاف کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ ہاں ابتدا میں پردہ پوشی اور اعراض اولیٰ ہے
لیکن جرم ثابت ہو جانے پر تخفیف و رحم اور سفارش و عفو ممنوع ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

زانیہ عورت اور زانی مرد، سو مارو ہر ایک
کو دونوں میں سے سٹو دڑے اور اللہ
کے حکم (کے پورا کرنے) میں تمہیں ان (مجرموں)
پر ترس نہیں آنا چاہیے اگر تم اللہ پر اور

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ
وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا
تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ
اللَّهِ إِنَّكُمْ تَكُونُونَ بِاللَّهِ وَ

اليَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَيْسَ هَدًى عَذَابُهُمَا
 طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝

قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور چاہیے
 کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ

(النور - ۲) حاضر و موجود ہو۔

یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر پورا پورا یقین و ایمان رکھتے ہو تو اس
 کے احکام اور حدود کے جاری کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی اور کمی نہ کرو اور ایسا نہ ہو
 کہ مجرم پر ترس کھا کر سزا کو معاف یا اس میں تخفیف کرنے لگو یا سزا دینے میں ایسا ہلکا او
 غیر موثر طریقہ اختیار کرو کہ سزا سزا نہ رہے۔ اچھی طرح جان لو کہ اللہ تعالیٰ علیم و حکیم اور
 ارحم الراحمین ہے وہ اپنے بندوں پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا مہربان ہے۔ اس کے
 ہر سخت و نرم حکم میں حکمت و رحمت کے دریا موجزن ہیں۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں ان زانیوں کی سزا کا بیان ہوا ہے جو آزاد، عاقل، بالغ
 ہوں اور غیر شادی شدہ ہوں یا شادی شدہ ہوں مگر ہم بستری نہ کر چکے ہوں اور جو آزاد
 نہ ہوں بلکہ غلام اور لونڈیاں ہوں تو ان کی سزا ان کی سزا سے نصف یعنی پچاس درے ہے
 چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَإِنَّ أَتَيْنَ بِفَأِحْسَنَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ
 مِنَ الْعَذَابِ (النساء - ۲۵) پس اگر وہ بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان پر آدمی سزا ہے
 محصنت کی سزا سے۔

اور وہ لوگ جو آزاد، عاقل، بالغ ہوں اور نکاح کے بعد ہم بستری بھی کر چکے ہوں
 ان کی سزا ”رحم“ یعنی سنگسار کرنا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء اربعہ
 اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل برابر اسی قانون رحم پر رہا۔ اور ان
 کے بعد اہلسنت و جماعت میں سے آج تک کسی ایک شخص نے بھی اس کا انکار بلکہ اس
 سے اختلاف تک بھی نہیں کیا۔ گویا یہ مسئلہ سنت متواترہ اور اجماع اہل حق سے
 ثابت ہے۔

گزشتہ زمانہ میں خوارج کے ایک گروہ نے اس کا انکار کیا تھا اور دورِ حاضر کے
 منکرین حدیث و سنت اور بعض آزاد طبع لوگ بھی اس سزائے ”رحم“ کے بارے میں

طرح طرح کی تاویلیں کر کے انکار کی راہ اختیار کر رہے ہیں۔ لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سزائے رجم کے متعلق چند سطور ہدیہ قاضین کی جائیں۔

خیبر کے یہودی باشندے اسلامی حکومت کے تحت زندگی بسر کرتے تھے اور معاہدہ کی رو سے ان کو اندرونی معاملات میں آزادی حاصل تھی۔ وہ اپنے مقدمات کے فیصلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے مقرر کردہ قاضیوں کے پاس لانے کے لئے مجبور نہ تھے بلکہ وہ اپنے مقدمات کے فیصلے اپنے مذہبی قانون کے مطابق اپنے ججوں سے کراتے تھے لیکن ان کے بعض مذہبی قانون بڑے سخت تھے۔ تو وہ اپنے مذہبی قانون کی سختیوں سے بچنے کے لئے بعض مقدمات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف اس امید پر لے آتے تھے کہ شاید آپ کی شریعت میں ان کے لئے وہ سختی نہ ہو بلکہ کوئی دوسرا نرم حکم ہو چنانچہ ایک مرتبہ ان کے معزز خاندانوں میں سے ایک شادی شدہ مرد و عورت نے زنا کیا۔ توراہ کی رو سے ان کی سزا "رجم" (سنگسار کرنا) تھی لیکن ان کو یہ سزا گوارا نہ تھی اس لئے وہ اس مقدمہ کا فیصلہ کرانے کے لئے آپ کے پاس آئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا فرمایا :-

وَإِنْ حَكَمْتَ فَأَحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ
 إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ وَكَيْفَ
 يُحْكِمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ
 فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ شَرَّيْتَوْلُونَ
 مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَمَا أُولَئِكَ
 بِالْمُؤْمِنِينَ ۝

اور اگر آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو پھر
 ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں،
 بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا
 ہے اور آپ کو کیسے حکم بناتے ہیں جبکہ ان کے
 پاس توراہ ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے
 پھر وہ اس سے منہ پھیر رہے ہیں حقیقت میں
 یہ لوگ ایمان ہی نہیں رکھتے۔

(المائدہ: ۴۳-۴۴)

یعنی تعجب کی بات ہے کہ یہ لوگ آپ کے پاس فیصلہ کرانے کیسے آگئے ہیں
 حالانکہ ان کے پاس توراہ ہے جس کو یہ خود آسمانی کتاب مانتے ہیں اور اس میں اس

جرم کے بارے میں واضح طور پر اللہ کا حکم ”رحم“ موجود ہے۔ جس کتاب کو یہ مانتے ہیں جب اس کا فیصلہ ان کو گوارا نہیں تو آپ کا فیصلہ ان کو کیسے گوارا ہوگا۔ آپ کو تو یہ مانتے ہی نہیں۔ اور پھر جس اللہ نے توراہ میں حکم دیا ہے اسی اللہ کے حکم سے آپ فیصلہ کریں گے۔ تو آپ اللہ کے حکم کے مطابق ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرمادیں۔ چنانچہ آپ نے اللہ کے حکم کے مطابق رحم یعنی سنگسار کرنے کا فیصلہ دیا۔ کیونکہ توراہ میں حکم اللہ ہی رحم تھا۔ انہوں نے اس فیصلہ و حکم کے ماننے سے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا تمہارے پاس جو آسمانی کتاب توراہ ہے جس کو تم ماننے کا دعویٰ رکھتے ہو اس میں بھی یہی حکم ہے انہوں نے کہا اس میں یہ حکم نہیں ہے بلکہ اس میں چالیس کوڑے مارنے اور منہ کالا کے گدھے پر بٹھانے کا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارے علماء میں ابن صوری نامی ایک عالم فدک میں رہتا ہے وہ کیسا آدمی ہے؟ انہوں نے کہا روئے زمین پر اس کے پایہ کا کوئی عالم نہیں ہے وہ توراہ کا سب سے زیادہ ماہر ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو بلاؤ۔ چنانچہ وہ بلا یا گیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو آپ نے اس سے فرمایا۔ تو ابن صوری ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! فرمایا تو یہود میں سب سے بڑا عالم ہے؟ اس نے کہا لوگ ایسا ہی کہتے ہیں! پھر آپ نے یہودیوں سے فرمایا۔ اس کی بات مانو گے؟ انہوں نے کہا ہاں!! آپ نے ابن صوری سے فرمایا میں تجھے اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توراہ نازل فرمائی۔ جس نے تمہیں مصر سے نکالا، دریا میں تمہارے لئے راستے پیدا کئے اور تمہارے دشمن فرعون کو غرق کر کے تمہیں اس کے ظلم و ستم سے نجات دی، ابر کو تم پر سایہ بان بنایا، اور تمہارے لئے من و سلوی اتارا۔ سچ بتا جب چار عادل معتبر گواہوں کی گواہی سے زنا ثابت ہو جائے تو تمہاری آسمانی کتاب توراہ میں اس کی سزا سنگسار کرنا ہے یا کوڑے مارنا؟ اس نے کہا اسی کی قسم جس کی بھاری قسم آپ نے مجھے دی اگر عذاب نازل ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں جھوٹ بول دیتا لیکن میں سچ سچ کہتا ہوں کہ توراہ میں زانی کی سزا سنگسار کرنا ہی ہے کوڑے مارنا نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اس حکم الہی میں تبدیلی کس طرح واقع ہوئی؟ اس نے کہا جب ہم

ہاں زنا کی کثرت ہوئی تو ہمارے حکام نے یہ طریقہ اختیار کر لیا کہ جب بڑے لوگ زنا کے مرتکب ہوتے تو انہیں رشوت وغیرہ لے کر چھوڑ دیا جاتا اور جب چھوٹے لوگ اسی فعل کے مرتکب ہوتے تو انہیں رجم کر دیا جاتا۔ جب عوام میں اس کے خلاف ایک ہنگامہ اُٹا تو شورش برپا ہو گئی تو ہم نے جمع ہو کر توراہ کے اس قانون کو بدل کر امیر و غریب سب کے لئے چالیس کوڑے اور منہ کالا کر کے گدھے پر اٹھا بٹھا کے گشت کرانے کی سزا مقرر کر دی اس کے بعد یہود اگرچہ ابنِ صوریہ پر بہت ناراض تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بولنے کی ان کو ہمت و جرأت نہ ہوئی۔ آپ نے ان دونوں کو ”رجم“ یعنی سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ کے حکم سے ان دونوں کو سنگسار کر دیا گیا۔

آپ نے فرمایا: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَوَّلُ مَنْ أَحْيَا أَمْرَكَ إِذَا مَا تُوذَىٰ۔ اے اللہ میں پہلا شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو زندہ کیا جبکہ وہ لوگ اسے مٹا چکے تھے چنانچہ اس کے بعد جس قدر بھی واقعات اس قسم کے پیش آئے ان سب میں آپ نے اور آپ کے خلفاء راشدین نے زانی محسن یعنی شادی شدہ کو یہی رجم کی سزا دی اور اس کے بعد اس پر تمام اہل حق کا آج تک اجماع و اتفاق رہا ہے اور انشاء اللہ رہے گا۔

گویا شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توراہ کے اس حکم کو باقی رکھا۔ جیسا کہ قتلِ عمد کی سزا کو قرآن نے بحوالہ توراہ بیان فرمایا۔ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ الْآيَةَ۔ اور پھر اس حکم کو امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی باقی رکھا گیا۔

قرآن کریم میں اس حقیقت کو واضح طور پر بیان فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب بھی کوئی نبی آتا تھا تو وہ پہلے انبیاء کرام کی تردید کے لئے یا ان کے دینِ مذہب کو مٹا کر اپنا نیا دین و مذہب رائج کرنے کے لئے نہیں آتا تھا بلکہ ہر نبی پہلے تمام انبیاء کی تصدیق و تائید کرتا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی کوئی کتاب اس کی پہلی کتابوں کی تردید کے لئے نہیں آتی تھی بلکہ اس کی ہر کتاب اس کی پہلے بھیجی ہوئی کتابوں کی تصدیق و تائید کرتی تھی، چنانچہ فرمایا۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى بَشَرًا لِّمَنْ نَزَلَتْ تُوْرَةُ نَازِلٌ فَرْمَانِي جِسْمِي فِيهَا

وَنُورِهِ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ
اسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا -

(المائدہ - ۴۴)

وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ
مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ
التَّوْرَةِ ۖ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ فِيهِ
هُدًى وَنُورًا ۖ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ
يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَهُدًى وَ
مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ۝

المائدہ - ۴۶

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ
مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ
الْكِتَابِ وَمُهَيِّمًا عَلَيْهِ فَاحْكُم
بَيْنَهُم بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ
أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ
الْحَقِّ ۝

(المائدہ - ۴۸)

اور نور ہے (اس کے بعد آنے والے) انبیاء جو
مسلم تھے وہ اسی توراہ کے مطابق ان یہودی
بن جانے والوں کو حکم دیتے رہے۔

اور ہم نے ان (نبیوں) کے بعد بھیجا عیسیٰ
بن مریم کو، وہ تصدیق کرنے والا تھا اس کی جو
توراہ میں سے اس کے سامنے موجود تھا اور ہم
نے اس کو انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور
نور ہے وہ بھی تصدیق کرنے والی تھی اس
توراہ کی جو اس سے پہلے تھی اور ہدایت و نصیحت
تھی واسطے پرہیزگاروں کے۔

اور (اے حبیب) ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب
(قرآن) اتارا ہے ساتھ حق کے۔ یہ تصدیق کرنے
والا ہے کتاب میں سے جو بھی اس سے پہلے ہے
اور یہ اس پر امین و محافظ ہے۔ سو آپ ان کے
درمیان فیصلہ فرمائیں اللہ کے نازل کیے ہوئے
قانون کے مطابق اور آپ ان کی خواہشات کی
پیروی نہ کریں اس حق کو چھوڑ کر جو آپ کے
پاس آیا ہے۔

اس آیت کریمہ میں چند باتیں نہایت قابل غور ہیں۔ پہلی یہ کہ قرآن پہلی آسمانی کتابوں
کا مصدق اور ان کے مضامین و احکام کا امین و محافظ ہے۔ دوسری یہ کہ مُصَدِّقًا لِّمَا
بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ فرمایا ہے، مِنَ الْكِتَابِ نہیں فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا
کہ تمام وہ کتابیں جو اللہ کی طرف سے نازل ہوئیں سب کی سب اصل میں اس ایک ہی
کتاب (قرآن) سے ہیں ایک سرچشمہ فیض کی نہریں اور ایک ہی نور کے انوار اور ایک ہی اللہ کا

کلام ہیں۔ تمیزی یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جا رہا ہے فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا
 أَنْزَلَ اللَّهُ۔ کہ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں اور
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان فیصلہ فرمایا ”رحم“ کا تو ثابت ہوا کہ قانونِ رحم
 اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قوانین میں سے ہے۔ چوتھی یہ کہ لوگوں کی خواہشات کا خیال کرتے
 ہوئے حق سے روگردانی کرنا اور اللہ کے نازل کردہ قوانین کے خلاف حکم کرنا اللہ تعالیٰ
 کی نافرمانی میں داخل ہے جس کے تین درجے ہیں۔ کفر، ظلم، فسق۔

فرمایا :-

وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۝ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ
 الْفَاسِقُونَ ۝ (المائدہ ۵-۲۴-۲۵-۲۶)

جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق حکم
 نہ دیں تو وہی کافر ہیں، جو لوگ اللہ کے نازل
 کردہ قانون کے مطابق حکم نہ دیں وہی ظالم ہیں
 اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق
 حکم نہ دیں وہی فاسق ہیں۔

یعنی جو اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے قانون کو غلط سمجھ کر یا اس کی تحقیر کرتے ہوئے
 یا اس کا انکار کرتے ہوئے اس کے مطابق حکم اور فیصلہ نہیں دیتے وہ کافر ہیں اور جو اعتقاداً
 قانونِ الہی کو حق و صحیح سمجھتے ہیں مگر عملاً اس کے خلاف حکم و فیصلہ کرتے ہیں وہ ظالم اور
 فاسق ہیں۔ ظالم اس وجہ سے کہ انھوں نے اس قانون کے خلاف کیا جو عین عدل و
 انصاف تھا اور عدل و انصاف کے خلاف کرنا ظلم ہے اور فاسق اس وجہ سے کہ بندے
 ہونے کے باوجود وہ اپنے خالق و مالک کی اطاعت و بندگی سے نکلے۔

ان ارشاداتِ خداوندی کے بعد کیا کوئی مسلمان یہ تصور بھی کر سکتا ہے کہ رحمۃ للعالمین
 صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ”رحم“ قانونِ الہیہ کے مطابق نہیں تھا؟
 اب منکرینِ حدیث جو حکم ”رحم“ کے بھی منکر ہیں، کے معترضہ دلائل کو ترتیب وار نقل کیے
 ان کا بالترتیب جواب ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ۔

(۱) حکمِ رجم چونکہ قرآن میں نہیں ہے لہذا قابل قبول نہیں۔
 (۲) الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي عام ہے اور اس کے عموم میں محسن و غیر محسن سب شامل ہیں لہذا سب کی سزا تو کوڑے ہوگی۔ شادی شدہ کے لئے رجم کی سزا ماننا عمومِ آیت کے معارض ہونے کی وجہ سے باطل قرار پائے گا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شادی شدہ زنا کرنے والی باندیوں کی جو سزا بیان فرمائی ہے وہ محصنات کی سزا کا نصف ہے اور محصنات سے مراد شادی شدہ عورتیں ہیں۔ اب اگر محسنہ کی سزا رجم قرار دی جائے تو اس کی تنصیف ناممکن ہے اس وجہ سے یہ آیت ناقابل عمل ہو جائے گی۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ زنا کی سزا ہر صورت میں تو کوڑے ہی ہیں جن کا نصف پچاس ہوتے ہیں اور وہی پچاس کوڑے شادی شدہ زانیہ باندی کی سزا ہے۔

(۴) انسان کو سنگسار کرنا اس مہذب دور میں انتہائی وحشت و بربریت اور بے رحمی کا مظاہر ہے جو اسلامی تعلیمات کے قطعاً منافی ہے۔

○ منکرین و مخالفین کی پہلی دلیل کا جواب گزشتہ سطور میں ہو چکا ہے۔

جواب ۲

منکرین کی یہ دلیل کہ الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي عام ہے اور ہر زانی و زانیہ کو شامل ہے۔ خود قرآن کی روشنی میں باطل اور مردود ہے۔ منکرین بتائیں کہ شادی شدہ زانیہ باندی، الزانیہ و الزانی کے عموم میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر داخل ہے تو پھر اس کی سزا بھی تو کوڑے ہونی چاہیے حالانکہ اس کی سزا پچاس کوڑے ہے؟ اور اگر داخل نہیں اور یقیناً داخل نہیں تو منکرین کی یہ دلیل مردود اور باطل ہوگئی اور اگر وہ یہ کہیں کہ آیت فَحَلِيْمَةٌ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ نے آیت الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي کو خاص کر دیا تو اہل حق یہ کہتے ہیں جس وحی میں اللہ تعالیٰ نے حکمِ رجم دیا اس نے بھی اس آیت کے عموم کو اسی طرح خاص کر دیا ہے۔

جواب ۳

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے شادی شدہ زانیہ باندی کی سزا محسنات کی سزا کا نصف بیان فرمائی ہے مگر وہاں محسنات سے مراد شادی شدہ عورتیں نہیں بلکہ غیر شادی شدہ آزاد عورتیں ہیں اور غیر شادی شدہ آزاد عورت اگر زنا کی مرتکب ہو تو اس کی سزا تلو کوڑے ہے۔

تعجب ہے کہ منکرین حدیث "محسنات" سے صرف شادی شدہ عورتیں مراد لیتے ہیں حالانکہ خود قرآن کریم میں لفظ "محسنات" غیر شادی شدہ آزاد عورتوں کے لئے وارد ہوا ہے۔

ملاحظہ ہو :-

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ فَتَايِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ط

اور جو شخص تم میں سے اتنی طاقت نہ رکھتا ہو کہ آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرے تو وہ تمہاری ان لونڈیوں سے نکاح کرے جو مسلمان ہوں اور تمہارے قبضہ میں ہوں۔

(النساء - ۲۵)

دیکھئے اس آیت میں "محسنات" سے قطعاً غیر شادی شدہ آزاد عورتیں ہی مراد ہیں۔ غیر شادی شدہ اس لئے کہ ان سے نکاح کرنے کا ذکر ہے۔ شادی شدہ خاوند والی سے نکاح نہیں ہو سکتا اور آزاد اس لئے کہ ان کے بالمقابل باندیوں سے نکاح کا حکم دیا جا رہا ہے۔

جس طرح یہاں باندیوں کے بالمقابل "محسنات" سے مراد آزاد غیر شادی شدہ ہیں اسی طرح آیت فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ میں بھی محسنات سے مراد آزاد غیر شادی شدہ ہیں کیونکہ وہاں بھی باندیوں کے بالمقابل ان کا ذکر ہے۔

قرآن کریم کی اس روشن تصریح سے ثابت ہوا کہ محسنات سے مراد غیر شادی شدہ آزاد عورتیں ہیں لہذا یہ کہنا کہ محسنات سے مراد صرف شادی شدہ آزاد عورتیں ہیں، قطعاً غلط ہے کیونکہ "احسان" تزویج میں منحصر نہیں بلکہ تزویج کے علاوہ اسلام، عفاف

حریت سے بھی احسان ثابت ہو جاتا ہے چنانچہ لسان العرب میں ہے وَأَصْلُ الْإِحْصَانِ الْمَنَعُ - وَالْمَرْأَةُ تَكُونُ مُحْصَنَةً بِالْإِسْلَامِ وَالْعَفَافِ وَالْحُرِّيَّةِ وَ التَّزْوِيجِ - (لسان العرب ص ۱۱۱) یعنی "احسان" کے اصل معنی "منع" ہیں اور عورت اسلام - عفاف - حریت اور تزویج (سب کے ساتھ) محصنہ ہو سکتی ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

جان لو بیشک لفظ "احسان" قرآن میں چند وجہ پر آیا ہے۔ پہلی حریت دوسری عفاف تیسری اسلام چوتھی ازدواجی رشتہ، اور یہ چاروں وجہ اصل لغوی معنی میں مشترک ہیں اور وہ اصل لغوی معنی ہیں "منع" یعنی روکنا اور یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ "احسان" کے اصل معنی روکنے کے سبب میں مشترک ہیں تو وہ اس طرح کہ حریت انسان پر غیر کے حکم کے نفاذ کو روکنے کا سبب ہے۔ ایسے ہی عفت و پاکدامنی انسان کو نامناسب اور بُری راہوں سے روکتی ہے اور اسی طرح اسلام ان کثیر چیزوں سے روکتا ہے جن کی طرف نفس و شہوۃ دعوت دیتے ہیں اور ایسے ہی زوج زوجہ کے لئے بہت سے امور کو روکنے اور زوجہ زوج کے لیے زنا وغیرہ سے روکنے والی ہے اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جس نے نکاح کیا اس نے اپنے دین کا دو تہائی حصہ محفوظ کر

وَأَعْلَمُ أَنَّ لَفْظَ الْإِحْصَانِ جَاءَ فِي الْقُرْآنِ عَلَى وَجْهِ - أَحَدًا - : - الْحُرِّيَّةِ وَثَانِيهَا : - الْعَفَافُ وَ ثَالِثُهَا : - الْإِسْلَامُ وَرَابِعُهَا : - كَوْنُ الْمَرْأَةِ ذَاتَ زَوْجٍ وَأَعْلَمُ أَنَّ الْوَجْهَ الْأَرْبَعَةَ مُشْتَرِكَةٌ فِي الْمَعْنَى الْأَصْلِيَّةِ اللَّغَوِيَّةِ وَهُوَ الْمَنَعُ وَذَلِكَ لِأَنَّا ذَكَرْنَا أَنَّ الْإِحْصَانَ عِبَارَةٌ مِّنَ الْمَنَعِ فَالْحُرِّيَّةُ سَبَبٌ لِتَحْصِينِ الْإِنْسَانِ مِنْ نَفَازِ حُكْمِ الْغَيْرِ فِيهِ وَالْعِفَّةُ أَيْضًا مَانِعَةٌ لِلْإِنْسَانِ عَنِ الشُّرُوعِ فِيهَا لَا يَنْبَغِي وَكَذَلِكَ الْإِسْلَامُ مَانِعٌ مِّنْ كَثِيرٍ مِّمَّا تَدْعُو إِلَى الْبُغْيِ وَالشَّهْوَةِ وَالزَّوْجِ أَيْضًا مَانِعٌ لِلزَّوْجَةِ مِنْ كَثِيرٍ مِنَ الْأُمُورِ وَ الزَّوْجَةُ مَانِعَةٌ مِنَ الْوُقُوعِ فِي الزَّيْنَاءِ وَ لِذَلِكَ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَنْ تَزَوَّجَ فَقَدْ حَصَّنَ ثُلُثِي دِينِهِ

فَثَبَّتْ أَنَّ الْمَرْجِعَ بِكُلِّ هَذِهِ الْوُجُوهِ إِلَى ذَلِكَ الْمَعْنَى اللَّغَوِيَّةِ -
 لیا۔ پس ثابت ہوا کہ ان تمام وجوہ کا مرجع
 یہی لغوی معنی ہے۔

(تفسیر کبیر ص ۱۹۲)

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ثابت ہو گیا کہ "احسان" تزویج میں منحصر نہیں اس کو
 تزویج میں منحصر ماننا کس قدر ناواقفی اور نا فہمی کی دلیل ہے۔

جواب ۲

رہا یہ امر کہ انسان کو سنگسار کرنا اس مہذب دور میں سخت بے رحمی اور بربریت
 کا مظاہرہ ہے تو اس کے جواب میں سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ جن لوگوں
 کی اصطلاح میں بے حیائی و بے شرمی کا نام تہذیب ہو ان کے نزدیک فاحشہ و
 بدکار کی سزا بے رحمی اور بربریت ہی کہلائے گی۔

اے کاش! یہ لوگ اس حقیقت کو سمجھتے کہ انسان کا شادی شدہ ہونا اس
 کی عزت و ناموس کی حفاظت کی ضمانت ہے اور "احسان بالتزویج" گویا اس کی
 پاکدامنی کے لئے ایک حصن حصین اور مضبوط قلعہ ہے ایسا حصن جب فاحشہ کا ترکب
 ہو کر کسی کی آبروریزی کرتا ہے تو صرف یہ نہیں کہ اس نے انسانی عفت کے دُور آبدار کو
 شکستہ کر ڈالا بلکہ اس سے پہلے اس نے خود اپنے حصارِ عفت کو سنگ ہائے مصیبت سے
 ریزہ ریزہ کر دیا ایسے شخص کی سزا کا سنگساری سے کم ہونا اسلامی معاشرہ میں انسانی ناموس
 کے ساتھ سخت بے رحمی اور انتہائی وحشت و بربریت کا مظاہرہ ہے۔

بلاشبہ جب انسان پر ہوا و ہوس اور جاہ طلبی کا غلبہ ہو جاتا ہے تو پھر اس
 کے پیش نظر خالق و مالک اللہ جل شانہ کی رضا و خوشنودی نہیں ہوتی بلکہ بندوں کی رضا
 ہوتی ہے پھر وہ ان کو خوش کرنے اور اپنا ذاتی مفاد حاصل کرنے کے لئے قرآن کریم
 کے معانی اور اسلام کے احکام میں مہیر پھیر اور واضح تصریحات کا انکار کرنا شروع کر دیتا
 ہے کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ جہاں حرص و ہوا کا غلبہ ہو جائے وہاں عدل و انصاف
 نہیں رہتا پھر قرآن کریم اس کے لئے موجب نصیحت و ہدایت اور رحمت و شفا نہیں

ہوتا بلکہ یُضِلُّ بِہِ کَثِیرًا اور وَلَا یَزِیدُ الظَّالِمِینَ إِلَّا خَسَارًا۔ کا موجب ہو جاتا ہے۔

فوائد

- ۱۔ یہ کہ آپ کی مبارک بگلوں کا رنگ دیگر آدمیوں کی طرح متغیر نہیں ہوتا تھا۔
- ۲۔ یہ کہ آپ کی مبارک بگلیں اور ان کا پسینہ کستوری کی طرح خوشبودار تھے۔
- ۳۔ یہ کہ آپ کی مقدس بگلوں میں دیگر آدمیوں کی طرح بال بھی نہیں تھے۔
- ۴۔ یہ کہ زنا بہت بُرا فعل ہے اور اس کی سزائیں کتاب و سنت کے عین مطابق ہیں۔

دست و بازو مبارک

جس کو بارِ دو عالم کی پروا نہیں
 کعبہ دین و ایماں کے دونوں ستوں
 ہاتھ جس سمت اٹھا غسنی کر دیا
 جس کے ہر خط میں ہے موجِ نورِ کریم
 نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
 عیدِ مشکِ ثانی کے چمکے صلااں

ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام
 ساعدین رسالت پہ لاکھوں سلام
 موجِ بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام
 اس کفِ بحرِ ہمت پہ لاکھوں سلام
 انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام
 ناختوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کف دست اور بازوئے مبارک پر گوشت تھے ریشم سے بڑھ کر نرم اور بے حد خوشبودار تھے جس شخص سے آپ مصافحہ کرتے وہ دن بھر اپنے ہاتھوں سے خوشبو پاتا اور جس بچے کے سر پر آپ اپنا دست مبارک رکھ دیتے وہ خوشبو میں دوسرے بچوں سے ممتاز ہو جاتا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی جب آپ مسجد سے باہر تشریف لائے تو میں بھی آپ کے ساتھ تھا بچے آپ کے سامنے آئے تو آپ ان میں سے ہر ایک کے رخسارے پر ہاتھ مبارک پھیرنے لگے میرے رخسار پر بھی آپ نے ہاتھ پھیرا۔

فَوَجَدَتْ لِيَدَاهُ بَرْدًا وَرِيحًا
كَأَنَّهَا أَخْرَجَهَا مِنْ جُودَةٍ
عَطَّارٍ -
تو میں نے آپ کے دست مبارک کی ٹھنڈک اور
خوشبو ایسی پائی کہ گویا آپ نے اپنا ہاتھ عطار
کے صندوقچے سے نکالا ہے۔

(مسلم شریف ص ۲۵۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَا مَسَسْتُ دِيْبَاجَةً وَلَا حَرِيرًا
أَلَيْنَ مِنْ كَفِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمَمْتُ مِسْكَ وَلَا
عَنْبَرَةً أَطْيَبَ مِنْ رَائِحَةِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -
کہ میں نے کسی ریشم اور دیبا کو حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے کف دست سے نرم نہیں پایا اور نہ کسی
مشک و عنبر وغیرہ خوشبو کو آپ کی خوشبو
سے بڑھ کر پایا۔
(بخاری ص ۲۶۴ - مشکوٰۃ ص ۵۱۶)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

كُنْتُ أَصَافِحُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ يَمَسُّ جِلْدِي جِلْدَهُ فَأَتَعْرِفُهُ بَعْدُ فِي يَدَيَّ وَأَنَّ لِأَطْيَبُ رَائِحَةً مِنَ الْمِسْكِ -

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرتا یا میرا بدن آپ کے بدن سے مس کرتا تو میں اس کا اثر بعد ازاں بھی پاتا کہ میرا ہاتھ کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوتا۔

(بیہقی، ابن عساکر، زرقانی علی المواہب ص ۱۸۳)

حضرت جحفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر تشریف لائے۔

التَّاسُ فَجَعَلُوا يَأْخُذُونَ يَدَيْهِ فَيَمْسَحُونَ بِهَا وُجُوهُهُمْ قَالَ فَآخُذُوا بِيَدَيْهِ فَوَضَعَتْهَا عَلَى وَجْهِي فَإِذَا هِيَ أَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ وَأَطْيَبُ رَائِحَةً مِنَ الْمِسْكِ -

تو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کو پکڑ پکڑ کر اپنے چہروں پر ملنے لگے میں نے بھی آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے چہرے پر رکھا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔ (بخاری ص ۵۰۲)

اور یہی وہ نورانی ہاتھ ہیں کہ کونین کی نعمتیں ان ہی مبارک ہاتھوں میں مستور ہیں اور کائنات کی ساری برکتیں ان ہی بے مثل ہاتھوں میں پوشیدہ ہیں۔

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنِّي أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ أَوْ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ -

بے شک میں زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں دیا گیا ہوں۔

(بخاری ص ۵۵۸ و ۹۷۵، مسلم ص ۲۵۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أَتَيْتُ خَزَائِنَ الْأَرْضِ فَوَضَعُ فِي يَدَيَّ -

میں زمین کے تمام خزانے دیا گیا ہوں اور وہ میرے ہاتھ میں رکھ دیئے گئے۔

(بخاری ص ۱۰۴۲ - مسلم ص ۲۴۴)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 أُتِيْتُ بِمَقَالِيدِ الدُّنْيَا عَلَى فَرَسٍ
 فِي سَارِي دُنْيَا كُنَجِيَا دِيَا كِيَا هُوْنَ - جبریل امین
 ان کو ابلق گھوڑے پر رکھ کر میرے پاس لائے
 قَطِيفَةٌ مِّنْ سُنْدُسٍ - اور ان کنجیوں پر ریشمی چادر پڑی ہوئی تھی۔

(خصائص کبریٰ ص ۱۹۵ زر قانی علی المواہب ص ۲۴ سراج المنیر ص ۴۳)

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے بعد

ایک کہنے والا

يَقُولُ قَبْضَ مُحَمَّدٍ عَلَى مَفَاتِيحِ النُّصْرَةِ
 وَمَفَاتِيحِ الرِّيحِ وَمَفَاتِيحِ النُّبُوَّةِ - بَحْرُ
 كَبُرَ رَهَاتَا كَه مُحَمَّد (صلى الله عليه وسلم) نے نصرت
 كِي كنجیوں اور نفع کی كنجیوں اور نبوت کی كنجیوں
 پَر قَبْضَه فرمایا ہے ... واہ واہ محمد صلی اللہ
 عَلِيَه وسلم نے ساری دنیا پر قبضہ کر لیا۔ کوئی مخلوق
 اِيسِي نہ رہی جو آپ کے قبضہ میں نہ آئی ہو۔
 خَلَقُ مِّنْ اَهْلِهَا الْاَدْحَلَ فِي قَبْضَتِي -

(خصائص کبریٰ ص ۴۸)

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اُعْطِيْتُ الْكَنْزَيْنِ الْاَحْمَرَ وَالْاَبْيَضَ
 كَه مَجْهُ كُو دُو خِرَانِي سُرْخِ اُو رَسْفِيْدِي عِنِي سُوْنَا اُو
 چاندی عطا فرمائے گئے۔
 (مسلم ص ۳۹، مشکوٰۃ ص ۵۱۲)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا۔

اُوْتِيْتُ مَفَاتِيحَ كُلِّ شَيْءٍ - مجھے ہر چیز کی کنجیاں دے دی گئی ہیں۔

(مسند احمد، طبرانی، خصائص کبریٰ ص ۱۹۵)

حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذْ يَسْئَلُوْنَ الْكِرَامَةَ وَالْمَفَاتِيحَ
 قِيَامَتِ كِه دِنِ جِب لُوْكَ نَا اَمِيْدِي هُوْنَ كِه
 يَوْمَئِذٍ يَسْئَلُوْنَ وَلِوَاءِ الْحَمْدِ
 عِزَّتِ وَ كِرَامَتِ اُو ر كنجیاں میرے ہاتھ میں ہیں

یَوْمَئِذٍ بیدئی۔ گی اور حمد کا جھنڈا بھی اس دن میرے ہاتھ

(دارمی - مشکوٰۃ شریف ص ۵۴) میں ہوگا

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدانے

محبوب کیا، مالک و محنتار بنایا

یہ مشہور واقعہ سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ جب مکہ معظمہ فتح ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف میں تشریف لے گئے، وہاں کافروں نے مین سوساٹھ پتھر کے بُت اس طرح مضبوط نصب کئے ہوئے تھے کہ کلہاڑیوں اور کدالوں سے ان کا اکھڑنا مشکل تھا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں ایک پھڑی تھی وہ پھڑی جس بُت سے لگا دیتے اور فرماتے جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ وَهُ بُت اوندھے منہ زمین پر آجاتا تھا، جس سے سب لوگ تعجب کرتے۔ (سیرت ابن ہشام ص ۵۹)

مقام غور ہے کہ صرف لکڑی کی پھڑی لگا دینے سے ان بتوں کا گر جانا جو نہایت مضبوط طریقہ سے زمین میں جملے ہوئے تھے کس قدر حیرت انگیز ہے لیکن جب دیکھا جائے کہ وہ پھڑی کس کے ہاتھ میں تھی تو کوئی حیرت نہیں رہتی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک دست قدرت الہی تھا

دست احمد عین دست ذوالجلال آمدہ در بیعت و اندر قتال

(اعلیٰ حضرت)

اس پھڑی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی قوت و تاثیر تھی جس کے صرف لگنے سے زمین اور دیوار میں گڑے ہوئے مستحکم بُت اوندھے مونہ گر جاتے تھے

تیری ہیبت تھی کہ ہر بُت تھر تھرا کر گر گیا

دیکھنے میں تو وہ دست مبارک ہی تھا مگر اس دست مبارک کی حقیقتوں کا ادراک بغیر عرفان الہی ممکن نہیں۔

حضرت جلیل بن زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

کہ میں ایک غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ میری گھوڑی جس پر میں

سوار تھا، نہایت ضعیف اور دُہلی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دیکھا کہ میں بہت پیچھے رہ گیا ہوں تو تشریف لائے اور فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟

قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَجْفَاءُ
ضِعِيفَةٌ فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِخْفَقَةً مَعَهُ
فَضْرَبَهَا فَقَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهَا
فِيهَا فَلَقَدْ رَأَيْتُنِي مَا أَمَلِكُ رَأْسَهَا
أَنْ تَقْدَمَ النَّاسَ وَلَقَدْ بَعَثُ
مِنْ بَطْنِهَا بِإِثْنِي عَشَرَ أَلْفًا -

میں نے عرض کی یا رسول اللہ میری گھوڑی دُہلی
اور ضعیف ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
ہاتھ مبارک میں جو پھڑی تھی اس سے آپ نے
اس کو مارا اور فرمایا اے اللہ اس (جھیل) کے
لئے اس میں برکت فرما۔

حضرت جھیل فرماتے ہیں اس کے بعد وہ
ایسی تیز ہو گئی کہ میں اس کی لگام نہیں تھام
سکتا تھا اور سب سے آگے بڑھ جاتی۔ اور
اس سے اتنی اولاد ہوئی کہ میں نے ان کو بارہ
ہزار میں بیچا۔

(بیہقی - خصائص کبریٰ ص ۴۳)

دُہلی اور ضعیف گھوڑی کا بغیر خوراک اور مسالا وغیرہ کھلانے کے صرف چھڑی
مارنے سے چُپت اور چالاک ہو جانا کس قدر حیرت انگیز ہے۔
مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ اور چھڑی مارنے سے اس کی فطرت ہی بدل گئی اور
ایک نئی رُوح اور نئی طاقت اس کے اندر پیدا ہو گئی اور آپ کی دُعا سے برکت کا اثر پورے
طور پر یوں ظاہر ہوا کہ اس کی اولاد اتنی ہو گئی کہ اس کے بارہ ہزار ملے۔

اہل ایمان اس قسم کے واقعات سے بخوبی اندازہ لگا لیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ کے حبیبِ مکرم ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ آپ کی حرکت سے برکتوں کا ظہور
ہو اور ثابت ہو جائے کہ آپ کا ٹیل و نظیر کوئی نہیں ہے۔

اور یہی وہ دستِ قدرت ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت فرمایا ہے
اور اسی دستِ اقدس پر بیعت کرنے والوں کو یوں بشارت دی ہے يَدُ اللَّهِ فَوْقَ

اَيَّدِيْهِمْ كِه ان كِه هاتھوں پر اللہ كا ہاتھ ہے اور یہی وہ دستِ شفا ہے كِه جس كِه محض چھونے سے وہ بیماریاں دور ہو جاتی ہیں جن كِه علاج سے اطباء عاجز ہیں، اور یہی وہ دستِ قدرت ہے كِه جس كِه اشارے سے چاند دو پارہ ہو گیا تھا اور ڈوبا ہوا سورج واپس لوٹ آیا تھا۔

سُوج لُٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہچکاک

اندھے منكر ديكھے قدرت رسول اللہ كِه!

(اعلیٰ حضرت)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔
كِه حضرت موت كِه باشندے حضور صلی اللہ علیہ وسلم كِه خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے جن میں اشعث بن قیس بھی تھا۔ انھوں نے کہا كِه ایک بات ہم نے اپنے دل میں چھپائی ہے بتائیے وہ كِیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ سبحان اللہ! یہ تو كاہن كا كام ہے اور كاہن و كہانت كا مقام دوزخ ہے۔

تو انھوں نے کہا كِه پھر ہم كِس طرح جانیں كِه آپ اللہ كِه رسول ہیں؟ تو آپ نے ایک مٹھی كنگر زمین سے اٹھا كر فرمایا دیکھو یہ كواہی دیتے ہیں كِه میں اللہ كا رسول ہوں چنانچہ حضور كِه دستِ مبارك میں كنگریوں نے تسبیح پڑھی یہ سننے ہی انھوں نے کہا كِه ہم بھی كواہی دیتے ہیں كِه بے شك آپ اللہ كِه رسول ہیں۔

فَقَالُوا كَيْفَ نَعْلَمُ اَنَّكَ
رَسُولُ اللّٰهِ فَاخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِفًّا
مِنْ حَصَى فَقَالَ هَذَا يَشْهَدُ
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَسَبَّحَ الْحَصَى
فِي يَدَيْهِ قَالُوا نَشْهَدُ اِنَّكَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ۔

(دلائل النبوة، البوعینم ص ۱۹۱ خصائص كبری ص ۷۵)

اسی قسم كِه بہت سی روایات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے كِه حضور صلی اللہ علیہ وسلم كِه دستِ مبارك میں كنگریوں نے بلند آواز سے تسبیح اور كلمہ طیبہ پڑھا۔
اس میں شبہ نہیں كِه حضور اكرم صلی اللہ علیہ وسلم قلوب كِه کیفیتوں پر مطلع تھے جس كا

ثبوت متعدد احادیث میں ملتا ہے مگر اس موقع پر جو فرمایا کہ یہ کاہن کا کام ہے، اس میں ایک بہت بڑی مصلحت تھی اور وہ یہ تھی کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی سوچی ہوئی بات بتا دیتے تو لوگوں کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا کہ یہ کام تو کاہن بھی کیا کرتے ہیں، اور ممکن تھا کہ ان کو اس قسم کا کوئی واقعہ شبہے میں ڈال دیتا، چونکہ انھوں نے نبوت رسالت کے پرکھنے کا معیار، دل کی بات جان لینے کو قرار دیا جو اتنی بڑی بات نہ تھی۔

اس لئے فرمایا کہ یہ کام تو کاہن بھی کر لیتے ہیں، ہم تمہیں وہ معجزہ دکھاتے ہیں کہ کسی اور سے ممکن ہی نہ ہو، چنانچہ کنکریوں سے کلمہ پڑھوا دیا۔

سیرت ابن ہشام میں لکھا ہے کہ انھوں نے ریشمی لباس پہنا ہوا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فَمَا بَالُ هَذَا الْحَرِيرِ
فِي أَعْنَاقِكُمْ قَالَ
فَشَقُّوْكَ مِنْهَا فَالْقَوَّةُ

کہ تمہارا کیا حال ہے کہ تم نے یہ ریشم اپنی گردنوں میں پہن رکھا ہے جو ناجائز ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ یہ سنتے ہی انھوں نے اس لباس کو پھاڑ پھاڑ کر پھینک دیا۔

(ص ۲۴۵)

بحان اللہ یہ ہے مسلمان ہونا کہ ریشمی لباس کا ناجائز ہونا سنتے ہی پھاڑ پھاڑ کر پھینک دیا، اور ہم ہیں کہ جانتے تو سب کچھ ہیں مگر عمل کچھ بھی نہیں، اے اللہ تبارک و تعالیٰ بطفیل اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا مسلمان بنا، آمین۔

حضرت عمر بن مہمون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مشرکین مکہ نے حضرت عمار بن یاسر کو آگ میں ڈال دینا چاہا تو تیار تھے کہ آگ میں پھینک دیتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور اپنا دست کرم حضرت عمار کے سر پر رکھ دیا۔

فَيَقُولُ يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا
عَلَى عَمَّارٍ كَمَا كُنْتِ عَلَى إِبْرَاهِيمَ
تَقْتُلُكَ الْفِئَةِ الْبَاغِيَّةُ

اور فرمایا اے آگ عمار پر ٹھنڈی ہو جا جیسے کہ تو ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی تھی، اے عمار! تیرے مرنے کا یہ وقت نہیں بلکہ باغیوں کا ایک گروہ تجھے قتل کرے گا۔

(طبقات ابن سعد، کنز العمال، خصائص کبریٰ ص ۱۹۳)

ف :- آپ کا فرمان سن کر آگ ٹھنڈی ہو گئی اور بعد ازاں حضرت امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ وجہہ کے عہدِ خلافت میں حضرت عمار شامی باغیوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور آپ کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔

حضرت عباد بن عبد الصمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ ہم ایک روز حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر گئے، انہوں نے اپنی لونڈی سے فرمایا کہ دسترخوان لاؤ ہم کھانا کھائیں گے، اس نے لا کر بچھا دیا، فرمایا کہ رومال بھی لا۔ وہ ایک رومال لے آئی جو کہ میلا تھا، فرمایا اس کو توروں میں ڈال دے! اس نے توروں میں ڈال دیا جس میں آگ بھڑک رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اُسے

نکالا گیا تو وہ ایسا سفید تھا جیسا کہ دودھ۔ ہم نے حیران ہو کر کہا کہ یہ کیا راز ہے؟ حضرت انس نے فرمایا کہ یہ وہ رومال ہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منہ مبارک کو صاف کیا کرتے تھے۔ جب یہ میلا ہو جاتا ہے تو ہم اس کو اسی طرح آگ میں ڈال کر صاف کر لیتے ہیں، کیونکہ جو چیز انبیاء کرام کے چہروں پر گزرے آگ اسے نہیں جلاتی۔

فَخْرِجَ أبيضَ كَأَنَّهُ اللَّبَنُ
فَقُلْنَا مَا هَذَا فَقَالَ هَذَا
مِنْدِيلٌ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ بِهِ وَجْهَهُ
فَإِذَا أَسَخَ صَنَعْنَا بِهِ هَكَذَا إِلَّا
النَّارَ لَا تَأْكُلُ شَيْئًا مَرَّ عَلَى
وُجُوهِ الْأَنْبِيَاءِ -

(ابو نعیم، خصائص کبریٰ ص ۱۹۳)

عارف اکمل حضرت مولانا روم علیہ رحمۃ القیوم ثنوی شریف میں اس واقعہ مبارک

کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں :-

اے دل ترسندہ از نار و عذاب
چوں جمادے را چنای تشریف داد
اے وہ دل جس کو نارِ جہنم اور عذابِ دوزخ کا ڈر ہے ان پیارے پیارے ہونٹوں
اور مقدس ہاتھوں سے نزدیکی کیوں نہیں حاصل کر لیتا جب کہ بے جان چیز دسترخوان کو

ایسی فضیلت و بزرگی عطا فرمائی کہ وہ آگ میں نہ جلے، تو جو ان کے عاشق و صادق اور بندہ بارگاہ بے کس پناہ ہیں ان پر جہنم کیوں نہ حرام ہو، یہاں ایک معرکہ الآرافطرت کا مسئلہ پیش ہو جاتا ہے کہ ہر چیز کا اپنی فطرت کے مطابق کام کرنا ضروری ہے۔ آگ کا کام ہے جلانا، اس کی کتنی ہی خوشامد کیجئے وہ اپنا جلانا نہ چھوڑے گی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں لیکن مومن کا یہ ایمان ہے کہ آگ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور اس میں جلانے کی تاثیر بھی اسی نے رکھی ہے۔ جب خدا اس کے پیدا کرنے پر قادر ہے تو اس کی صفت احراق کو فنا کرنے پر بھی قادر ہے۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام پر آگ کو گلزار بنا کر یہ ثابت کر دیا کہ ہم اس بات پر بھی قادر ہیں کہ جب چاہیں، آگ کی صفت کو بیکار کر دیں، غرض کہ جب خدا تعالیٰ کی قدرت مان لی جائے تو فلسفہ اور سائنس کا جھگڑا خود بخود مٹ جاتا ہے۔

فلسفی کو اپنی عقل نارسا پر ناز ہے مرد مومن کو خدا و مصطفیٰ پر ناز ہے
خدا تبارک و تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ کوئی چیز اس کے حکم سے سرتابی نہیں کرتی، اور جو لوگ خدا کی قدرت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو مانتے ہی نہیں ہیں ان سے کوئی بحث نہیں۔

الحاصل ہر مسلمان کے لئے یہ ماننا ضروری ہے کہ آگ حکم الہی کے خلاف نہیں کرتی اسی کو جلاتی ہے جس کے جلانے کا حکم ہوتا ہے مگر عادت اللہ جب یونہی جاری ہے کہ جلانے کا کام آگ ہی سے لیا جاتا ہے تو مسلمان کو چاہئے کہ اس سے بچے، اگر اس میں کود جائے یا اپنا مال اس میں ڈال دے تو گناہگار ہوگا کیونکہ حسب عادت خودکشی یا اتلاف مال کا شرعاً اس پر الزام عائد ہوگا۔

ایک بات اس میں اور قابل غور یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رومال کی صفائی کا جو طریقہ اختیار کیا تھا، کیا شریعت اس کی اجازت دیتی ہے؟ اور کیا کسی روایت سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ طریقہ تعلیم فرمایا ہو؟ ہرگز نہیں! تو جب ہی روایت سے یہ ثابت نہیں اور نہ ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کوئی ایسی بات

فرمائی جس سے معلوم ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ طریقہ انہیں بتایا تھا تو ثابت ہوا کہ رومال صاف کمنے کا یہ طریقہ انھوں نے اپنی ذات سے ایجاد کیا تھا کیونکہ ان کا ایمان تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک اور روئے انور کا مس اس رومال کو حاصل ہے لہذا آگ سے ہرگز نہیں جلائے گی ورنہ وہ متبرک رومال جو ان کو جان سے عزیز تھا، اگر اس کے جلنے کا خوف یا خیال بھی ہوتا، تو وہ کبھی ایسا نہ کرتے کیونکہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔

یہ تھے صحابہ کرام کے مستحکم اعتقاد جنہوں نے شان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا آج کل کے بعض مسلمان ایسے بھی ہیں کہ ان کی نظروں میں تبرکات تو کیا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی معاذ اللہ کچھ وقعت نہیں جس طرح اس زمانے کے کفار کہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی نعوذ باللہ ہمارے ہی جیسے ایک بشر ہیں۔ یہ بھی وہی کہتے ہیں رہنمائے عارفاں حضرت مولانا روم علیہ رحمۃ القیوم فرماتے ہیں ۷

کافراں دیدند احمد را بشر این ندانستند کاں شق القمر

کافروں کی نظروں میں حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک بشر ہیں۔ بصیرت کے اندھوں نے یہ نہ دیکھا کہ انھوں نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے۔

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی وقعت و محبت جو مسلمانوں کے دلوں میں تھی اس نے اسلام میں بڑے بڑے کوشمے دکھائے، اور جب سے وہ بات جاتی رہی تنزیل اور خرابی کا سامنا ہے اگرچہ ایک جماعت مسلمانوں کے اندر اب بھی ایسی ہے جس کے احوال و افعال سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وقعت و محبت ان کے دلوں میں اس قدر زیادہ ہے کہ مخالفین نے ان کو بدعتی وغیر مشہور کر رکھا ہے۔ حق تعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وقعت اور سچی محبت ہمارے دلوں میں مستحکم کرے۔ آمین تم آمین۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم فرماتے ہیں ۷

سوزِ صدیق و علی از حق طلب
عشق کو روزیت اور اشام نیت

ذرہ عشق نبی از حق طلب
روح راجز عشق او آرام نیت

ہر کہ عشقِ مصطفیٰ سامانِ اوست بحر و بر در گوشہ دامانِ اوست
حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عتیک
ابورافع یہودی (جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بڑا دشمن تھا) کو قتل کر کے اُس کے
اُونچے مکان سے اترنے لگے تو زینے سے گر گئے اور ان کی پنڈلی ٹوٹ گئی انھوں نے اسی
وقت گرم گرم پنڈلی اپنے عامرہ سے باندھ لی اور حجۃ للعالمین آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر
ہو کر اپنا حال عرض کر دیا۔

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ ابْسُطْ رِجْلَكَ فَبَسَطْتُ
رِجْلِي فَمَسَحَهَا فَكَانَتْمَا لَكَ
أَشْتَكِيهَا قَطُّ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنا پاؤں پھیلاؤ
فرماتے ہیں میں نے اپنا پاؤں پھیلا دیا۔ حضور
نے اس پر اپنا دست شفا پھیر دیا، آپ کے دست
کرم کے پھیرتے ہی میری پنڈلی ایسی درست
ہو گئی کہ گویا کبھی وہ ٹوٹی ہی نہ تھی۔

(بخاری شریف ص ۱۵۵)

ابن عساکر اور مدائنی نے اپنی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

أَنَّ أُسَيْدَ بْنَ أَبِي أَيَّاسٍ
مَسَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَجْهَهُ وَالْقَى يَدَهُ إِلَى
صَدْرِهِ فَكَانَ أُسَيْدٌ يَدْخُلُ
الْبَيْتَ الْمُظْلَمَ فَيُضِيءُ۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
اسید بن ایاس کے چہرہ اور سینہ پر اپنا دست
مبارک پھیرا تو (ان کا چہرہ اور سینہ اس قدر
روشن ہو گیا کہ) وہ اندھیری کوٹھری میں
داخل ہوتے تو وہ روشن ہو جاتی۔

(ابن عساکر، کنز العمال، خصائص کبریٰ ص ۱۵۵)

وہ روشنی بظاہر آپ کے دست مبارک میں محسوس نہ تھی جو ان کے چہرہ میں منتقل
ہوئی اور نہ ان کے چہرہ میں پوشیدہ تھی جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر فرما دیا تھا،
بلکہ دست مبارک کے فیض و اثر سے وہ روشنی پیدا ہو گئی تھی، یہ تھی دست مبارک کی
تاثیر جس کی دسترس معدومات تک تھی۔

حضرت ابوالعلاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

فَمَسَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجْهَهُ قَتَادَةَ ابْنِ مِلْحَانَ فَكَانَتْ لَوَجْهِهِ بَرِيقٌ حَتَّى كَانَتْ يَنْظُرُ فِي وَجْهِهِ كَمَا يَنْظُرُ فِي الْمِرْآةِ -

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قتادہ بن ملحان کے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا تو ان کے چہرہ میں اتنی چمک پیدا ہو گئی کہ ان کے چہرے میں اشیاء کا عکس اسی طرح دیکھا جاتا جس طرح کہ آئینے میں دیکھا جاتا ہے۔

(شفاء شریف ص ۲۲)

اس حدیث شریف میں قابل غور بات یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ان کے چہرے پر دست مبارک پھیرا وہ محض محبت کی وجہ سے تھا یا یہ مقصود تھا کہ ان کا چہرہ روشن ہو جائے، کچھ بھی ہو دست مبارک کی تاثیر ضرور ثابت ہوتی ہے۔ اگر محض محبت کی وجہ سے بغیر قصدِ روشنی دست مبارک پھیرنے سے چہرہ روشن ہو گیا تو اور زیادہ پر لطف بات ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو منظور یہ ہے کہ بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی درخواست کے آپ کی حرکات پر وہ اثر مرتب کر دے جو دنیا میں کسی سے نہ ہو سکیں جن سے آپ کا نام تمام دنیا میں روشن رہے۔ اور اگر روشنی کے قصد سے دست مبارک کے پھیرنے سے چہرہ روشن ہوا تو معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا ارادہ فرماتے ویسا ہی ہو جاتا ہے

قدرت نے ازل میں یہ لکھا ان کی جبیں پر
جو ان کی رضا ہو وہی خالق کی رضا ہو

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن میں گورنر بنا کر بھیجا چاہا تو میں نے عرض کیا حضور میں نا تجربہ کار ہوں، مقدمات کے فیصلے وغیرہ کیسے کروں گا؟

حضرت علی کہتے ہیں کہ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست کرم میرے سینے پر مارا اور دعا کی اے اللہ اس کے دل کو ہدایت

قَالَ فَضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ فِي صَدْرِي وَقَالَ اللَّهُمَّ اهْدِ

پر قائم رکھ اور اس کی زبان کو حق پر ثابت رکھ
حضرت علی فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اس وقت
سے تا دم حیات فریقین کے مقدمات کے فیصلے
کرنے میں ایک ذرہ کے برابر بھی مجھے غلطی کا
شعبہ نہیں ہوا۔

قَلْبَهُ وَثَبَّتْ لِسَانَهُ قَالَ
فَوَالَّذِي فَلَاقَ الْحَبَّةَ فَمَا
شَكَكْتُ فِي قَضَائِهِ بَيْنَ
الْإِثْنَيْنِ - (ابن ماجہ حاکم)

خصائص کبری ص ۳۲

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک کا یہ اثر ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
بہتر فیصلہ کرنے والا صحابہ کرام میں کوئی نہ تھا، اس میں شبہ نہیں کہ ایسے مواقع پر حضور صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم جو دعا فرمایا کرتے تھے وہ ضرور قبول ہوتی تھی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی
طرف سے ان امور کا اظہار بھی ہو جاتا تھا مگر ایسے موقعوں پر دست مبارک جو رکھا جاتا تھا
اس کا رکھنا بھی بے سبب نہ ہوتا تھا چونکہ شرح صدر بغیر حکم الہی نہیں ہو سکتا تھا اس لئے
دعا بھی فرمائی اور عالم اسباب میں ظاہری سبب کی بھی ضرورت ہے اس لئے اپنا
دست مبارک بھی رکھا تاکہ اس کی بھی تاثیر ہو، اس سے ظاہر ہے کہ جس طرح دوائیں وغیرہ
عالم اسباب میں تاثیر کیا کرتی ہیں اسی طرح دست مبارک میں بھی تاثیر رکھی گئی تھی جس کا
ظہور بے شمار مقامات پر ہوا ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ سیدہ حضرت فاطمہ الزہرا
رضی اللہ عنہا شریف لائیں اس وقت ان کا چہرہ زرد تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
چہرہ دیکھ کر پہچان گئے کہ بھوک کے سبب ایسا ہے۔

تو آپ نے اپنا دست مبارک ان کے گلے
کے نیچے جہاں ہار ہوتا ہے رکھ کر انگلیوں کو
کشادہ کیا اور فرمایا اے اللہ بھوکوں کو سیر
کرنے اور پست کو بلند کرنے والے فاطمہ
بنت محمد کو بلند کر۔ عمران کہتے ہیں کہ میں ان

فَرَفَعَ يَدَاهُ فَوَضَعَهَا عَلَى صَدْرِهَا
فِي مَوْضِعِ الْقِلَادَةِ وَفَرَجَ بَيْنَ
أَصَابِعِهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ مُشْبِعِ
الْجَاعَةَ وَرَافِعِ الْوَضِيعَةَ اَرْفَعِ
فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ قَالَ

عِمْرَانُ فَنَظَرْتُ إِلَيْهَا وَقَدْ
 ذَهَبَتِ الصُّفْرَةُ مِنْ وَجْهِهَا
 فَلَقِيْتَهَا بَعْدُ فَسَأَلْتُهَا
 فَقَالَتْ مَا جَعْتُ بَعْدُ يَا
 عِمْرَانُ -

کی طرف دیکھ رہا تھا کہ ان کے چہرے سے
 بھوک کے آثار جاتے رہے اور اس کے
 کئی روز بعد میں سیدہ کو ملا اور اس بارہ
 میں پوچھا تو فرمایا کہ اے عمران اس کچھ بھوک
 سے کبھی اذیت نہیں ہوئی۔

(بیہقی، دلائل النبوة ابو نعیم ص ۳۹۷ - خصائص کبریٰ ص ۱۰۰)

اس حدیث شریف سے اہل بیت کے گزران کا حال ظاہر ہے کہ حضرت سیدہ پر
 کتنے وقت کا فاقہ گزرا ہوگا کہ جسم کا خون تحلیل ہو کر چہرے پر زردی نمایاں ہوئی باوجود
 اس کے ایک روز بھی زبان پر نہ لائیں کہ ہم تو ایسے فقرو فاقے میں مبتلا ہیں اور آپ
 خزانے کے خزانے لٹا دیتے ہیں جن سے دوسرے لوگ نفع اٹھاتے ہیں سبحان اللہ! یہ
 ہیں وہ لوگ جن کو نفوس قدسیہ کہتے ہیں۔

خود اپنی سادگی دیکھو کھجوروں پر گزارا ہے
 شہنشاہی جہاں کی بٹ رہی ہے خاکساروں میں

اب یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ ایک بار دست مبارک کے رکھنے سے عمر
 بھر کی اذیت کا بند و بست ہو گیا، ایسے کام خدائی طاقت سے متعلق ہیں، اس میں قوت
 بشری کو کوئی دخل نہیں۔ جب یہ کام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک سے
 ظاہر ہوا تو اس لحاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منظر قدرت الہی ٹھہرے۔

چاند کو دو ٹکڑے کرنا اور عالم علوی و سفلی میں تصرف کرنا اسی قدرت سے متعلق
 ہے جو لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہیں ان کو بڑی دقتوں کا سامنا ہوتا ہے۔ وہ کہتے
 ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدرت مان لی جائے تو شرک لازم آجاتا ہے،
 اس لئے وہ اکثر معجزات کا انکار ہی کر دیتے ہیں۔

زمانہ سابقہ میں معتزلہ نے اس قسم کے اصول قائم کئے تھے مگر اہل سنت و جماعت
 برابر معجزات کے قائل رہے چنانچہ اسی جماعت کثیرہ کی وجہ سے یہ معجزے ہم تک پہنچے۔

اگر وہ حضرات معجزوں کی ان احادیث کو موضوع خیال کر کے اپنی کتابوں میں نہ لکھتے تو ہم تک یہ معجزے ہرگز نہ پہنچ سکتے۔

جو لوگ مدعی نبوت پچھلے زمانے میں گزرے وہ سب جانتے تھے کہ مسلمان جب تک خوارق عادات نہ دیکھیں گے ایمان نہ لائیں گے، اس لئے وہ خوارق عادات ظاہر کرنے کی تدابیر سوچتے اور لوگوں کو شعبدے وغیرہ دکھا بھی دیتے جس سے بعض لوگ ان کے معتقد بھی ہو جاتے اور بہت سے ان کی جعل سازوں پر مطلع ہو کر ان کی تکذیب کر دیتے۔ چنانچہ قادیانی مرزا صاحب نے اس قسم کے معجزات کا قطعی طور پر انکار ہی کر دیا اور ان سے متعلق احادیث کو موضوع ٹھہرایا تاکہ معجزے دکھانے کا جھگڑا ہی جاتا رہے۔

حضرت مدلوک فرازی فرماتے ہیں کہ میرا آقا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے گیا۔ میں نے اسلام قبول کر لیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے دعائے برکت فرمائی اور میرے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ میرے سر کا وہ حصہ جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک نے مس کیا تھا سیاہ ہی رہا، باقی تمام سفید ہو گیا۔ (اصابہ) حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔

فَمَسَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجْهَهُ فَمَا زَالَ وَجْهَهُ جَدِيدًا حَتَّى مَاتَ - (خصائص کبریٰ ص ۱۴۷)

تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہرے پر دست مبارک پھیرا اس کا اثر یہ ہوا کہ مرتے دم تک ان کا چہرہ تروتازہ رہا۔

یعنی بڑھاپے سے جو تغیرات واقع ہوتے ہیں وہ نہ ہونے پائے۔ گویا دست مبارک کے فیض و اثر سے ہر وقت ان کے چہرے سے تازگی اور جوانی نمایاں تھی۔ دست مبارک کا یہ اثر کہ ہمیشہ جوانی باقی رہے، ایک روحانی اثر ہے ورنہ ہر سن کے فطرتی آثار و لوازم کسی طرح بھی رُک نہیں سکتے۔

یہاں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اسلام لاتے ہی ان کے چہرے پر خصوصیت سے دست مبارک کیوں پھیرا؟ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اندرونی

راز کوئی ضرورت تھا جس سے مقصود یہ تھا کہ ان کا چہرہ ہمیشہ تروتازہ رہے۔

حضرت ابو زید عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

فَمَسَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَأْسِي وَلِحْيَتِي ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ جَبِّلهُ قَالَ فَبَلَغَ بَضْعًا وَمِائَةَ سَنَةٍ وَمَا فِي لِحْيَتِهِ بَيَاضٌ وَلَقَدْ كَانَ مُبْسَطُ الْوَجْهِ وَلَحْرِيْقِيضٌ وَجْهَهُ حَتَّى مَاتَ - (ترمذی، بیہقی،

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر اور داڑھی پر اپنا دست مبارک پھیرا اور دعا کی کہ الہی اسے زینت بخش! راوی کہتے ہیں کہ وہ ایک سو اوپر کتنے سال جئے لیکن ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید نہیں ہوئے، سیاہ رہے اور چہرہ پر ایک ذرہ بھر شکن نہ تھی، صاف اور روشن جیسے جوانوں کا چہرہ

خصائص کبریٰ ص ۸۳)

ہوتا ہے۔

بڑھاپے میں بالوں کا سفید ہو جانا فطرتی امر ہے اور یہ کوئی معیوب بات نہیں بلکہ ضعیفی کی زینت اور وقار ہے۔

مگر خدا تعالیٰ کو یہ دکھانا منظور تھا کہ جن بالوں پر میرے محبوب کا دست مبارک پہنچا ہے ان پر طبعی امر کی دسترس نہ ہوگی۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ فطرتی امور پر بھی غالب تھی۔

حضرت شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،

کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد ہوازن سے جنگ کے ارادہ سے نکلے تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ انتقام کا بہترین موقعہ ہے شاید گڑ بڑ میں میں آپ کو قتل کر کے اپنے باپ اور چچا اور بنی اعمام کے جنگ احد میں قتل ہونے کا بدلہ لینے میں کامیاب ہو جاؤں۔ اس وقت میرے خیالات ایسے تھے کہ اگر تمام عرب و عجم کے لوگ آپ کے تابع ہو جائیں تو بھی میں ہرگز آپ کے تابع نہ ہوں گا بلکہ آپ سے میری عداوت اور بھی بڑھتی ہی جائے گی۔

چنانچہ جب میدان جنگ میں خوب زور شور سے گڑ بڑ ہوئی تو حضرت صلی اللہ علیہ

وسلم پیادہ ہو گئے اور میں اس وقت بالکل آپ کے قریب تھا۔ میں نے وار کرنے کے ارادہ سے تلوار اٹھائی تو یکایک مثل برق ایک شعلہ آگ میری طرف آیا جس سے میری آنکھیں چکا چوند ہو گئیں اور مجھے کچھ نہ سوجھا۔ میں نے بے اختیار آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا حضرت نے مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا اور کہا شبیبہ میرے قریب آؤ! میں قریب ہوا تو آپ نے تین بار میرے سینے پر دست مبارک مارا، جس سے میرے دل میں آپ کی اتنی محبت پیدا ہو گئی کہ اس سے زیادہ متصور نہیں ہو سکتی۔ حضور نے مجھے جنگ کرنے کا حکم دیا میں نے آگے بڑھ کر تلوار چلانا شروع کر دی۔ خدا تعالیٰ کی قسم اس وقت میری حالت یہ تھی کہ اگر کوئی وار حضرت پر آئے تو میں اسے اپنے اوپر لے لوں، اگر اس وقت میرا باپ بھی زندہ ہوتا اور میرے سامنے آتا تو میں اس پر بھی تلوار چلاتا۔ غرض کہ میں اختتام جنگ تک حضرت کے ساتھ رہ کر جہاد کرتا رہا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے میں بھی وہاں حاضر ہو گیا دیکھا کہ حضور کے چہرہ انور پر آثارِ سترت نمایاں تھے۔ فرمایا اے شبیبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو ارادہ فرمایا وہ بہتر ہے اس سے جو تم نے ارادہ کیا تھا۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ان تمام خیالات کو بیان فرما دیا جو میں نے کسی سے نہ کہے تھے۔ میں نے توحید و رسالت کی گواہی دے کر عرض کی، حضور میرے لئے بخشش کی دعا فرماویں۔ ارشاد ہوا کہ خدا تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا۔

(سیرۃ النبویہ، مقاصد الاسلام ص ۵۶)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شبیبہ کے سینے پر تین مرتبہ جو دست مبارک سے ضرب لگائی، اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ پہلی ضرب سے ان کے دل سے کفر نکال دیا، دوسری ضرب سے ایمان داخل کر دیا، تیسری ضرب سے محبت بھر دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کافر کے دل میں کبھی جاگزیں نہیں ہو سکتی اس کے لئے ایسا برگزیدہ سینہ و دل درکار ہے جو کہ نورِ ایمان سے منور ہو۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ مجھے قرآن شریف یاد نہیں

رہتا۔ فرمایا اس کا سبب ایک شیطان ہے جس کو خنزب کہتے ہیں پھر فرمایا میرے قریب
آؤ، میں قریب ہوا۔

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى صَدْرِي
فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ كَتِفَيَّ
وَقَالَ اخْرُجْ يَا شَيْطَانُ
مِنْ صَدْرِ عُمَيَّاتٍ فَمَا سَمِعْتُ
بَعْدَ ذَلِكَ شَيْئًا إِلَّا
حَفِظْتُهُ۔

تو آپ نے اپنا دست مبارک میرے سینہ پر
رکھا میں نے اس کا فیض ٹھنڈک کی صورت
میں اپنے شانوں کے درمیان پایا۔ پھر آپ نے
فرمایا اے شیطان! عثمان کے سینہ سے نکل جا۔
فرماتے ہیں اس کے بعد میری یہ حالت ہو
گئی کہ جو کچھ بھی میں سنتا تھا وہ مجھے یاد رہتا۔

(بیہقی، ابو نعیم، خصائص کبریٰ ص ۱۵۱)

یہاں اطباء کو حیرانی ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک نسیان کی وجوہات کچھ اور ہیں اور
اس حدیث سے ثابت ہے کہ شیطان بھی بھلا دیا کرتا ہے اور اس کی تائید قرآن شریف
سے بھی ثابت ہوتی ہے (فرمایا فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ) یہ حیرانی اس وقت تک دفع
نہیں ہو سکتی جب تک خدا تعالیٰ کی قدرت پر پوری طرح ایمان نہ لایا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَسْمَعُ
مِنْكَ حَدِيثًا كَثِيرًا فَأَنْسَاهُ قَالَ
ابْسُطْ رِدَائَكَ فَبَسَطْتُهُ فَخَرَفَ
بِيَدَيْهِ فِيهِ ثُمَّ قَالَ ضُمَّهُ
فَضَمَّمْتُهُ فَمَا نَسِيتُ شَيْئًا
بَعْدُ۔

کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں آپ سے
بہت کچھ سنتا ہوں مگر بھول جاتا ہوں۔ فرمایا
اپنی چادر پھیلا؟ میں نے پھیلا دی تو آپ
نے لپ بھر بھر کر اس میں ڈال دیئے، اور
فرمایا اسے سینے سے لگالے۔ میں نے ایسا
ہی کیا پس اس کے بعد میں کبھی کچھ نہیں بھولا

(بخاری ص ۲۲، مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حرکت مبارک بظاہر اس قسم کی تھی کہ دیکھنے والوں کی
عقل اس کے ادراک میں متحیر ہوگئی ہوگی کہ خالی ہاتھ سے کپڑے میں کوئی چیز ڈال دینا

کیسی بات ہے۔ مگر جب حضرت ابوہریرہ کی شکایت رفع ہو گئی اور اس قدر ان کا حافظہ قوی ہو گیا کہ اس کے بعد ان کو کبھی کوئی چیز نہ بھولی تھی تو دیکھنے والوں کو یقین ہو گیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ خالی نہ تھے بلکہ ان میں قوتِ حافظہ بھری ہوئی تھی جو حضرت ابوہریرہ کی جھولی میں ڈال رہے تھے۔

اب رہی یہ بات کہ قوتِ حافظہ کوئی ایسی چیز نہیں جو کسی کے ہاتھ میں آئے اور اس سے منتقل ہو کر دوسرے کے دماغ میں پہنچ جائے۔ اگرچہ یہ بات عقل سے خارج ہے مگر جب اس کا مشاہدہ صحابہ کرام کو ہو گیا کہ ادھر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے کپڑے میں ڈالا اور ادھر ان کی قوتِ حافظہ بڑھ گئی تو اب اس کے یقین کرنے میں ان کو ذرا بھی شک نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ مشاہدہ سے بڑھ کر یقین دلانے والی کوئی چیز نہیں ہو سکتی البتہ سننے والوں کو اس میں ضرور حیرانی ہوتی ہے کیونکہ ان کو اس امر کا مشاہدہ نہیں ہوا۔

غور کیجئے کہ مثلاً ایک شخص کی عمر سو برس کی ہے اور اس کا حافظہ اس قدر قوی ہے کہ جو کچھ وہ سنتا ہے یاد رکھتا ہے اور ہر قسم کے علوم اور مضامین اس کے حافظے میں جمع ہیں وہ اس طرح کہ جب اس نے پہلی مرتبہ کسی چیز کو سنا یا دیکھا تو وہ اس کے دماغ میں نقش ہو کر محفوظ ہو گئی اس کے بعد جب دوسری بات دماغ میں پہنچی تو وہ بھی اسی طرح پہلی بات کے ساتھ نقش ہو گئی، اسی طرح وقتاً فوقتاً جو چیزیں اس کے دماغ میں پہنچیں وہ سب کی سب نقش ہوتی گئیں اور دماغ میں معلومات کا ایک ذخیرہ جمع ہو گیا۔ اگر وہ تمام معلومات تحریر میں لائی جائیں تو صد ہا جلدوں کی ایک کتاب بن جائے کیونکہ ہر وقت کوئی نہ کوئی ادراک ہوتا ہی رہتا ہے۔

کیا یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے کہ ایک چھوٹا سا دماغ اتنا بڑا کتب خانہ بن جائے اور پھر ان محفوظاتِ دماغ سے اگر کوئی کتاب لکھی جائے تو اس میں تقدیم و تاخیر مضامین کی ضرورت ہوگی۔ پہلے صفحے کا مضمون دوسرے صفحے میں نہ ہوگا۔ اگر کوئی بات اس میں دیکھنا منظور ہو تو صد ہا جلدوں کی ضرورت ہوگی؟ ہرگز نہیں۔

بلکہ دماغ میں جو چیزیں محفوظ ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ جس وقت جو مضمون نکالنا

چاہیں چاہے وہ کتنی ہی مدت کا واقعہ کیوں نہ ہو فوراً پیش نظر ہو جاتا ہے حالانکہ دماغ میں جس قدر مضامین و معلومات ہیں وہ یکے بعد دیگرے جمع ہوئے تھے عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ جس طرح کتاب کی ورق گردانی کر کے مضمون نکالا جاتا ہے یہاں بھی اسی طرح تفحص کیا جاتا، مگر ایسا نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ عادت نہ ہونے کی وجہ سے ایسے امور کی طرف خیال نہیں کیا جاتا مگر تدبیر اور تفکر سے کام لیا جائے تو اس میں عقل کو کوئی حیرانی نہیں ہوتی۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی قدرت پر ایمان رکھتے ہوئے کہہ دیا جائے گا کہ خدا تعالیٰ نے قوتِ حافظہ کی تخلیق ہی اسی طرح کی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جس کو جس طرح چاہے پیدا کرے اس طرح خدا کی قدرت پر ایمان کامل ہو جائے گا۔ اس حدیث کے مضمون کو بھی اگر خدا تبارک و تعالیٰ کے حوالے کر دیا جائے اور کہا جائے کہ جس طرح خدا تبارک و تعالیٰ نے قوتِ حافظہ کو عجیب الخلق بنا کر دماغ میں رکھا ہے، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں بھی بے شمار برکات موجود تھیں، جب چاہتے، جو چاہتے، دستِ مبارک سے اسی کا ظہور ہو جاتا۔ چنانچہ قوتِ حافظہ جو قدرت نے آپ کے دستِ قدرت میں رکھی تھی آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے دماغ میں رکھ دی۔ بات یہ ہے کہ ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے جس کو ہر شخص نہیں جان سکتا۔

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں

دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سواری کی حالت میں گھوڑے سے گر

جاتا تھا۔ میں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں اپنا یہ حال بیان کیا۔

تو آپ نے اپنا دستِ مبارک میرے سینہ پر

مارا یہاں تک کہ میں نے آپ کے دستِ

مبارک کے مارنے کا نشان اپنے سینہ پر دیکھا

فَضْرَبَ بِيَدِهِ عَلَى صَدْرِي

حَتَّى رَأَيْتُ أَثْرَ يَدِهِ عَلَى صَدْرِي

قَالَ اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ

اور فرمایا اے اللہ اس کو ثابت رکھ اور اس کو ہدایت کرنے والا ہدایت کیا ہوا کرے۔ حضرت جریر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں کبھی گھوڑے سے نہیں گرا۔

هَادِيًا مَهْدِيًا فَمَا سَقَطْتُ
عَنْ فَرَسِي بَعْدُ

(دلائل النبوة ابو نعیم ص ۳۸۹)

خصائص ص ۲۱ بخاری شریف ص ۶۲۲)

اگر سلاطین کے روبرو کوئی سپاہی اپنی اس قسم کی کوئی کمزوری ظاہر کرے تو موردِ عتاب ہو جائے مگر سبحان اللہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اصلاح فرمائی۔

در اصل بات یہ ہے کہ صحابہ کرام جان گئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات پر قدرت حاصل ہے کہ جو چاہیں سو کریں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آپ کے حضور ایسے ایسے امراض و حوائج پیش کرتے تھے کہ سوائے آپ کے کوئی دوسرا ان کا علاج اور حاجت روائی نہ کر سکے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے خیال کے مطابق ان کی حاجت روائیاں فرماتے تاکہ ان کا اعتقاد راسخ اور ایمان مستحکم ہو جائے اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیتے کہ گھوڑے پر سے گر جانا تمہارا طبعی امر ہے مجھے اس سے کیا تعلق ہے۔ بخلاف اس کے حضور نے اپنا دست مبارک ان کے سینے پر مار کر ثابت فرمادیا کہ ہمارے دست قدرت میں حق تعالیٰ نے یہ بات رکھی ہے کہ ہمیشہ کے لئے تمہاری یہ شکایت دفع کر دیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ ہمیشہ معرکوں میں گھوڑوں پر سوار ہوتے اور شہسواری کی داد دیتے۔

جنگ بدر میں حضرت عکاشہ بن محسن کی تلوار ٹوٹ گئی۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ایک سوکھی لکڑی عطا فرما کر کہا کہ جاؤ لڑو۔

جب وہ لکڑی ان کے ہاتھ میں گئی تو وہ ایک نہایت شاندار، لمبی، چمکدار مضبوط تلوار بن گئی تو انھوں نے اسی کے ساتھ جہاد کیا پھر

فَعَادَ فِي يَدِهِ سَيْفًا صَارِمًا طَوِيلَ
الْقَامَةِ أَبْيَضَ شَدِيدَ الْمَتْنِ
فَقَاتَلَ بِهِ ثُمَّ لَمْ يَزَلْ عِنْدَهُ

يَشْهَدُ بِهِ الْمَوَاقِفَ إِلَىٰ أَنْ
اسْتَشْهَدَ فِي قِتَالِ أَهْلِ الرِّدَّةِ
وَكَانَ هَذَا السَّيْفُ يُسَمَّى الْعَوْنُ

وہ ان کے پاس رہی اور وہ ہمیشہ اسی کے ساتھ
جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ قتال اہل الردہ
میں شہید ہو گئے اور وہ تلوار عون (یعنی مددگار)
کے نام سے موسوم ہوئی۔

(بیہقی، ابن عساکر، طبقات، شفا شریف، خصائص کبریٰ ص ۲۵)

جنگِ احد میں حضرت عبداللہ بن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی۔

فَاعْطَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَسِيْبًا مِّنْ نُخْلٍ فَرَجَعَهُ
فِي يَدَيْهِ سَيْفًا۔

(شفا شریف، استیعاب، اصابہ،

خصائص کبریٰ ص ۲۱)

ممكن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے جو مختلف آثار ظاہر ہوتے
تھے وہ بحسب استعداد مقامات ہوں جیسے آگ تر چیز کو نہیں جلاتی اور خشک کو جلا دیتی
ہے، اور بعض چیزوں کو پگھلا دیتی ہے اور کبھی تیلی چیز کو گاڑھا کر دیتی ہے جیسے انڈے کی
زر دی و سفیدی وغیرہ کو اور کسی میں اس کا اثر کچھ نہیں ہوتا جیسے ابرک کو بالکل نہیں جلاتی
اور کسی کو جلا کر سیاہ کر دیتی ہے جیسے گھاس لکڑی وغیرہ کو۔ یہ سب آثار ہر چند آگ کے
ہیں مگر قابلیت مادہ کے لحاظ سے مختلف طور پر ان کا ظہور ہوتا ہے لیکن ادنیٰ تا مل سے
معلوم ہو سکتا ہے کہ یہاں استعداد کو بھی کوئی دخل نہیں کیونکہ دست مبارک کی تاثیر سے
چھڑی تلوار ہو گئی اور اس قسم کے مختلف آثار ظاہر ہوئے حالانکہ چھڑی میں نہ لوہا بننے کی
صلاحیت ہے نہ استعداد، بلکہ اس صورت میں یہی کہنا پڑے گا کہ دست مبارک کا اثر حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادے کے تابع تھا۔ اس میں مادہ کی ذاتی صلاحیت اور عدم صلاحیت
کو کوئی دخل نہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ایک اندھیری رات میں جب کہ بارش ہو رہی تھی، دیر تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے رہے جب جانے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک کھجور کی شاخ عطا فرمائی۔

وَقَالَ انْطَلِقْ بِهٖ فَاِنَّهٗ سَيُضِيْ
لَكَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْكَ عَشْرًا وَمِنْ
خَلْفِكَ عَشْرًا فَاِذَا دَخَلْتَ بَيْتَكَ
فَسَتْرِيْ سَوَادًا فَاَضْرِبْهُ حَتّٰى
يَخْرُجَ فَاِنَّهٗ الشَّيْطَانُ فَاَنْطَلِقْ
فَاَضَاءَ لَهٗ الْعُرْجُوْنَ حَتّٰى دَخَلَ
بَيْتَهٗ وَوَجَدَ السَّوَادَ فَضْرِبْهٗ
حَتّٰى خَرَجَ۔

اور فرمایا اس کو لے جاؤ یہ تمہارے لئے دس
ہاتھ تمہارے آگے اور دس ہاتھ تمہارے پیچھے
روشنی کرے گی اور جب تم اپنے گھر میں داخل
ہو گے تو تم ایک سیاہی کو دیکھو گے تو اس کو
اتنا مارنا کہ وہ نکل جائے کیونکہ وہ شیطان ہے
پھر حضرت قتادہ وہاں سے چلے تو وہ شاخ
ان کے لئے روشن ہو گئی یہاں تک کہ وہ
اپنے گھر میں داخل ہو گئے اور اندر جاتے ہی
انہوں نے اس سیاہی کو پالیا اور اتنا مارا
کہ وہ نکل گئی۔

(شفا شریف ص ۲۱۹، ذرقانی

علی المواہب ص ۱۹۵)

دست مبارک کی برکت سے شاخ کا روشن ہو جانا اور اس کے مارنے سے شیطان
کا گھر سے نکل جانا بظاہر تعجب خیز ہے مگر جب ایمانی نگاہ سے دست مبارک کی برکتوں اور
تأثیروں کو دیکھا جائے تو کوئی تعجب نہیں ہوتا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک
دست قدرت ہے اور اس دست مبارک میں ہر قسم کی قدرت عطا کی گئی، یہی وجہ ہے
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس ارادہ سے دست مبارک کو عمل میں لاتے دست مبارک سے
فوراً اس کا ظہور ہو جاتا۔

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کے کس قدر خیر خواہ
ہیں کیونکہ حضرت قتادہ نے کوئی شکایت نہیں کی کہ میرے گھر میں شیطان یا آسیب ہے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ارشاد فرما کر اس کے دفع کرنے کی تدبیر بھی بتلا دی، بلکہ
ایسی چیز ان کو عطا فرمائی جس کے استعمال سے شیطان خود ہی بھاگ جائے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت قتادہ کا مکان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانہ سے فاصلے پر تھا اور جس وقت آپ نے ان کو شیطان کی خبر دی سخت اندھیری رات تھی، خصوصاً ان کے گھر کے اندر تو روشنی کا گزر ہی نہ تھا اور پھر یہ بھی فرمایا کہ تمہیں سیاہ رنگ کی چیز نظر آئے گی اور وہ شیطان ہے۔ گویا "ظَلُمْتُ بَعْضَهَا فَوْقَ بَعْضٍ" کا مضمون صادق آتا ہے مگر پھر بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی تاریکیوں میں اتنی دیواروں کی آڑ میں شیطان کو دیکھ لیا جو بصیرت ایسی ہو جو چند دیواروں اور تاریکیوں کے حائل ہونے پر بھی دیکھ سکے تو اس کے لئے ہزاروں دیواریں اور ہزاروں تاریکیاں بھی حائل نہیں ہو سکتیں کیونکہ دیکھنے کے لئے جو شرطیں تھیں کہ خارجی روشنی ہو، کوئی کثیف چیز حائل نہ ہو وغیرہ وہ یہاں نہیں پائی گئیں۔ باوجود اس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شیطان کو دیکھ لیا تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا دوسرے لوگوں کے دیکھنے جیسا نہ تھا، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قرب و بعد، روشنی اور اندھیرا یکساں تھا۔ (زیادہ تفصیل کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کا بیان ملاحظہ فرمائیے۔)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک مشکیزہ بھرا اور اس کا منہ باندھ کر دُعا فرمائی اور صحابہ کرام کو عطا فرما دیا۔

فَلَمَّا حَضَرَ تَهُمُ الصَّلَاةُ نَزَلُوا
فَحَلَوُهُ فَرَاذًا بِهِ لَبَنٌ طَيِّبٌ زَبْدَةٌ
فِي فَمِهِ۔

جب ان کی نماز کا وقت آیا تو انھوں نے
اس کو کھولا تو وہ نہایت عمدہ تازہ دودھ
تھا اور اس کے منہ پر کھن تھا۔

(شفاء شریف ص ۲۲ طبقات ابن سعد)

حضرت بشیر بن عقرہ جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ جنگِ احد میں میرے والد شہید ہو گئے تو میں روتا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، فرمایا کیوں روتے ہو؟

کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ میں تمہارا
باپ اور عائشہ تمہاری ماں ہو جائیں، پھر

آپ نے میرے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا
جس کا اثر یہ ہوا کہ میرے سر کا وہ حصہ جہاں
دست مبارک پھیرا سیاہ ہی رہا باقی سارا
بڑھاپے کی وجہ سے سفید ہو گیا اور میری زبان
میں گرہ تھی (جس کی وجہ سے میں برابر بات
نہیں کر سکتا تھا) آپ نے اس پر تھوکا تو وہ
گرہ اسی وقت کھل گئی اور اس کے بعد فرمایا
تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے کہا، بھجیر۔ فرمایا،
نہیں بلکہ تم بشیر ہو۔

آپ کے لعاب مبارک سے حضرت بشیر کی جو گرہ کھل گئی یہ کوئی نئی بات نہ تھی اس
قسم کی عقدہ کشائیاں ہمیشہ ہوا ہی کرتی تھیں، آپ نے ان کا نام اس لئے بدل دیا کہ بھجیر
کے معنی بدی اور عیب کے ہیں اور آپ کو ایسا نام پسند نہ تھا جس کے معنی بُرے ہوں۔
حضرت بلب بن یزید بن عدی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس
میں حاضر ہوئے اور وہ گنجنے تھے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر اپنا
دست مبارک پھیرا پس ان کے سر پر بکثرت بال
اگ آئے اسی وجہ سے ان کا نام بلب ہو گیا۔

فَمَسَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ رَأْسَهُ فَنَبَتَتْ شَعْرُهُ
فَسُمِّيَ الْهَلْبُ -

(طبقات ابن سعد، شفاء شریف، خصائص کبریٰ ص ۸۴)

امام قاضی عیاض رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گنجنے والے
کے سر پر ہاتھ مبارک پھیرا تو اس کا گنجا پن جاتا
رہا اور سارے بال برابر ہو گئے۔

مَسَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَلَى رَأْسِ صَبِيٍّ بِهِ عَاهَةٌ
فَبَرَأَ وَاسْتَوَى شَعْرُهُ -

(شفاء شریف ص ۲۲)

حضرت حنظلہ بن خذیم رضی اللہ عنہ کے سر پر

آنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدِهِ وَقَالَ بُورِكَ
فِيكَ قَالَ الذِّيَالُ فَرَأَيْتُ حَنْظَلَةَ
يُؤْتِي بِالشَّاةِ الْوَارِمِ ضَرْعَهَا وَ
الْبَعِيرِ وَالْإِنْسَانَ بِهِ الْوَارِمُ فَيَنْقُلُ
فِي يَدِهِ وَيَمْسَحُ بِصَلْعَتِهِ وَيَقُولُ
بِسْمِ اللَّهِ عَلَى أَثَرِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَمْسَحُ
ثُمَّ يَمْسَحُ مَوْضِعَ الْوَرَمِ فَيَذْهَبُ
الْوَرَمُ - (بخاری فی التاریخ، احمد ابن سعد
نہی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک
پھیر کر فرمایا تجھ میں برکت دی گئی حضرت ذیال
فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ کسی
بکری کے تھنوں یا اونٹ یا انسان کے کسی مقام
پر ورم ہو جاتا تو اس کو حضرت حنظلہ کے پاس
لے آتے اور وہ اپنے ہاتھ پر اپنا لعاب دہن
ڈال کر اپنے سر پر ملتے اور فرماتے بِسْمِ اللَّهِ
عَلَى أَثَرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اور پھر وہ ہاتھ ورم کی جگہ پر مل دیتے
تو ورم فوراً اتر جاتا۔

ابو یعلیٰ، بغوی، شفاء شریف، خصائص ص ۱۳، ذرقانی علی المواہب ص ۱۸۶

یہاں یہ بات بہت ہی قابل غور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حنظلہ کے
بچپن میں ان کے سر پر ہاتھ رکھا تھا اور اس کا اثر ان میں عمر بھر رہا اور وہ بھی کیسا کہ فقط
وہی اس سے مستفید نہ تھے بلکہ دوسرے انسان و حیوان بھی اس سے فائدہ اور شفا حاصل
کرتے۔

غور فرمائیے کہ دست مبارک کی برکت ان کے سر کے پوست پر قائم ہوئی اور جب
وہ اپنا ہاتھ اس پر لگاتے تو ان کے ہاتھ میں آجاتی اور پھر وہ برکت بیماری تک پہنچتی اور
وہاں جا کر یہ اثر کرتی کہ اس کو صحت ہو جاتی۔

خیال کیجئے کہ کیسی دیر پا وہ برکت تھی کہ اس کا سمجھنا عقول متوسطہ کے احاطہ ادراک
سے خارج ہے کیوں نہ ہو عقول متوسطہ کا تعلق جسمانیات سے ہے روحانیات سے ان کو

کیا تعلق ہے؟

آزمودم عقل دورانیش را

بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ پانی کے کنارے تشریف فرما تھے کہ عکرمہ بن ابو جہل وہاں آنکلا۔
 فَقَالَ اِنْ كُنْتَ صَادِقًا فَاذْعُمْ ذَلِكَ
 الْحَجَرَ الَّذِي فِي الْجَانِبِ الْاٰخِرِ
 فَلَيْسَبِمَ وَلَا يَغْرُقُ فَاثَارَ اِلَيْهِ
 عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَاَنْقَلَمَ
 الْحَجْرُ مِنْ مَّكَانِهِ وَسَبَّحَ حَتَّى صَادَ
 بَيْنَ يَدَيْ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ وَشَهِدَ لَهُ بِالرِّسَالَةِ
 فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ كَيْفِيكَ هَذَا فَقَالَ
 حَتَّى يَرْجِعَ اِلَى مَكَانِهِ۔

اور کہنے لگا کہ اگر آپ سچے ہیں تو اس پتھر کو
 بلائیے جو پانی کے دوسرے کنارے پر پڑا ہوا
 ہے کہ وہ پانی پر تیرتا ہوا آجائے اور ڈوبے نہیں
 پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پتھر کو اشارہ
 فرمایا تو وہ اپنے مقام سے اکھڑا اور پانی کے
 اوپر تیرتا ہوا آپ کے آگے آگیا اور بزبان فصیح
 اللہ کے ایک ہونے اور آپ کے رسولِ برحق
 ہونے کی شہادت دی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم نے عکرمہ سے فرمایا کیا یہ تیرے لئے کافی
 ہے؟ بولا ہاں بشرطیکہ یہ اسی طرح وہیں چلا جائے
 جہاں سے آیا ہے تو وہ پتھر پھر وہیں چلا گیا۔

نوٹ :- عکرمہ بن ابو جہل رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تھے۔

(تفسیر کبیر و انوار المحمدیہ ذرقانی علی المواہب ص ۱۹۱)

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے حضور
 سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ میں نے آپ کی ایک بات
 دیکھی تھی جو آپ کی نبوت پر دلالت کرتی تھی اور میرے مسلمان ہونے میں اس کو بڑا دخل
 حاصل ہے اور وہ یہ ہے۔

کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ گہوارے میں
 لیٹے ہوئے چاند سے باتیں کر رہے تھے اور جس
 طرف آپ انگلی سے اشارہ کرتے تھے، چاند
 اسی طرف ہو جاتا تھا۔ فرمایا میں اس سے

رَأَيْتُكَ فِي الْمَهْدِ تُنَاغِي الْقَمَرَ
 وَتُسَيِّرُ اِلَيْهِ بِاَصْبِعِكَ فَحَيْثُ
 اَشْرَتَ اِلَيْهِ مَالَ قَالَ اِنِّي كُنْتُ
 اُحَدِّثُهُ وَيُحَدِّثُنِي وَيُلْهِيْنِي عَنِ

الْبُكَاءِ وَأَسْمَعُ وَجِبْتُهُ حَيْثُ
يَسْجُدُ تَحْتَ الْعَرْشِ -

باتیں کرتا تھا اور مجھ سے باتیں کرتا تھا اور مجھے
رونے سے بہلاتا تھا اور میں اس کے گرنے
کی آواز سنتا تھا جبکہ وہ عرش الہی کے نیچے
سجدے میں گرتا تھا۔

(بیہقی، ابن عساکر،

خصائص کبریٰ ص ۵۳)

کھیلے تھے چاند سے بچپن میں آقا سیٹے
چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہدی
یہ سر اپا نور تھے وہ تھا کھلونا نور کا
کیا ہی چلتا تھا اشدوں پر کھلونا نور کا

(اعلیٰ حضرت)

کفار مکہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ جادو کا اثر اجرام فلکی پر نہیں ہوتا تو چونکہ وہ اپنے
زعم باطل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ جادوگر سمجھتے تھے اس لئے ایک روز
جمع ہو کر آپ کی خدمت میں آئے اور نشان نبوت طلب کیا۔ فرمایا کیا چاہتے ہو؟ کہنے
لگے اگر آپ سچے ہیں تو چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھائیے۔ آپ نے فرمایا آسمان کی طرف
دیکھو اور اپنی مبارک انگلی سے چاند کی طرف اشارہ فرمایا تو وہ دو ٹکڑے ہو گیا۔ فرمایا گواہ
رہو! انھوں نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہماری نظر بندی کر دی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آیہ کریمہ نازل فرمائی۔

اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَالشَّقِ الْقَمَرُ
وَأَنْ تَيَرُوا آيَةً يُعْرَضُونَ وَيَقُولُوا
سِحْرٌ مُّسْتَمَرٌّ -

قریب آگئی قیامت اور شق ہو گیا چاند اور اگر
یہ لوگ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیرتے ہیں۔
اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا۔

(القمر - ۲۶۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے یہ ایک عظیم الشان معجزہ ہے جسے شق القمر
کہتے ہیں، صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت سے صحیح احادیث مبارکہ میں اس معجزہ عظیم
کا بیان ہے۔ بعض محدثین و مفسرین نے اس کے تواتر کا دعویٰ کیا ہے اور ساری امت

لہ (دیکھو بخاری و سلم باب علامات نبوت)

میں سلف سے خلف تک یہ اس قدر مشہور ہے کہ اس کا انکار کرنا بے دینی اور عقل اور انصاف سے دشمنی ہے۔ آج کل کے بعض فتنہ پرور لوگ جہاں اور بہت سی چیزوں کے منکر ہیں وہاں اس عظیم الشان معجزے کے بھی منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ایسا ہوتا تو ساری دنیا کو اس کا علم ہونا چاہیے تھا اور تواریخ کی کتابوں میں اس کا بیان ہونا ضروری تھا۔ لیکن ان کو معلوم نہیں کہ کسی واقعے کا تاریخ میں نہ ہونا اس کی تکذیب کا باعث نہیں ہو سکتا۔ بہت سے ایسے واقعات ظہور میں آئے جن کا تاریخ میں نام و نشان تک نہیں ملتا اور پھر اس واقعے سے تو کتبِ احادیث و تفاسیر بھری پڑی ہیں مگر ان کو ان سے کیا تعلق؟

یاد رکھیے جس وقت یہ واقعہ ظہور میں آیا تھا وہ وقت رات کا تھا، تو اس وقت بعض مقامات پر دن اور بعض مقامات پر آدھی رات ہوگی اور پھر جہاں لوگ بیدار ہوں گے وہاں بھی ضروری نہیں کہ سب کی نگاہیں آسمان کی طرف لگی ہوئی ہوں کیونکہ اس کا کوئی اعلان وغیرہ تو ہوا ہی نہیں تھا کہ لوگ خصوصاً اس وقت خیال رکھتے۔ اس ترقی یافتہ دور میں جب کہ رسد وغیرہ کے بڑے بڑے وسیع اور بے شمار انتظامات اور ذرائع ہیں جب کبھی چاند گہن ہوتا ہے تو لاکھوں انسانوں کو خبر نہیں ہوتی تو اس وقت تو رسد وغیرہ کے اتنے ذرائع بھی نہ تھے اور پھر یہ تھوڑی دیر کا معاملہ تھا مگر باوجود اس کے اہل مکہ نے سفر سے آنے والے لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی مگر وہ جاہلانہ طور پر جادو ہی کہتے رہے اور کہا گیا ہے کہ ہندوستان کے مہاراجا "مالیبار" کے مسلمان ہونے کا سبب ہی عظیم الشان واقعہ ہے۔

اہل ایمان کا اس پر ایمان ہے اور جس کے قلب میں ایمان راسخ ہوگا وہ کبھی بھی اس کے ماننے میں تامل نہیں کرے گا۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں ۷

پنچہ اونچبہ حق می شود ماہ از انگشت اوشق می شود

معلوم ہوا کہ آپ کا تصرف عالمِ علوی میں بھی جاری تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَّاوَلْتُ مِنْهَا کہ میں نے (بجالتِ نماز) جنت کو دیکھا اور

عُنُقُودًا وَلَوْ أَخَذْتُهُ لَأَكَلْتُم
 اس کا ایک خوشہ کپڑا، اگر میں وہ خوشہ توڑ لیتا
 تو تم اس میں سے رستی دنیا تک کھاتے رہتے۔

(بخاری شریف ص ۵۰۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک برتن
 پانی کا لایا گیا۔

فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ فَجَعَلَ
 التَّمَاءُ يَتَّبِعُهُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ
 فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ قَالَ قَتَادَةُ قُلْتُ
 لِإِنْسٍ كَمْ كُنْتُمْ؟ قَالَ ثَلَاثُمِائَةٍ۔
 تو آپ نے اپنا دست مبارک اس برتن میں رکھ
 دیا تو آپ کی انگلیوں سے پانی کے چٹھے پھوٹ
 نکلے جس سے تمام لوگوں نے وضو کیا۔ حضرت
 قتادہ فرماتے ہیں میں نے انس سے پوچھا گیا کہ
 تم کتنے آدمی تھے؟ فرمایا تین سو۔

(بخاری شریف ص ۵۰۴، مسلم شریف)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم معجزات کو باعث برکت سمجھتے
 تھے یہ کہہ کر فرمایا کہ ہم ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے پانی ختم ہو گیا حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی فرمایا بچا ہوا تلاش کرو خواہ وہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو۔
 فَجَاءُوا بِإِنَاءٍ فِيهِ مَاءٌ قَلِيلٌ فَأَدْخَلَ
 يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ ثُمَّ قَالَ حَتَّى عَلَى الطَّهْرِ
 الْمُبَارَكِ وَالْبَرَكَةِ مِنَ اللَّهِ فَلَقَدْ
 رَأَيْتُ الْمَاءَ يَتَّبِعُهُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَلَقَدْ كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيحَ الطَّعَامِ
 وَهُوَ يُؤْكَلُ۔
 چنانچہ ایک برتن میں تھوڑا سا پانی حاضر کیا گیا
 آپ نے اس میں اپنا دست مبارک رکھ دیا اور
 فرمایا آؤ، وضو کرو، پیو، یہ برکت والا طیب و
 طابہر پانی اللہ کی طرف سے ہے پس بلاشبہ
 میں نے دیکھا کہ آپ کی مبارک انگلیوں میں سے
 پانی کے چٹھے چل رہے تھے اور جب ہم آپ
 کے رو برو کھانا کھاتے تو کھانے سے تسبیح
 کی آواز سنا کرتے تھے۔

(بخاری شریف ص ۵۰۵)

حضرت ابو عمر انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ ایک غزوے میں ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، ایک روز بہت پیاسے ہوئے آپ نے ایک ڈولچی منگوا کر اس کو اپنے روبرو رکھا اور تھوڑا سا پانی اس میں ڈال کر اس میں گلی کی اور جو کچھ اللہ نے چاہا کلام پڑھا۔

ثُمَّ أَدْخَلَ خَنْصَرَكَ فِيهَا فَأَقْسَمَ
بِاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ أَصَابِعَ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَتَفَجَّرُ
بَيْنَا بَيْعِ الْمَاءِ ثُمَّ أَمَرَ النَّاسَ
فَشَرِبُوا وَسَقُوا وَمَلَأُوا قَرَبَهُمْ
وَأَدَّوِيَهُمْ فَضَبِحَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ
ثُمَّ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ لَا يَلْقَى
اللَّهُ بِهَمًا أَحَدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا
دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

پھر آپ نے اپنی چھوٹی انگلی اس میں رکھ دی،
خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ آپ کی تمام انگلیوں
سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے پھر آپ نے
لوگوں کو حکم دیا تو حسب ارشاد لوگوں نے
خود پیا اور اپنے جانوروں کو پلایا اور مشکیں،
ڈولچیاں بھر لیں یہ دیکھ کر آپ ہنسے یہاں تک
کہ آپ کے دندان مبارک نظر آ گئے پھر فرمایا
میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود
نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔
جو شخص ان دونوں باتوں کے ساتھ قیامت کے
دن اللہ کو ملے گا وہ ضرور جنت میں داخل
ہوگا۔ (ابونعیم خصائص کبریٰ ص ۴۳)

عرب کے جنگل میں جہاں پانی منزلوں تک نہیں ملتا، جب تمام لشکر اسلام پیاسا ہوگا تو کس قدر پریشانی کا وقت ہوگا۔ ایسی حالت میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے خوشگوار پانی کے چشموں کا جاری ہو جانا کس قدر مسرت و شادمانی کا باعث ہوا ہوگا اور صحابہ کرام کے نزدیک اس دست مبارک کی کس قدر وقعت ہوگی اور وہ کس عقیدت و محبت سے دست اقدس کو دیکھتے ہوں گے اس وقت کا تبسم فرمانا کچھ اسی طرح تھا جس کی ترجمانی اس شعر میں ہے۔

جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں

اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کے بعد جو خدا کے معبود ہونے اور اپنے رسول ہونے کی گواہی دی۔ گویا اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ خدا تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور جس کے ہاتھ پر اس کی قدرتوں کا ظہور ہوا وہ اس کی قدرتوں کا مظہر اور اس کے دعوے کی صداقت کی دلیل ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ میں لوگ پیاس کی شدت سے بہت پریشان تھے۔ دربارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا حضور! ہمارے پاس پانی نہیں ہے جس کو پییں اور وضو کریں، سوائے اس پانی کے جو آپ کے پاس ایک لوٹے کے برابر برتن میں ہے۔

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ قدرت اسی برتن میں رکھ دیا (جو آپ کے پاس تھا) تو آپ کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چٹے جاری ہو گئے۔ تمام صحابہ کرام نے پیا اور وضو کیا۔ حضرت جابر سے پوچھا گیا کتنے لوگوں نے پیا اور وضو کیا؟ فرمایا اگر ہم لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہوتا مگر اس وقت ہم پندرہ سو تھے جنہوں نے پیا اور وضو کیا۔

فَوَضَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فِي الزُّكُوتِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَفُورُ بَيْنَ أَصَابِعِهِ كَأَمْثَالِ الْعِيُونِ قَالَ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا قِيلَ لَجَابِرٍ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةً أَلْفٍ لَكُنَّا نَاكُتًا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً۔

(بخاری شریف ص ۵۹۸)

نور کے چٹے لہرائیں دریا بہیں

انگلیوں کی کرامت یہ لاکھوں سلام (اعلیٰ حضرت)

یہ بخاری و مسلم کی وہ احادیث ہیں جن کا کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔ دیکھئے

ان احادیث میں یہ ہرگز مذکور نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی ہو کہ الہی! تو میری انگلیوں سے پانی پیدا کر کے سب کو سیراب فرما، بلکہ برتن میں ہاتھ رکھ دیا اور فرمایا کہ آؤ، وضو کرو، پیو، یہ برکت والا طیب و طاہر پانی ہے۔ کون سا پانی جو اب تک معدوم تھا اور اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک سے وجود میں آیا۔ حالانکہ آپ

کے جسم مبارک میں کوئی پانی کا چشمہ تو تھا ہی نہیں جس کو جاری کر دیا گیا ہو اور وہ بھی کس قدر کہ سینکڑوں آدمی اس سے سیراب ہوئے۔

کیا اس مقام پر کہا جاسکتا ہے کہ ایسی احادیث بیان کرنے والے اور ایسی احادیث پر ایمان رکھنے والے مشرک ہیں کیونکہ اس سے شرک فی التخلیق لازم آتا ہے۔ ایسا کہنا سخت بے ادبی و گستاخی ہوگی کیونکہ اگر ایسے خیالات مشرکانہ ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض تھا کہ آپ پانی کی زیادتی کے لئے دُعا فرما کر اس سے لوگوں کو شرک کے وہم سے بچاتے، اس قسم کے شرک و بدعت کے حملے اور فتوے علماء کرام پر نہیں بلکہ در باطن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہیں۔ (معاذ اللہ)

بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف سے جو پانی پیدا ہو گیا تھا وہ مستقلاً آپ کا تصرف نہیں تھا بلکہ ہر مسلمان کا عقیدہ اور ایمان ہے کہ وہ تصرف و اقتدار منجانب اللہ آپ کو عطا ہوا تھا۔ شرک تو اس وقت لازم آئے کہ آپ کو یا دوسرے انبیاء و اولیاء کو مستقل بالذات باقتدار مانیں۔ یعنی یہ عقیدہ ہو کہ اگر خدا بھی ان کے تصرف کو روکنا چاہے تو نہ روک سکے۔ چونکہ آپ نے خدا کی قدرت کو ذاتی اور دوسروں کی قدرت کو عطائی ہونا بار بار بیان فرما دیا تھا تو اب اس کی ضرورت نہ رہی کہ ہر وقت دُعا کر کے مسلمانوں کو معلوم کرائیں کہ ہماری قدرت مستقل نہیں ہے۔

حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں طلوع فجر سے پہلے رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ جب واپس تشریف لائے تو مجھ سے فرمایا کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے عرض کیا بہت تھوڑا ہے جو آپ کو کافی نہ ہوگا۔ فرمایا اس کو ایک برتن میں ڈال کر لے آؤ! فرماتے ہیں میں لے آیا۔

تو آپ نے اپنا دست مبارک اس میں رکھا
میں نے دیکھا کہ آپ کی دو انگلیوں کے بیچ
میں سے چشمہ بوش مارنے لگا تو آپ نے

فَوَضَعَهُ كَفَّهُ فِي الْمَاءِ فَرَأَيْتُ
بَيْنَ اصْبَعَيْنِ مِنْ اصْبَاعِهِ
عَيْنًا تَفُورُ فَقَالَ نَادِي فِي اصْحَابِي

مَنْ كَانَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الْمَاءِ
فَنَادَيْتُ فِيهِمْ فَأَخَذَ مَنْ أَرَادَ
مِنْهُمْ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَ
لَنَا بَيْرٌ إِذَا كَانَ الشِّتَاءُ وَسِعْنَا
مَاءَهَا وَاجْتَمَعْنَا عَلَيْهَا وَإِذَا
كَانَ الصَّيْفُ قَلَّ مَاءُهَا فَتَفَرَّقْنَا
عَلَى مِيَاهِ حَوْلِنَا وَقَدْ أَسْلَمْنَا
وَكُلُّ مَنْ حَوْلَنَا لَنَا عِدْوٌ وَقَادِعُ
اللَّهِ لَنَا فِي بَيْرِنَا أَنْ يَسْعَنَا مَاءُهَا
فَنَجْمِعُ عَلَيْهَا وَلَا نَتَفَرَّقُ فِدَعَا
بِسَبْعِ حَصِيَّاتٍ فَعَرَكْهُنَّ فِي يَدَا
دَعَا فِيْهِنَّ ثُمَّ قَالَ أَذْهَبُوا بِهَذِهِ
الْحَصِيَّاتِ فَإِذَا آتَيْتُمُ الْبَيْرَ فَالْقُوا
وَاحِدَةً وَوَاحِدَةً وَادْكُرُوا
اسْمَ اللَّهِ قَالَ الصَّدَاقِيُّ ففَعَلْنَا
مَا قَالَ لَنَا فَمَا اسْتَطَعْنَا أَنْ
نَنْظُرَ إِلَى قَعْرِهَا يَعْنِي
الْبَيْرَ

(بیہقی، ابونعیم، خصائص)

کبری ص ۴۱)

فرمایا لوگوں میں پکار دو جس کو پانی کی حاجت
ہو آجائے میں نے پکارا، پھانچہ بہت سے
لوگوں نے اس پانی میں سے لیا یہ دیکھ کر ہم
نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہمارے قبیلہ میں ایک
کنواں ہے موسم سرما میں تو اس کا پانی ہم سب
کو کافی ہوتا ہے اور جب موسم گرما آتا ہے تو
اس کا پانی بہت کم ہو جاتا ہے تو ہم لوگ متفرق
ہو کر جہاں پانی پاتے ہیں وہاں چلے جاتے ہیں
اب چونکہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں اس وجہ سے
اطراف کے قبیلے ہمارے دشمن ہو گئے ہیں آپ
دعا فرمائیں کہ ہمارے کنوئیں کا پانی ہمیں کافی
ہو جائے اور ہم ایک ہی جگہ جمع رہیں متفرق
ہونے کی ضرورت نہ ہو تو حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے سات کنکریاں منگوائیں اور ان کو اپنے
ہاتھ میں لے کر دعا فرمائی پھر فرمایا کہ یہ کنکریاں
جاؤ اور جب اس کنوئیں پر پہنچو تو اللہ کا نام لے
کر ایک ایک اس میں ڈال دو! فرماتے ہیں،
جب وہ کنکریاں اس میں ڈال دی گئیں تو اس
کنوئیں میں اتنا پانی آیا کہ ہم اس کی تہہ تک
دیکھ نہیں سکتے تھے۔

اس حدیث شریف میں جو مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریوں کو ہاتھ میں
مل کر کنوئیں میں ڈالنے کا حکم فرمایا اور اس سے بے حد پانی بڑھ گیا۔ اس سے ظاہر ہے
کہ دست مبارک کا اثر کنوئیں تک پہنچانا منظور تھا جس کی تدبیر یہ کی گئی کہ کنکریوں کو

دست مبارک سے متاثر فرمایا اور وہ اثر کنوئیں میں پہنچا اور پانی فوراً بڑھ گیا۔ ظاہر دست مبارک کا اثر کنکریوں میں نہ تھا مگر معنوی طور پر اس قدر تھا کہ اس کنوئیں کے پانی کو حد سے بڑھا دیا۔

غرض کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف و اقتدار ثابت ہوتا ہے کہ جس چیز کا ارادہ فرمایا اس کا وجود ہو گیا۔ ان لوگوں نے جب دست مبارک کا اثر دیکھا کہ اس سے پانی جاری ہوتا ہے تو اپنے کنوئیں کا پانی زیادہ کرنے کی درخواست کی اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بنفس نفیس خود تشریف لے جانا متعذر تھا اور ان کی درخواست کو رد کرنا بھی مناسب نہ سمجھا اس لئے کنکریوں کے ذریعے سے دست مبارک کی برکت کو وہاں پہنچا دیا۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں ایک رات حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے بلال تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور آپ کے رب کی قسم! ہم تو اپنے توشہ دان خالی کئے بیٹھے ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اچھی طرح دیکھو اور اپنے توشہ دان جھاڑو شاید کچھ نکل آئے۔ سب نے اپنے اپنے توشہ دان جھاڑے تو کل سات کھجوریں برآمد ہوئیں آپ نے ان کو ایک صحفہ (بڑے پیالہ) پر رکھا۔

پھر ان پر اپنا دست مبارک رکھ دیا اور فرمایا
 ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى الثَّمَرَاتِ وَ
 قَالَ كُلُوا بِسْمِ اللَّهِ أَعْدْفًا كُلْنَا
 ثَلَاثَةَ أَنْفُسٍ فَأَحْصَيْتُ أَرْبَعًا
 وَخَمْسِينَ تَمْرَةً أَعَدَّهَا عَدَا
 وَنَوَاهَا فِي يَدِي الْأُخْرَى وَصَاحِبَايَ
 يَصْنَعَانِ كَذَلِكَ فَشَبِعْنَا وَرَفَعْنَا
 أَيْدِينَا فَإِذَا الثَّمَرَاتُ السَّبْعُ كَمَا
 هِيَ فَقَالَ يَا بِلَالُ ارْفَعْهَا فَإِنَّهُ

بسم اللہ کھاؤ! ہم تینوں نے (حضور کے دست مبارک کے نیچے سے ایک ایک اٹھا کر) کھائیں حضرت بلال کہتے ہیں کہ میں گٹھلیاں بائیں ہاتھ میں رکھتا جاتا تھا۔ جب میں نے سیر ہو کر ان کو شمار کیا تو وہ چوں تھیں۔ اسی طرح ان دو شخصوں نے بھی سیری سے کھائیں۔ جب ہم نے سیر ہو کر ہاتھ اٹھالیا تو حضور نے بھی اپنا دست مبارک

لَا يَأْكُلُ مِنْهَا أَحَدٌ إِلَّا نَهَلَ مِنْهَا
 شَبْعٌ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ دَعَى
 بِدَلَالٍ بِالثَّمَرَاتِ فَوَضَعَ يَدَاهُ
 عَلَيْهِنَّ ثُمَّ قَالَ كُلُوا بِسْمِ اللَّهِ
 فَأَكَلْنَا حَتَّى شَبِعْنَا وَأَنَا
 الْعَشْرَةُ رَفَعْنَا أَيْدِينَا وَإِذَا
 الثَّمَرَاتُ كَمَا هِيَ فَقَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ
 لَا أَنِّي اسْتَحْيِي مِنْ تَرَاتُجِ
 لَا كَلْنَا مِنْ هَذِهِ الثَّمَرَاتِ
 حَتَّى نَرُدَّ الْمَدِينَةَ عَنْ آخِرِنَا
 وَأَعْطَاهُنَّ عُلَامًا فَوْقَ وَهُوَ
 يَلُوكُهُنَّ -

(ابونعیم، ابن عساکر،

خصائص کبری ص ۲۷۲)

اٹھالیا۔ وہ ساتوں کھجوریں اسی طرح موجود تھیں
 حضور نے فرمایا اے بلال ان کو سنبھال کر رکھو!
 اور ان میں سے کوئی نہ کھائے پھر کام آئیں گی۔
 حضرت بلال فرماتے ہیں ہم نے ان کو نہ کھایا۔
 جب دوسرا دن ہوا اور کھانے کا وقت ہوا تو
 آپ نے وہی سات کھجوریں لانے کا حکم دیا۔
 آپ نے پھر اسی طرح ان پر اپنا دست مبارک
 رکھا اور فرمایا بسم اللہ کھاؤ! اب ہم دس
 آدمی تھے سب سیر ہو گئے حضور نے اپنا
 دست مبارک اٹھایا تو کھجوریں بدستور سات
 موجود تھیں۔ آپ نے فرمایا اے بلال اگر مجھے
 حق تعالیٰ سے شرم و حیا نہ ہوتی تو واپس مدینہ
 پہنچنے تک ان ہی سات کھجوروں سے کھاتے
 پھر وہ آپ نے ایک لڑکے کو عطا فرمادیں۔
 وہ انھیں کھا کر جاتا رہا۔

اس حدیث پاک سے ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا کیونکہ
 آپ کو یہ اقتدار حاصل تھا کہ ان سات کھجوروں میں جتنی چاہتے برکت فرماتے مگر خدا
 تبارک و تعالیٰ سے شرم کر کے ان کھجوروں کو خرچ فرمادیا۔ اور اسی فقر اور بے سروسامانی کو
 ترجیح دی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ان سات کھجوروں کی کوئی خصوصیت نہ تھی۔ جن کھجوروں پر بھی
 آپ اپنا ہاتھ مبارک رکھ دیتے ان میں برکت ہو جاتی بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیارات
 عطا فرمائے تھے اور جب چاہتے ان کو کام میں لاتے۔

درحقیقت اللہ تبارک و تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو راز و نیاز

اور خصوصیات ہیں ان میں ممکن نہیں کہ عقل راہ پاسکے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ ایک غزوہ میں لشکر اسلام کے پاس کھانے کو کچھ نہ رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ توشہ دان میں چند کھجوریں ہیں، فرمایا لے آؤ! میں نے حاضر کر دیں جو کل اکیس تھیں۔ آپ نے ان پر اپنا دست مبارک رکھ کر دعا فرمائی۔

پھر فرمایا دس آدمیوں کو بلاؤ! میں نے بلایا۔ وہ آئے اور سیری سے کھا کر چلے گئے۔ پھر دس شخصوں کے بلانے کا حکم دیا۔ وہ بھی کھا کر چلے گئے۔ اسی طرح دس آدمی آتے اور سیری سے کھا کر اٹھ جاتے یہاں تک کہ تمام لشکر نے کھائیں اور جو باقی رہ گئیں فرمایا لے ابوہریرہ ان کو اپنے توشہ دان میں رکھ لو اور جب چاہو ہاتھ ڈال کر ان میں سے نکال لیا کرو۔ لیکن توشہ دان نہ اٹھ لینا! حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی کے عہد خلافت تک ان ہی کھجوروں سے کھاتا رہا اور خرچ کرتا رہا تخمیناً پچاس سو وسق توفی سبیل اللہ دیں اور دوسو وسق سے زیادہ میں نے کھائیں۔ جب عثمان غنی شہید ہو گئے تو وہ توشہ دان میرے گھر سے چوری ہو گیا۔

ثُمَّ قَالَ ادْعُ عَشْرَةَ فَدَعَوْتُ عَشْرَةَ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ كَذَلِكَ حَتَّى أَكَلَ الْجَيْشُ كُلَّهُ وَبَقِيَ مِنْ تَمْرِ الْمَزُودِ قَالَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ إِذَا آرَدْتَ أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا فَادْخُلْ يَدَكَ فِيهِ وَلَا تَكْفَهُ فَأَكَلْتُ مِنْهُ حَيَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَمَّا قَتَلَ عُثْمَانَ انْتَهَبْتُ مَا فِي بَيْتِي فَأَنْتَهَبْتُ الْمَزُودَ إِلَّا أَخْبَرَكُمْ كَمَا أَكَلْتُ مِنْهُ أَكْثَرُ مِنْ مِائَتَيْ وَسُقٍ وَأَخَذْتُ مِنْهُ خَمْسِينَ وَسُقًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔

(بیہقی، ابونعیم، خصائص)

(کبزی ص ۱۶)

نوٹ :- وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور صاع چار سیرات چھٹانک (بہار شریعت)

اکیس کھجوروں سے لشکرِ اسلام کا سیر ہونا اور تخمیناً پندرہ ہزار من کھجوریں خرچ ہونا صرف خدا تعالیٰ کی قدرت سے متعلق ہے، جس چیز کو وہ چاہتا ہے برکت دے کر زیادہ کر دیتا ہے اور جس کو نہ چاہے اس میں برکت نہیں دیتا، بلکہ زیادہ کو کم کر دیتا ہے۔

برگد کے درخت کو ہی دیکھ لیجئے کہ کتنا بڑا ہوتا ہے اور جس تخم سے اس کی نشوونما ہوتی ہے وہ کس قدر چھوٹا ہوتا ہے وہ تخم جو خشخاش کے دانے سے کسی قدر بڑا ہوتا ہے اس سے اتنا بڑا درخت پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس کا وزن کیا جائے تو ہزاروں من ہو جائے اور جہاں تک دیکھی جائے تو ہزاروں آدمی اس کے سائے میں آسکتے ہیں۔ یہ نشوونما کیسی قدرت نمائی ہے دراصل یہاں بھی وہی برکت ہے۔

اگر یہ کہا جائے درخت کی مدد مٹی سے ہوتی ہے جس سے وہ بڑھتا ہے تو جواب یہ ہے کہ اس میں شک نہیں کہ جب خدا تعالیٰ برکت دیتا ہے تو اندرونی مدد ضرور ہوتی ہے لیکن درخت کے بارے میں یہ کہنا بلا دلیل ہے کہ مٹی اس کی جسامت میں شریک ہو کر اسے بڑھاتی ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی جڑیں زمین میں گڑی رہتی ہیں اور زمین اپنی حالت پر رہتی ہے اگر زمین کے اجزاء درخت کی جسامت میں صرف ہوتے تو جتنا درخت بڑا ہوتا اتنا ہی غار اس کی جڑوں کے قریب ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ بہر حال یہ ہرگز ثابت نہ ہو سکے گا کہ درخت کے جتنے اجزاء ہیں وہ صرف مٹی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ سلالہ زمین اس میں داخل ہوتا ہے مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ وہ کل سلالہ ہی ہے اور اس میں برکتِ الہی کو دخل نہیں۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

صَنَعْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا
فَاتَيْتُهُ وَهُوَ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ
فَقُمْتُ حَيْلَهُ فَلَمَّا نَظَرَ
إِلَى أَدْمَاتٍ إِلَيْهِ فَقَالَ
میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھوڑا سا کھانا پکایا اور بلانے کے لئے حاضر ہوا تو آپ صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرماتے مارے شرم کے کچھ نہ کہہ سکا اور خاموش کھڑا رہا آپ نے میری طرف دیکھا

وَهُؤُلَاءِ قُلْتُمْ لَا فَسَكْتُمْ
وَقُمْتُمْ مَكَانِي فَلَمَّا نَظَرَ
إِلَىٰ أَوْمَاتٍ إِلَيْهِ فَقَالَ
وَهُؤُلَاءِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا
فَقُلْتُ نَعَمْ وَإِنَّمَا كَانَ
شَيْءٌ يُبَيِّرُ صَنْعَتَهُ لَكَ
فَأَكَلُوا وَفَضَلَ مِنْهُمْ

(ابو نعیم،

خصائص کبریٰ ص ۲۹)

میں نے اشارہ سے کھانے کے لئے چلنے کو کہا
فرمایا اور یہ لوگ؟ میں نے کہا نہیں! حضور
خاموش ہو گئے اور میں اسی مقام پر کھڑا رہا۔
حضور نے پھر میری طرف نظر کی۔ میں نے اسی
طرح پھر اشارہ سے عرض کیا۔ فرمایا یہ لوگ؟
میں نے کہا نہیں! دوسری یا تیسری مرتبہ کے
جواب میں میں نے کہا بہت اچھا یعنی ان کو

بھی لے پئے اور ساتھ یہ بھی عرض کر دیا کہ
کھانا صرف آپ ہی کے لئے تھوڑا سا پکایا
ہے آپ ان تمام صحابہ کے ساتھ تشریف لائے
سب نے اچھی طرح کھایا اور کھانا پھر بھی بچ رہا

حضرت صہیب کا بار بار اصرار کہ تنہا تشریف لے چلیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا
ہر بار انکار کہ جب تک سب صحابہ نہ چلیں تنہا نہ جائیں گے ایک عجیب لطف خیر واقعہ ہے
حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا اصرار بھی درست تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کھانا تو
آدمی کا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے خلاف اصرار اس لئے تھا کہ تم ان کو اپنے
گھر سے کہاں کھلاؤ گے بلکہ وہ تو ہمارے طفیلی ہیں ہم ان کو کھلائیں گے جس میں تمہارا کوئی
خل نہیں ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو بسیرے کی تمام کھلا دیا۔
یہاں تک کہ کھانا بچ رہا اور صاحب دعوت بھی نیک نام ہو گئے۔ اگرچہ کسی کا طفیلی بن کر کسی کے
گھر کھانے کے لیے جانا غیور طبع کو پسند نہیں مگر ایسی طفیلیت اگر حاصل ہو تو غیور طبائع کو
بھی ناگوار نہیں ہو سکتا۔

جب ایک غریب صحابی کی دعوت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر طفیلیوں کے تشریف لے
جانا گوارا نہیں کیا تو خدا تعالیٰ جو معنی مطلق ہے اس کے خوانِ نعمت پر تنہا جانے کو کس طرح گوارا
فرمائیں گے ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لطف و کرم سے قوی امید ہے کہ ہم طفیلیوں کو بھی
بارگاہِ الہی میں ضرور ہم راہ رکاب رکھیں گے۔

مگر یاد رہے کہ طفیلی ہونا بھی آسان نہیں، صرف زبان سے کہہ دینا کافی نہیں ہو سکتا جب تک دلی عقیدت و محبت اور نسبت نہ ہو۔

یہاں سے ایک اور بات بھی معلوم ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل سنت نہیں ہو سکتا کیونکہ اس قسم کے امور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے تھے۔ آج کل کے بعض مشائخ جب کسی کے ہاں دعوت میں تشریف لے جاتے ہیں تو اکثر طفیلیوں کو ساتھ لے جاتے ہیں جس سے صاحب دعوت پر ایک مصیبت ہو جاتی ہے لہذا مشائخ اور طفیلیوں کو اس کا ضرور خیال رکھنا چاہیے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ ایک روز حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی اُمّ سلیم کے پاس آئے اور کہا کہ آج میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی ہے اس میں جھوک کی وجہ سے ضعف پایا جاتا ہے کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! اور چند جو کی روٹیاں نکالیں اور مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو بھیجا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا کیا تمہیں ابو طلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا ہاں! آپ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے تمام صحابہ سے فرمایا کہ اٹھو! میں نے آگے آگے آکر ابو طلحہ کو اطلاع دی کہ حضور تو مع صحابہ کے آ رہے ہیں یہ سن کر حضرت ابو طلحہ نے اپنی بیوی اُمّ سلیم سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بہت لوگ بھی ساتھ تشریف لا رہے ہیں اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں جو ان سب کو کھلا سکیں۔ ان کی بیوی نے کہا

ثُمَّ ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَرْسَلَكَ أَبُو طَلْحَةَ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لِمَنْ مَعَهُ قَوْمًا فَجِئْتُ أَبَا طَلْحَةَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ قَدْ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ لَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ قَالَتْ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

اللہ اور اس کا رسول ہماری حالت کو خوب جانتے ہیں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا۔ اُمّ سلیم! جو کچھ تمہارے پاس ہے لے آؤ! وہ اپنی چند روٹیوں کو لے کر حاضر ہو گئیں حضور نے ٹکڑے کرنے اور ان پر کچھ گھی نچوڑنے کا حکم دیا۔ پھر حضور نے ان ٹکڑوں پر جو اللہ نے چاہا پڑھا۔ پھر دن آدمیوں کے بلانے کا حکم دیا وہ آئے اور خوب سیر ہو کر گئے۔ پھر دن آدمیوں کے بلانے کا حکم دیا وہ بھی آئے اور خوب پیٹ بھر کے نکلے۔ پھر دن آدمیوں کو بلانے کا حکم دیا وہ بھی آئے اور خوب سیر ہو کر نکلے یہاں تک کہ وہ تمام صحابہ جو تتریا اتنی تھے سب شکم سیر ہو گئے اس کے بعد آپ نے اور بھی گھر والوں نے کھایا اور اس کے بعد بھی کھانا بچ گیا جو پڑوسیوں میں تقسیم کیا گیا۔

دیکھئے! ان چند روٹیوں کے ٹکڑوں سے اتنے لوگوں کا پیٹ بھر جانا کیسی عجیب بات

ہے۔ سبحان اللہ! یہ تھے حضور کے تصرفات اور برکات ۵

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم رزق اُس کا ہے کھلاتے ہیں (اعلیٰ حضرت)

ممکن ہے کسی کو شبہ ہو کہ جب صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرفات کا ہر وقت مشاہدہ کرتے تھے تو پھر حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ پریشان کیوں ہوئے اس کا جواب یہ ہے کہ پریشان ہونا بتقاضائے بشریت تھا۔ یا اس وقت توجہ نہیں رہی تھی اس سے یہ خیال نہیں ہو سکتا کہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف معنوی میں کوئی شک آ گیا تھا۔

هَلِيَّتِي مَا عِنْدَكَ يَا أُمَّرْسَلِيمِ
فَأَتَتْ بِذَلِكَ الْخُبْزِ فَأَمْرَبَهُ
فَفُتَّ وَعَصَرَتْ عَلَيْهِ عَكَّةً
لَهَا فَأَدَمَّتْهُ ثُمَّ قَالَ فَيَدْرُسُوهُ
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا
شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ ثُمَّ قَالَ إِذْ ذَنْ
لِعَشْرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى
شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ إِذْ ذَنْ
لِعَشْرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى
شَبِعُوا ثُمَّ قَالَ إِذْ ذَنْ لِعَشْرَةٍ
حَتَّى أَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوا
وَالْقَوْمُ سَبْعُونَ رَجُلًا أَوْ ثَمَانُونَ
ثُمَّ أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَاهْنُ الْبَيْتِ وَافْضَلُوا مَا
بَلَغَ جَيْرَانَهُمْ (بخاری ۵۰۵۰ و مسلم

وخصائص کبری ص ۱۱)

دیکھیے غزوہ بدر میں کفار کی کثرت و شوکت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کس حالت طاری تھی جب کہ حضرت صدیق اکبر نے آپ کو تسکین دی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا تعالیٰ کے ایقانے وعدہ میں کوئی شک ہو گیا تھا۔
(نعوذ باللہ من ذالک)

یہاں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے قائل تھے اور بجائے اللہ اعلم کے اللہ ورسولہ اعلم کہنے میں ان کو کچھ تامل نہ تھا چنانچہ اکثر صحابہ کا یہی دستور تھا کہ وہ اللہ ورسولہ اعلم کہتے تھے۔ (کما ورد فی الاحادیث) اور اس زمانہ کے لوگ کہتے ہیں کہ اللہ ورسولہ اعلم کہنے سے شرک آجاتا ہے (معاذ اللہ چنانچہ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ ہی جلنے رسول کو کیا خبر) (تقویۃ الایمان ص ۸۲)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آئے تو آپ کا چہرہ متغیر پایا، یہ دیکھ کر اسی وقت وہ اپنے گھر گئے اور اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر دیکھا ہے اور میرا گمان ہے کہ بھوک کے سبب سے ایسا ہے کیا تیرے پاس کچھ موجود ہے؟ بیوی نے کہا واللہ اس بکری اور کچھ بچے ہوئے آٹے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اسی وقت بکری کو ذبح کر دیا اور فرمایا کہ جلدی جلدی گوشت اور روٹیاں تیار کر دو! جب کھانا تیار ہو گیا تو ایک بڑے پیالے میں رکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے اور وہ کھانا حاضر کر دیا۔

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا جَابِرُ اجْمَعْ لِي قَوْمًا فَأَتَيْتُهُمْ فَقَالَ ادْخُلْهُمْ عَلَيَّ إِرْسَالًا فَكَانُوا يَا كَلُونَ فَإِذَا شِبَعٌ قَوْمٌ خَرَجُوا وَدَخَلَ الْخَرُونَ حَتَّى أَكَلُوا جَمِيعًا وَفَضَلَ فِي

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جابر اپنی قوم کو جمع کر لے۔ پس میں ان کو لے کر آپ کی خدمت میں آیا، آپ نے فرمایا ان کو جدا جدا ٹولیاں بنا کر میرے پاس بھجتے رہو۔ اس طرح وہ کھانے لگے۔ جب ایک ٹولی سیر ہو جاتی تو وہ نکل جاتی اور دوسری آجاتی یہاں تک کہ

سب کھا چکے اور برتن میں جتنا پہلے تھا اتنا ہی سب کے کھانے کے بعد تھا حضور فرماتے تھے کھاؤ اور بڑی نہ توڑو۔ پھر آپ نے برتن کے بیچ میں ہڈیوں کو جمع کیا اور ان پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا اور کچھ کلام پڑھا، جسے میں نے نہیں سنا، ناگاہ وہ بکری کان بھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا، اپنی بکری لے جا! میں بکری اپنی بیوی کے پاس لے آیا وہ بولی یہ کیا؟ میں نے کہا۔ واللہ! یہ ہماری وہی بکری ہے جس کو تم نے ذبح کیا تھا۔ رسول اللہ کی دعا سے اللہ نے اسے زندہ کر دیا ہے۔ یہ سن کر ان کی بیوی نے کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ وہ اللہ کے رسول

الْجَفْنَةَ شِبْهَ مَا كَانَ فِيهَا وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لَهُمْ كُلُوا وَلَا تَكْسِرُوا عِظْمًا ثَمَّ رَأَتْهُ جَمَعَ الْعِظَامَ فِي وَسْطِ الْجَفْنَةِ فَوَضَعَ يَدَاهُ عَلَيْهَا ثُمَّ تَكَلَّمَ بِكَلَامٍ فَأِذْ أَلْمَسْتُهُ فَإِنَّ الشَّاةَ قَدِ قَامَتْ تَنْفِضُ أُذُنَيْهَا فَقَالَ لِي خُذْ شَاتَكَ فَأَتَيْتُ امْرَأَتِي فَقَالَتْ مَا هَذِهِ؟ قُلْتُ هَذِهِ وَاللَّهِ شَاتُنَا الَّتِي ذَبَحْنَاهَا دَعَى اللَّهُ فَأَحْيَاهَا لَنَا قَالَتْ أَشْهَدُ أَنَّ رَسُولُ اللَّهِ -

(بیہقی - دلائل نبوت ص ۵۲۳) میں -

(ابو نعیم - خصائص کبریٰ ص ۶۴، زرقانی علی المواہب ص ۱۸۷)

عارف ربانی عاشق محبوب سبحانی حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت جابر نے جب بکری کو ذبح کیا تو اس وقت آپ کے دو چھوٹے چھوٹے فرزند بھی وہیں موجود تھے جنہوں نے بکری کو ذبح ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا جب حضرت جابر شریف لے گئے تو وہ دونوں پھیری لے کر پھت پر چلے گئے۔

پسر بزرگ مرخورد رگفت بیاتا تو نمایم کہ
پدرا ما این برہ را چگونہ بسمل کردیچہ خود را
بہ بست و کار و بر حلق او براند و بنادانی ویرا
بسمل کرد۔ و سر برادر را برادر بر پشت عمیاں
بڑے لڑکے نے اپنے چھوٹے بھائی سے کہا کہ
آؤ میں بھی تمہارے ساتھ ایسا ہی کروں جیسا کہ
مہارے والد نے اس بکری کے ساتھ کیا ہے،
بڑے نے چھوٹے کو باندھا اور حلق پر پھیری چلا

چوں آنرا بدید از پس بدوید پس برترسید و
 بر بام گر سخت مادر بر اثر وے می آمد از
 بیم مادر آں پس دیگر نیز از بام بیفتاد و
 بلاک شد آں زن فرزند نکند و گفت اگر
 بنالم و فریاد کنم خاطر پیغمبر صلی اللہ علیہ
 وسلم ملول شد صبر کرد و جزع نہ کرد و
 دو فرزند آنرا بخانہ برد و گلیم برہر دو
 پوشید و سے را از انحال خبر نکرد و روئے
 خود تازہ داشت و لیکن بدل خویش مینامید
 تا برہ را بریاں کرد و جابر را از حال فرزند
 خبر نہ داد چوں برہ را بیاورد و در پیش
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہاد جبریل
 امین بیامد و گفت یا محمد خدائے تعالیٰ می
 فرماید کہ جابر را بگوئی تا فرزندان خود را بیارد
 تا با تو طعام خوردند، رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم جابر را گفت فرزندان را بیار جابر برون
 آمد و عیال را پرسید کہ فرزندان کجا اند؟
 عیال او گفت بہتر را صلی اللہ علیہ وسلم بگوئی
 کہ غائب اند۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
 سلم گفت فرمان خدائے تعالیٰ است تا
 ایشاں را حاضر کنی! جابر برون آمد و عیال
 خود را گفت کہ از خدائے تعالیٰ فرمان آمد
 کہ زود ایشاں را بخواں، آں ضعیفہ

دی اور نادانی سے اس کو ذبح کر دیا اور اس
 کا سر جدا کر کے اس کو اٹھایا۔ جونہی حضرت
 جابر کی بیوی نے اس کو دیکھا تو وہ اس کے
 پیچھے دوڑی وہ اس کے خوف سے چھت سے
 گرا اور مر گیا۔ حضرت جابر کی بیوی نے اس
 وجہ سے چیخ و پکار اور واہیلانہ کیا تاکہ حضور صلی
 اللہ علیہ وسلم پریشان اور ملول نہ ہوں (اور
 دعوت بے لطف نہ ہو جائے)۔ نہایت صبر
 استقلال سے دونوں فرزندوں کو اندر لاکر ان
 پر کپڑا ڈال دیا اور کسی کو ان کے حال کی خبر نہ
 کی یہاں تک کہ حضرت جابر کو بھی نہ بتایا۔ اگرچہ
 جس صدمہ سے خون کے آنسو رو رہا تھا مگر باوجود
 اس کے چہرے کو تازہ و شگفتہ رکھا اور کھانا
 وغیرہ پکایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے
 اور کھانا آپ کے آگے رکھا گیا۔ اسی وقت جبریل
 امین آگئے اور کہلے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ
 تعالیٰ فرماتا ہے کہ جابر سے کہو کہ اپنے فرزندوں
 کو لائے تاکہ وہ آپ کے ساتھ کھانا کھانے کا
 شرف حاصل کر لیں۔ آپ نے حضرت جابر سے
 فرمایا کہ اپنے فرزندوں کو لاؤ! وہ فوراً باہر آئے
 اور بیوی سے پوچھا کہ فرزند کہاں ہیں۔ اس نے
 کہا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
 میں عرض کرو کہ وہ موجود نہیں ہیں۔ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا فرمان آیا ہے کہ ان کو جلدی بلاؤ! غم کی ماری بیوی رو پڑی اور کہا اے جابر اب میں ان کو نہیں لاسکتی حضرت جابر نے فرمایا بات کیا ہے؟ روتی کیوں ہو۔ بیوی نے اندر لے جا کر سارا ماجرا سنایا اور کپڑا اٹھا کر بچوں کو دکھایا تو وہ بھی رونے لگے کیونکہ وہ ان کے حال سے بے خبر تھے۔ پس حضرت جابر نے دونوں فرزندوں کو لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں رکھ دیا اس وقت گھر سے چیخ و پکار کی آوازیں آنے لگیں اللہ تعالیٰ نے جبریل امین علیہ السلام کو بھیجا اور فرمایا اے جبریل میرے محبوب علیہ السلام سے کہو کہ اللہ رب العزت فرماتا ہے اے پیارے حبیب آپ دعا فرمائیں ہم ان کو زندہ کر دیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی وہ اللہ کے حکم سے اسی وقت زندہ ہو گئے۔

گریاں شد و گفت اے جابر نمی آرم! جابر گفت چه افتاده است ترا ہر دو پسر را بجابر نمود و گلیم از ایشان برداشت۔ جابر ہر دو پسر را دید مُردہ گریاں شد کہ از حال ایشان بے خبر بود۔ پس ہر دو بایند و در پائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افتادند و خروش از خانہ برآمد خدائے تعالیٰ جبریل علیہ السلام را فرستاد کہ خدائے رب العزت می فرماید کہ اے محمد بر سر ایشان روواز تو دعا کردن و از ما زندہ گردانیدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بر خاست و بر سر ایشان آمد و دعا کرد و ہر دو فرزند ان جابر رضی اللہ عنہ فی الحال زندہ شدند بفرمان خدائے تعالیٰ۔

(مدارج النبوت و شواہد النبوت للحامی ص ۸۴)

اس قسم کی باتوں کو وہ لوگ نہیں مانتے جو اپنے آپ کو عقل مند سمجھتے ہیں۔ درحقیقت ان کا خدا کی قدرت پر ایمان نہیں ہوتا۔ اگر وہ مان لیں کہ خدا تبارک و تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے تو کبھی نہ کہیں کہ مردوں کا زندہ ہونا خلاف عقل اور خلاف عادت ہے بظن ان کے وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کی ذات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں انھوں نے مان لیا کہ خدا تعالیٰ مردے زندہ کرنے پر قادر ہے اور قیامت کے ہونے میں ان کو کوئی شبہ نہ رہا۔ جو لوگ خدا کی قدرت اور قیامت کو نہیں مانتے، ہمیں ان سے کوئی بحث نہیں۔ جو لوگ خدا کی قدرت پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ مانتے

ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد سب کو زندہ کرے گا ان کا یہ بھی ایمان ہے کہ یہ قدرت اس کو ہر وقت اور ہر آن حاصل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مردوں کو زندہ کرنا یہ بھی قدرتِ خداوندی کا ظہور ہے کیونکہ آپ اللہ کے حبیب ہیں اور اس کی قدرتوں کے مظہر اتم ہیں۔ آپ تو آپ ہیں، آپ کے غلاموں نے مردوں کو زندہ کیا ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ ہم صفہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ ایک عورت ہجرت کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اس کے ساتھ اس کا جواں سال بیٹا تھا۔ چند دنوں کے بعد وہ ایک وبائی بیماری میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آنکھیں بند کیں اور تجہیز و تکفین کے لئے فرمایا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ جب ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کر کے غسل دینا چاہا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کی ماں کو بھی خبر کر دو۔ ہم نے خبر کر دی وہ آکر لڑکے کے قدموں کے پاس بیٹھ گئی اور کہا۔

اے اللہ میں خاص تیرے لئے خوشی سے اسلام لائی اور بت پرستی کو چھوڑا اور برضا و رغبت تیری طرف ہجرت کی اے اللہ بت پرستوں کو خوش ہو کر میری منسی اڑانے کا موقع نہ دے اور مجھ پر ایسی مصیبت نہ ڈال جس کی برداشت مجھ سے نہ ہو سکے۔ حضرت انس فرماتے ہیں خدا کی قسم ابھی اس کا کلام ختم نہیں ہوا تھا کہ لڑکے نے اپنے پاؤں ہلائے اور منہ سے کپڑا اٹھا دیا اور وہ زندہ رہا یہاں تک کہ حضور کی وفات ہو گئی اور اس کی ماں کی بھی وفات ہو گئی۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسَلْتُ لَكَ طَوْعًا وَ
خَلَعْتُ الْأَوْثَانَ زُهْدًا وَهَاجَرْتُ
إِلَيْكَ رَغْبَةً اللَّهُمَّ لَا تُثَبِّتْ
بِي عَبْدًا إِلَّا أَوْثَانًا وَلَا تَحْمِلْنِي
مِنْ هَذِهِ الْمَصِيبَةِ مَا لَا طَاقَةَ
لِي بِحَمْلِهَا قَالَ فَوَاللَّهِ مَا لَقِيتُ
كَلَامَهَا حَتَّى حَرَكَ قَدَمِيهِ وَ
الَّتِي الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهِ وَعَاشَ
حَتَّى قَبِضَ اللَّهُ رَسُولَهُ وَحَتَّى
هَلَكَتْ أُمَّهُ - (خصائص کبری ص ۶۴)

بیہقی، دلائل النبوة ابو نعیم ص ۵۴۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں چھوٹی عمر میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشریف لے آئے اور مجھے فرمایا کیا تیرے پاس دودھ ہے؟ میں نے عرض کی ہے تو ضرور لیکن امانت ہے میں اس میں خیانت نہیں کر سکتا۔

فرمایا ایسی بکری لاجسے زرنہ ملا ہو۔ حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ میں ایک پھوری لے

آیا۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تھنوں پر اپنا دست کرم پھیرا اور اللہ سے دعا کی اور حضرت ابو بکر نے ایک بڑا چوڑا پیالہ لا کر حاضر کیا آپ نے اس میں دودھ دوہا۔ وہ بھر گیا اور ابو بکر سے فرمایا لو پیو اور پھر تھنوں کو حکم دیا کہ تم جیسے تھے ویسے ہی ہو جاؤ۔ وہ جیسے تھے ویسے ہی ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کے مسلمان ہونے کا یہی سبب ہوا۔

فَمَسَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذُرْعَهَا وَدَعَى اللَّهَ وَآتَاهُ أَبُو بَكْرٍ بِصُحْفَةٍ فَحَلَبَ فِيهَا وَقَالَ لِأَبِي بَكْرٍ اشْرَبْ ثُمَّ قَالَ لِلضَّرْعِ أَقْلِصْ فَعَادَ كَمَا كَانَ وَكَانَ هَذَا هُوَ سَبَبُ إِسْلَامِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مَسْعُودٍ۔

(بیہقی، شفاء شریف، اسد الغابہ جلد دوم)

اگرچہ یہ دودھ عقبہ کی بکری کا تھا۔ مگر اس کی ملکیت نہ تھا ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی اس میں تصرف نہ فرماتے کیونکہ اس کی تخلیق بطور عادت نہیں ہوئی تھی بلکہ اس کا سبب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک تھا۔ چونکہ تخلیق خاص قسم کی ہوئی اس لئے احکامِ ملک بدل گئے اور وہ دودھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہو گیا کیونکہ اس کا واسطہ دست مبارک ہوا۔

حضرت ابو قریصہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ ابتدائے اسلام میں بحالت تمیمی میں اپنی والدہ اور خالہ کے زیر پرورش تھا، اور اپنی چند بکریاں چرایا کرتا تھا۔ میری خالہ مجھے اکثر کہتی کہ اے بیٹے اس شخص یعنی نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کبھی نہ جانا ورنہ وہ تمہیں گمراہ کر دیں گے لیکن میں نے چراگاہ میں جا کر بکریوں کو چھوڑ دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ارشادات مبارک سُنتا رہا۔ پھر بکریوں کے پاس گیا تو ان کو دُہلی اور تھنوں کو سوکھے پایا میری خالہ نے مجھ سے کہا کہ آج تیری بکریوں کو کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں دوسرے روز بھی ایسا ہی کیا۔ تیسرے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گیا اور اپنی بکریوں اور خالہ کا حال بیان کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی بکریاں لے آؤ! میں بکریوں کو لے کر حاضر ہوا۔

وَدَعَا فَيَهْتَنُ بِالْبَرْكَةِ فَاَمْتَلَانِ
شَحْمًا وَكَبْنَا فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيَّ
خَالَتِي يَهُتُّ قَالَتْ يَا بِنْتِي
هَكَذَا فَارِعُ فَاخْبِرْتَهَا الْخَبْرَ
فَاسْلَمَتْ هِيَ وَاقْتِي۔

آپ نے تھنوں اور پشتوں پر ہاتھ پھیر کر دعاء برکت فرمائی اسی وقت وہ دودھ اور چربی سے بھر گئیں۔ پھر جب میں ان بکریوں کو لے کر خالہ کے پاس گیا تو وہ دیکھ کر بولی اے بیٹے ایسے ہی چرایا کرو۔ جب میں نے ان کو سارا واقعہ

(دلائل النبوت ص ۳۸۸، ابو نعیم)

خصائص کبریٰ جلد ۲ ص ۲۹)

مقام غور ہے کہ ابو قریصافہ کو اپنی بکریاں چھوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کا شوق پیدا ہونا حالانکہ ان ہی بکریوں پر ان کی روزی کا دار و مدار تھا اور پھر زمانہ نو عمری اور یتیمی کا۔ اس زمانے کے حالات اور تعلق اہل نظر سے مخفی نہیں ہیں۔ چونکہ توفیق ازلی مددگار تھی لہذا ایسے آثار ظاہر ہوئے۔

”ایں سعادت بزورِ بازو نیست“

حضرت حزام بن ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لارہے تھے تو راستے میں دوپہر کے وقت اتم معبد عاتکہ بنت خالد خزاعیہ کے ہاں گزر ہوا۔ اتم معبد کی قوم قحط زدہ تھی وہ اپنے خیمہ کے صحن میں بیٹھا کرتی اور مسافروں کو پانی پلاتی اور کھانا کھلاتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس سے گوشت اور کھجوریں خریدنے کا قصد فرمایا مگر اس کے پاس ان دونوں میں سے کوئی چیز نہ تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خیمہ کی جانب ایک بکری دیکھی، فرمایا یہ بکری کیسی ہے۔ اتم معبد نے عرض کیا کہ لاغری و کمزوری کے سبب سے بکریوں سے پیچھے رہ گئی ہے۔ پھر فرمایا کیا دودھ دیتی ہے؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا کیا تو مجھے اجازت دیتی ہے کہ میں اسے دودھ لوں؟

اس نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان اگر آپ اس کے نیچے دودھ دیکھتے ہیں تو دودھ لیں۔ آپ نے اس کے تھنوں پر اپنا دست مبارک پھیرا اور اللہ کا نام لیا اور دُعا کی تو بکری نے آپ کے لئے دونوں ٹانگیں چوڑی کر لیں اور دودھ اتار لیا اور جگالی کی آپ نے برتن طلب فرمایا جو جماعت کو سیراب کرے اور اس میں دودھ دودھ کر بھر دیا یہاں تک کہ اس میں جھاگ آگئی۔ پھر اتم معبد کو پلایا وہ سیر ہو گئی۔ پھر اپنے ساتھیوں کو پلایا یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے۔ سب کے بعد آپ نے پیا پھر دوسری بار دودھ دوہنا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہی برتن پھر بھر دیا اور اس کو بطور نشان اتم معبد کے پاس چھوڑا اور اس کو اسلام میں بیعت کیا پھر سب وہاں سے چل دیے

(مشکوٰۃ ص ۵۳)

تھوڑی دیر بعد اتم معبد کا خاوند آیا اس نے دودھ جو دیکھا تو حیران ہو کر کہنے

لگا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ گھر میں تو کوئی ایسی بکری نہیں ہے جو دودھ کا قطرہ بھی دے۔ اُمّ معبد نے جواب دیا کہ ایک مبارک شخص آیا تھا جس کی باتیں میٹھی، صورت پیاری، زبان فصیح اور جس کا حلیہ شریف ایسا پیارا تھا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ وہ بولا وہی تو قریش کے سردار ہیں جن کا چرچا ہو رہا ہے۔ میں نے بھی قصد کر لیا ہے کہ ان کی صحبت میں رہوں چنانچہ وہ دونوں میاں بیوی مدینہ منورہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔

(کنز العمال و کذافی حواشی مشکوٰۃ و سیرۃ النبویۃ و شمس التواریخ)

حضرت امام اعظم امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَمَسَّتْ شَاةٌ لِأُمِّ مَعْبَدٍ بَعْدَهَا لَشَفَّتْ فِدَاةً مِنْ شَقَارِقِيَاكُ

اور اُمّ معبد کی بکری جب کہ اس کا دودھ خشک ہو گیا تھا تو آپ کے دست مبارک کے چھونے اور آپ کی دعا سے وہ پھر دودھ والی ہو گئی۔ (قصیدۃ النعمان)

اُمّ معبد فرماتی ہیں کہ وہ بکری بہت دیر تک ہمارے پاس رہی یہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہو گیا۔ پھر زمانہ خلافت حضرت صدیق اکبر بھی گزر گیا۔ پھر حضرت فاروق اعظم کے زمانے میں جب کہ قحط پڑ گیا اور خشک سالی کی کوئی حد نہ رہی (جسے عام الرمادہ کہتے ہیں) اور رہ کا ایک تنکا بھی زمین پر نظر نہیں آتا تھا تو وہ بھوک پیاسی ہونے کے باوجود بھی صبح و شام برابر دودھ دیتی رہی۔

(طبقات ابن سعد، ابو نعیم، حجة اللہ علی العالمین)

حضرت قیس بن نعمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ جا رہے تھے تو راستہ میں ایک چرواہا بلا جو بکریاں چرا رہا تھا آپ نے اس سے دودھ طلب فرمایا۔ اس نے کہا میرے پاس دودھ دینے والی کوئی بکری نہیں۔ فرمایا ان ہی میں سے کوئی لے آ۔ وہ ایک پھوری (چھوٹی بکری) لے آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تھنوں پر اپنا دست مبارک پھیرا اور دعا کی تو تھنوں میں دودھ آ گیا۔ آپ نے دوہا۔ حضرت ابوبکر کو پلایا۔ پھر چرواہے کو پلایا اور پھر خود پیا۔ چرواہا حیران رہ گیا۔

اور کہنے لگا۔ آپ کون ہیں خدا کی قسم میں نے
 آپ کی مثل ہرگز کوئی نہیں دیکھا۔ فرمایا میں
 محمد ہوں اللہ کا رسول۔ وہ سن کر بولا آپ ہی
 ہیں جن کے بارے میں قریش کا یہ گمان ہے
 کہ آپ نیا دین لے کر آئے ہیں۔ فرمایا ہاں!
 وہ تو ایسا ہی کہتے ہیں وہ بولا (وہ کچھ کہیں)
 مگر میں سچے دل سے گواہی دیتا ہوں کہ آپ
 اللہ کے پتے نبی ہیں اور جو کچھ آپ لے کر
 آئے ہیں وہ حق ہے اور جو آپ نے کیا ہے
 وہ سوائے نبی کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔

(بیہقی، حاکم، طبرانی، ابونعیم، ابویعلیٰ، خصائص کبریٰ ۱۸۹)

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگِ احد میں حضرت قتادہ بن نعمان
 کی آنکھ میں تیر لگا اور آنکھ کا ڈھیلا رخسارے پر بہہ آیا۔

تو وہ اس کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
 خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا اگر صبر
 کرو تو تمھارے لئے جنت ہے اور اگر چاہو تو
 اس کو لوٹا کر تمھارے لئے دعا کروں پھر تم اس
 میں کوئی کمی نہ پاؤ گے۔ حضرت قتادہ نے عرض
 کیا یا رسول اللہ بلاشبہ جنت ایک جزائے
 جمیل اور عطائے جلیل ہے لیکن میری ایک
 عورت ہے جس کو میں محبوب رکھتا ہوں، مجھے
 اندیشہ ہے کہ وہ مجھ کو اس حال میں پسند
 نہیں کرے گی لہذا آپ اس کو لوٹا بھی دیجئے

فَقَالَ الرَّاعِي مَنْ أَنْتَ؟ فَوَاللَّهِ
 مَا رَأَيْتُ مِثْلَكَ قَطُّ! قَالَ أَنَا
 مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ! قَالَ أَنْتَ
 الَّذِي تَزْعُمُ قُرَيْشٌ أَنَّهُ أَصَابَ
 قَالَ إِنَّهُمْ يَقُولُونَ ذَلِكَ قَالَ
 فَأَشْهَدُ أَنَّكَ نَبِيُّ اللَّهِ وَأَنَّ
 مَا جِئْتَ بِهِ حَقٌّ وَأَنَّه لَا
 يَفْعَلُ مَا فَعَلْتَ إِلَّا نَبِيٌّ۔

فَأَتَى بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ شِدَّتْ
 صَبْرَتَكَ لَكَ وَلكَ الْجَنَّةُ وَإِنَّ
 شِدَّتْ رَدَدْتُهَا وَدَعَوْتُ اللَّهَ
 لَكَ فَلَمْ تَفْقَدْ مِنْهَا شَيْئًا فَقَالَ
 يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْجَنَّةَ لِحِزَائِي
 جَمِيلٌ وَعَطَاءٌ جَلِيلٌ وَلَكِنَّ
 إِنِّي لِيَأْمُرُ أُمَّرَأَةً أَحَبُّهَا وَأَخْشَى
 إِنَّ رَأْيِي تَقْدِرْتِي أَيْ تَكْرَهْتِي وَ
 لَكِنَّ تَرُدُّهَا وَتَسْأَلُ اللَّهَ لِي الْجَنَّةَ

اور میرے لیے اللہ سے جنت بھی مانگیے۔ فرمایا
 بہت اچھا۔ پس آپ نے اپنے دستِ کرم سے
 اس کو پکڑ کر اس کی جگہ چشم خانہ میں رکھ دیا اور
 فرمایا اے اللہ اس کو بہت اچھا بنا دے، تو
 ان کی وہ آنکھ حسن و جمال اور قوت کے لحاظ
 سے دوسری آنکھ سے بہت اچھی تھی۔

قَالَ أَفْعَلْ يَا قَتَادَةُ فَأَخَذَهَا
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 بِيَدِهِ وَرَدَّهَا إِلَى مَوْضِعِهَا وَقَالَ
 اللَّهُمَّ اكْسِهْ جَمَالًا فَكَانَتْ أَحْسَنَ
 عَيْنِيهِ أَجْمَلَهُمَا وَأَقْوَلَهُمَا حَسَنًا
 أَيْ أَحْسَنَ عَيْنِيهِ۔

(زرقانی علی المواہب ص ۱۸۶)

اس کی وجہ ظاہر ایہی معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اس کے حبیب
 صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبی عالم میں ممتاز اور نمایاں رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس
 کے ہاتھ کی بنائی ہوئی آنکھ کا نم بڑھا دیا۔

حضرت نعمان بن قنادہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کے دربار میں گئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا مَنْ أَنْتَ يَا فَتْحِي؟ اے نوجوان
 تو کون ہے؟

حضرت نعمان بن قنادہ فرماتے ہیں۔

أَنَا ابْنُ الذِّمِّي سَأَلْتُ عَلَى الْخَدِّ عَيْنَهُ
 فَرَدَّتْ بِكَفِّ الْمِصْطَفَى أَحْسَنَ الرَّمِّ
 فَعَادَتْ كَمَا كَانَتْ لِأَحْسَنِ حَالِهَا
 فَيَا حُسْنَهَا عَيْنًا وَيَا حُسْنَهَا آيِدًا

میں اس کا بیٹا ہوں جس کی آنکھ کا ڈھیلا (جنگِ احد کے دن) رخسارے پر بہہ آیا
 تھا تو پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ کرم سے اس کو پھر اس کی جگہ
 رکھ دیا تھا تو وہ آنکھ ویسی ہی ہو گئی جیسی کہ پہلے تھی بلکہ اس سے بھی بہت اچھی حالت
 میں ہو گئی۔ (اے سننے والے) کیا اچھی تھی وہ آنکھ اور کیا اچھا تھا وہ ہاتھ۔

(شرح شفا ملا علی قاری۔ زرقانی علی المواہب ص ۱۸۶)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنظَرْتُ إِلَى خَاتِمِهِ
بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ زَرِّ الْمَجَلَّةِ (بخاری و مسلم ص ۲۵۹)
اور میں نے آپ کی مہرِ نبوت کو دونوں شانوں
کے درمیان پالکی کے ٹن کی مانند دیکھا۔
حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رَأَيْتُ الْخَاتِمَ عِنْدَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ
بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ يَشْبَهُ جَسَدًا -
(مسلم شریف ص ۲۵۹)
کہ میں نے آپ کی مہرِ نبوت کو آپ کے شانے
کے پاس کبوتری کے انڈے کی مثل دیکھا، رنگت
کے اعتبار سے وہ آپ کے جسم کے مشابہ تھی۔
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

آتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَأَلْفَى إِلَيَّ رِدَاءَهُ وَقَالَ
انظُرْ إِلَى مَا أُصِرْتُ بِهِ فَرَأَيْتُ الْخَاتِمَ
بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ
(بیہقی، خصائص کبری ص ۵۹)
کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مجھ پر
ڈالی اور فرمایا جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے وہ
دیکھ تو میں نے آپ کی مہرِ نبوت کو دونوں
شانوں کے درمیان کبوتری کے انڈے کی
مثل دیکھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔
كَانَ خَاتِمَ النَّبُوَّةِ عَلَى ظَهْرِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ لَبْنَدَقَةٍ
مِنْ لَحْمٍ مَكْتُوبٍ فِيهَا يَا لَلْحَمْدِ
مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ -
(ابن عساکر، حاکم، خصائص کبری ص ۳۶)
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشتِ اقدس پر مہرِ
نبوت گوشت کے ٹکڑے کی مانند تھی جس میں گوشت
کے ساتھ یعنی قدرتی طور پر لکھا ہوا تھا "مُحَمَّدٌ
رَسُولُ اللَّهِ" (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

مہرِ نبوت کے متعلق جو مختلف روایتیں ہیں ان میں تطبیق اس طرح کی جائے کہ
جس کسی نے اس کو جس چیز کے ساتھ تشبیہ دی ہے وہ اپنے ذہن کے مطابق دی ہے
اور تشبیہ ہر شخص کی اس کے ذہن کے موافق ہوتی ہے۔
حضرت جلیہ بن عرفطہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مکہ میں آیا۔ اس وقت ساکنان

مکہ قحط کی سخت مصیبت میں گرفتار تھے۔ قریش مل کر حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہا اے ابوطالب لوگ سخت مصیبت میں مبتلا ہیں نکلو اور خدا سے مینہ مانگو۔

فَخَرَجَ أَبُو طَالِبٍ وَمَعَهُ غُلَامٌ
كَانَتْهُ شَمْسٌ دَجْنٍ تَجَلَّتْ عَنْهُ
سَحَابَةٌ قَتْمَاءٌ وَحَوْلَهُ أُغْيَلَةٌ
فَأَخَذَهُ أَبُو طَالِبٍ فَالْصَقَ
ظَهْرَهُ بِالْكَعْبَةِ وَلَا ذَا الْغُلَامِ
بِإِصْبَعِهِ وَمَا فِي السَّمَاءِ قَرْعَةٌ
فَأَقْبَلَ السَّحَابُ مِنْ هُنَا
وَهُنَا وَأَعْدَقَ وَأَعْدَوْدَقَ
وَأَفْجَرَ لَهُ الْوَادِيَّ وَأَخْصَبَ
النَّادِيَّ وَالْبَادِيَّ وَفِي هَذَا
يَقُولُ أَبُو طَالِبٍ -

(زرقانی علی المواہب ص ۱۹)

خصائص کبریٰ ص ۱۶

نے اپنے اشعار میں اسی طرف اشارہ کیا ہے

وَابْيَضَ يَسْتَسْقَى الْغَنَامُ بِوَجْهِهِ

شَمَانُ الْيَتَامَى عِصْمَةً لِلْأَمَامِ

وہ گورے رنگ والے کہ ان کے چہرہ انور کے صدقے میں ابر کا پانی مانگا جاتا ہے

یتیموں کی جائے پناہ اور بیواؤں کے نگہبان ہیں۔

يَلُوذُ بِهِ الْهَلَاكُ مِنْ آلِ هَاشِمٍ

فَهُمْ عِنْدَنَا فِي نِعْمَةٍ وَقَوَائِدِ

بنی ہاشم جیسے غیور لوگ ہلاکت و تباہی کے وقت ان سے التجا و فریاد کرتے ہیں

اور وہ آپ کے پاس آکر عظیم نعمتیں اور برکتیں پاتے ہیں۔

(زرقانی علی المواہب ص ۱۹، خصائص کبریٰ ص ۱۶)

منبر شریف بننے سے پہلے مسجد شریف میں کھجور کا ایک ستون تھا جس سے پشت انور لگا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعظ فرمایا کرتے تھے۔ منبر بننے کے بعد جب آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو اس ستون سے بڑے دردناک لہجے میں رونے کی آواز آئی۔

استن حنانہ از حبر رسول

نالہ می زد ہم چو ارباب عقول (رومی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے نیچے تشریف لاکر اس کو اپنے سینے سے لگالیا تو اس کو سکون حاصل ہوا اور وہ چپ ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم اگر میں اس کو سینے سے نہ لگاتا تو یہ قیامت تک روتا ہی رہتا پھر آپ نے اس کو کٹوا کر منبر شریف کے نیچے دفن کر دیا۔ (زرقانی علی المواہب ص ۱۲۸)

بعض نادانوں نے اس حدیث کو ماننے سے انکار کر دیا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ رونے کے لئے احساس، دل و دماغ، پیپٹروں، گلے اور دقیق نظام جسمانی کی ضرورت ہے یہ سب کچھ اس درخت میں کہاں سے آگیا تھا اگر آپ یہ کہیں کہ یہ معجزہ تھا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کو معجزہ دکھانے سے کیوں انکار کر دیا تھا اور صاف صاف کہہ دیا تھا هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلُكُمْ۔ میں تو ایک انسان ہوں جس کا کام اللہ کا پیغام پہنچانا ہے نہ کہ معجزے دکھانا، اور مسلمانوں کے سامنے معجزہ دکھانے کی کیا ضرورت تھی، وہ تو پہلے ہی ایمان لائے تھے۔

(بلغتہ دو اسلام مصنفہ ڈاکٹر غلام جیلانی برق ص ۳۳)

اے کاش ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس احادیث کا انکار کرنے سے پہلے کسی قابل محدث استاد سے ان کو سمجھ لیا ہوتا؟ ان لوگوں کی حالت بالکل اس شخص کی سی ہے جو خود بخود ڈاکٹری اور طب کی کتابیں پڑھ کر ڈاکٹر اور حکیم بن بیٹھے اور پھر لوگوں کا علاج بھی شروع کر دے تو خدا ایسے ڈاکٹر اور حکیم سے لوگوں کو بچائے کیونکہ ایسے ڈاکٹر اور حکیم کے علاج کا نتیجہ سوائے اس کے اور کیا ہوگا کہ نہ مرض رہے نہ مریض۔

یاد رکھیے جس طرح خود بخود ڈاکٹری یا حکمت کی کتابیں پڑھ لینے والے کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ ڈاکٹر یا حکیم ہونے کا دعویٰ کرے اور لوگوں کا علاج کرے، جب تک کہ کسی قابل ڈاکٹر اور حکیم سے تجربہ کے ساتھ ان کو نہ پڑھے۔ بالکل اسی طرح ان لوگوں کو بھی ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ حدیث دانی کا دعویٰ کریں اور حدیث میں کلام کریں جب تک کہ کسی قابل استاد سے حدیث نہ پڑھیں۔

سخت حیرت ہے یہ لوگ بزعم خود قرآن پر ایمان رکھنے اور اس کو سمجھنے کے دعویدار ہو کر اس حدیث کو کیسے نہیں سمجھے اور اس کی صحت کے کیسے منکر ہو گئے؟ حالانکہ قرآن حکیم سے اس کے صحیح ہونے کا روشن ثبوت ملتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت و تباہی کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ - تو ان پر آسمان و زمین نہیں روئے۔

(الدخان - ۲۹)

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ آسمان اور زمین روتے تو ہیں مگر فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت پر نہیں روئے، اسی طرح دیگر کفار کی موت پر بھی نہیں روتے۔ ہاں مومنین و صالحین کی موت پر روتے ہیں جیسا کہ صحیح احادیث میں آیا ہے۔ تو منکرین حدیث کو چاہیے کہ اس آیت قرآنی کا بھی انکار کر دیں جس سے آسمان و زمین کا رونا ثابت ہو رہا ہے ورنہ وہ جیسا احساس دل و دماغ، گلے و پھیپھڑوں اور دقیق نظام جسمانی کا ہونا رونے کے لئے ضروری مانتے ہیں وہ آسمان زمین کے اندر ثابت کر دیں۔

وَلَا تَمْنَهُنَّ لَسًا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةٍ
اللہ - (البقرة - ۷۴)

اور ان (پتھروں) میں ایسے بھی ہیں جو اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل فرماتے تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے جھکا ہوا

لَوْ أَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ (الحشر - ۲۱)

پاش پاش ہوتا۔

ان دونوں آیتوں سے پہاڑوں اور پتھروں میں اللہ تعالیٰ کا خوف پایا جانا صراحتاً ثابت ہے اور خوف و حزن دونوں دل کی کیفیتیں ہیں، تو منکرین حدیث کو چاہیے کہ یا تو گوشت و پوست کا دل و دماغ جیسا کہ وہ ستونِ حنّانہ میں چاہتے ہیں پتھروں اور پہاڑوں میں ثابت کریں یا اس صحیح حدیث کی طرح قرآن کی ان دونوں آیتوں کا بھی انکار کریں

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ
يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا۔
بے شک ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں
پر امانت کو پیش کیا تو انھوں نے اس کے
اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے۔

(الاحزاب - ۷۲)

اس آیتِ کریمہ سے بھی صراحتاً ثابت ہوا کہ آسمانوں زمینوں اور پہاڑوں نے بارِ امانت کے اٹھانے سے معذرت کی اور اس سے ڈرے، تو کیا ان کا ڈرنا اور معذرت کہنا دل و دماغ کے ذریعے سے تھا یا بغیر دل و دماغ کے ؟

اسی طرح قرآن کریم کی متعدد آیتوں سے بہت سی اشیاء کا اس گوشت و پوست کے دل و دماغ، گوش و زبان، گلے و پھیپھے اور دقیق نظامِ جسمانی کے بغیر سُننا دیکھنا نیکی و بدی کی تمیز رکھنا، اللہ کی تسبیح پڑھنا اور مہنسنا اور رونا ثابت ہے۔

تو اس حدیث کے انکار کے ساتھ ساتھ ان تمام حقائق کا بھی انکار کرنا پڑے گا، ورنہ ان حقائق کے ساتھ اس حقیقت کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ بلاشبہ وہ ستونِ حنّانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں رویا تھا۔

فلسفی کہ منکرِ حنّانہ است

از حواس اولیاء بیگانہ است

(رومی)

اور منکرین حدیث کا یہ کہنا کہ اگر یہ معجزہ تھا تو پھر کفار کے معجزہ طلب کرنے پر آپ نے ہَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَهُمْ کہہ کر انکار کیوں کر دیا تھا اور معجزہ مسلمانوں

کو دکھانے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ تو پہلے ہی ایمان لائے تھے۔
یہ ان کی علمی استعداد اور قرآن فہمی کی وہ دلیل ہے جس نے ان کے ڈھول کا پول
کھول کر رکھ دیا ہے۔

اصل بات یہ ہے جس کو منکرِ حدیث نہیں سمجھا کہ ایک مرتبہ کفارِ مکہ نے جمع ہو کر
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ مال و دولت، عزت و شہرت اور سلطنت وغیرہ
کے خواہش مند ہیں تو آپ کی یہ خواہش پوری کی جاسکتی ہے اور اگر آپ کسی دماغی مرض
میں مبتلا ہیں تو آپ کا علاج وغیرہ کرایا جائے۔ آپ نے فرمایا۔ میں مال و سلطنت کا طلب
گار نہیں بات صرف اتنی ہے کہ اللہ نے مجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر اپنی
کتاب اتاری اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اس کے ماننے پر اللہ کی رضا و نعمت اور
آخرت میں مغفرت کی بشارت دوں اور انکار کرنے پر عذابِ الہی کا خوف دلاؤں میں
نے اپنے رب کا پیغام تمہیں پہنچا دیا ہے۔

انہوں نے کہا ہم ہرگز تم پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ تم ہمارے لیے
زمین سے کوئی چشمہ جاری نہ کر دو یا خاص تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی
باغ نہ ہو جائے پھر اس میں تم بہت سی نہریں جاری کر دو یا آسمان ٹکڑے ٹکڑے کر کے
ہم پر نہ گرا دو یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کر کھڑا نہ کر دو یا تمہارا گھر سونے کا
نہ ہو جائے یا تم ہمارے سامنے آسمان پر نہ چڑھ جاؤ۔ اور ہم تو تمہارے آسمان پر چڑھ
جانے پر بھی ہرگز ایمان نہ لادیں گے جب تک کہ تم ہم پر بھی ایک کتاب نہ اتار دو جسے
ہم خود پڑھ لیں وغیرہ وغیرہ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ سُبْحٰنَ
رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آپ کے ہاتھ
پر کوئی معجزہ بھی ظاہر نہیں ہو سکتا۔ ایسا سمجھنا جہالت و گمراہی ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ
ہر عجز و نقصان اور عیب سے پاک اور ہر حاجے پر قادر ہے ایسے نشانات دکھلانا اسے کوئی
مشکل نہیں تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ یہ لوگ فرماؤں والے نشانات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں
گے اور جو فرماؤں والے نشانات و معجزات دیکھ کر ایمان نہیں لاتے وہ تباہ و برباد کر دیئے

جاتے ہیں جیسا کہ فرمایا۔

وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ الْآ
أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ۔ (الاسراء - ۵۹)

اور ہم نے اسی لیے نشانیاں بھیجی موقوف کر دیں کہ پہلے لوگوں نے انہیں جھٹلایا۔ اور اگر یہ بھی جھٹلاتے تو ان کا حشر بھی وہی ہوتا جو پہلوں کا ہوا تھا اور انہوں نے اس وقت یقیناً جھٹلانا تھا اور حکمت الہی یہ نہیں چاہتی تھی کہ ان کو اسی طرح تباہ کیا جائے لہذا فرمائی نشانیوں کا بھیجنا موقوف کر دیا گیا کہ اے محبوب آپ ان سے فرما دیجئے کہ میرا پروردگار پاک ہے اور میں اسی کا بھیجا ہوا ہوں محض فانی طور پر معجزے دکھانے کا اختیار نہیں رکھتا، اور تمہارے جائز و ناجائز مطالبوں کا پابند بھی نہیں ہوں کہ جب بھی تم چاہو اور جو بھی تم چاہو تمہیں دکھاتا رہوں۔ میرا معجزے دکھانا میرے رب کی مشیت و مرضی کے تابع ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ
إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ لِكُلِّ آجَلٍ كِتَابٍ۔

اور کسی رسول کا کام نہیں کہ کوئی نشانی و معجزہ لے آئے مگر اللہ کے اذن سے اور ہر چیز کا

(الرعد - ۳۸) ایک وقت ہے لکھا ہوا۔

چنانچہ بلاشبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بارادۃ الہی بکثرت معجزے دکھائے جن میں سے ایک عظیم الشان معجزہ ستون حنّانہ کا آپ کے فراق میں رونا ہے۔

اور مسلمانوں کو بھی معجزے دکھانے کی ضرورت تھی تاکہ علم الیقین کے ساتھ عین الیقین بھی حاصل ہو جائے اور ان کا ایمان بہت ہی زیادہ مضبوط و مستحکم ہو کر کامل سے اکمل ہو جائے اور وہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چاہے پر قادر ہے اور جس کے ہاتھ مبارک پر اس کی قدرتوں کا ظہور ہو رہا ہے وہ اس کی قدرتوں کا مظہر کامل اور اس کے دعوے کی صداقت کی روشن دلیل ہے۔ اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ معجزہ کرامت دراصل فعل الہی ہے۔ جس کا ظہور اللہ کے پیاروں سے ہوتا ہے اور یوں حق و صداقت پر حجت قائم ہوتی ہے اور باطل کا بطلان ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا تَارِبَ أَرِنِي كَيْفَ دُحِّي

المَوْتَى؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اَوَّلَهُ تُوْمِنُ؟ جس کے جواب میں انھوں نے عرض کیا تھا وَلٰكِنْ لَيَطْمِئِنُّ قَلْبِي! جس سے ثابت ہوا کہ دیکھی ہوئی بات کا یقین سنی ہوئی بات سے اعلیٰ ہوتا ہے۔

بہر صورت واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں ستونِ حنانہ کا رونا بالکل صحیح ہے اور اس پر اعتراض کرنا عدم تفقہ کی دلیل ہے۔
معلوم ہوا کہ اللہ کے پیارے محبوب کی گردن مبارک، کندھے اور پشتِ اقدس بھی نرالے اور بے مثل ہیں۔

(صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

بغل مبارک

بے سہیم و قسیم و عدیل و ثیل
جو ہر فردِ عزت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک بغلیں نہایت پاکیزہ صاف اور خوشبودار تھیں۔
 آپ کی بغلوں کا رنگ متغیر نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی آپ کی بغلوں میں بال تھے۔
 (خصائص کبریٰ ص ۴۳، زرقانی علی المواہب ص ۱۸۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ حَتَّى يُرَى بَيَاضُ إِبْطِيئِهِ (بخاری ص ۹۲۸ و سلم ص ۴۲۲)
 کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دُعا استسقاء میں اس قدر بلند ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا ہے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آرہی تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ يُرَى بَيَاضَ إِبْطِيئِهِ
 کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آیا کرتی۔

(طبقات ابن سعد - خصائص کبریٰ ص ۴۳)

گاہے گاہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک کپڑے سے یا چادر اوڑھ کر بغیر قمیص کے بھی نماز ادا فرماتے تھے اس لئے آپ کی مبارک بغلیں نظر آجایا کرتی تھیں۔
 داری نے نبی کریم کے ثقہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معز بن مالک رضی اللہ عنہ کو اس کے اقرار بالزنا پر سنگسار کرنے کا حکم دیا تو اس کے بدن پر پتھر بستے دیکھ کر مجھ میں کھڑا رہنے کی طاقت نہ رہی۔ قریب تھا کہ میں گر پڑتا
 فَضَمَّنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَطْنِهِ
 تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے ساتھ لگا لیا۔ وہ ایسا وقت تھا کہ آپ کی بغلوں کا

مِثْلَ رِيحِ الْمِسْكِ - پسینہ مجھ پر ٹپک رہا تھا جس سے کستوری کی
(دارمی - خصائص کبریٰ ص ۶۴) سی خوشبو آتی تھی۔

ذرقانی علی السواہب ص ۱۸۴)

حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی ہیں ان سے ایک مرتبہ ایسا مکروہ ترین فعل سرزد ہو گیا جو ایک صحابی کی شان رفیع کے ہرگز شایاں نہ تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بظاہر یہ واقعہ نہایت قبیح ہے لیکن غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں درس بصیرت اور خطا کاروں کے لئے ایک بہترین اسوہ و نمونہ موجود ہے۔ اس سے بہتر اور اس سے بڑھ کر توبہ النصوح کی مثال نہیں مل سکتی۔

چنانچہ ایک مرتبہ جذباتِ نفس سے مغلوب ہو کر زنا کا ارتکاب کر بیٹھے۔ اس وقت تو جذبات کے طوفان میں کچھ نہ سوچا بعد میں جب ہوش آیا تو آنکھیں کھلیں اور شدت سے احساس ہوا کہ کیا کر بیٹھے۔ اسی بے تابی کے عالم میں دوڑتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے پاک کیجئے؟ آپ سمجھ گئے لیکن پردہ پوشی فرماتے ہوئے فرمایا، جاؤ خدا سے مغفرت چاہو اور اس کے حضور توبہ کرو۔ یہ جواب سن کر واپس چلے گئے۔ تھوڑی دُور جا کر پھر لوٹ آئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ مجھے پاک کیجئے؟ آپ نے پھر وہی فرمایا جاؤ اللہ سے توبہ استغفار کرو! پھر چلے گئے۔ تھوڑی دُور جا کر پھر لوٹ آئے اور کہا یا رسول اللہ مجھے پاک کیجئے؟ آپ نے پھر وہی فرمایا۔ پھر لوٹ گئے۔ چوتھی مرتبہ پھر آکر عرض کیا۔ مجھے پاک کیجئے؟ اب آپ نے صراحتاً پوچھا کس چیز سے پاک کروں؟ عرض کیا زنا کی گندگی سے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم جرم کے ایسے صریح اعتراف سے بہت متعجب ہوئے کیونکہ اس کی سزا بھی بڑی دردناک تھی یعنی سنگساری، اس لئے آپ نے صحابہ سے فرمایا ان کو جنون تو نہیں؟ عرض کیا گیا۔ نہیں! پھر فرمایا، شراب تو نہیں پی ہے؟ ایک صاحب نے اٹھ کر منہ سونگھا تو شراب کا بھی کوئی اثر نہ تھا۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا کیا تم نے واقعی زنا کیا ہے؟ حضرت ماعز نے عرض کیا ہاں! اس اقرار کے بعد آپ نے ان کو سنگسار کرنے کا حکم دے دیا۔ حکم

صادر ہوتے ہی ان کو لے جا کر شگسار کر دیا گیا۔ اس کے بعد ان کے متعلق صحابہ کرام کی رائیں مختلف تھیں۔ بعض کا خیال تھا کہ وہ اپنی خطاؤں کی وجہ سے ہلاک ہو گئے اور بعض کہتے تھے کہ ان کی توبہ سے افضل کسی کی توبہ نہیں۔ دو تین دن تک اسی قسم کی رائے زنی ہوتی رہی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے مجمع میں تشریف لائے اور سلام کر کے بیٹھ گئے اور فرمایا ما عزیبن مالک کے لئے سب مغفرت کی دعا کرو۔ سب نے مل کر مغفرت کی دعا کی۔ دعا کے بعد

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ تَابَ أَوْبَةً أَوْ قَسِمَتَ بَيْنَ أُمَّةٍ لَوْ سَعَتْ لَهُمْ۔
(مسلم شریف ص ۶۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک ما عزیبن ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کو تمام امت پر تقسیم کر دیا جائے تو تمام امت کے لئے یہی ایک توبہ کافی ہے۔

اللہ اللہ کتنا عجیب و غریب، پردہ و پر سوز، سبق آموز اور بصیرت افروز واقعہ ہے۔ غور فرمائیے یہ گناہ انھوں نے علانیہ نہیں بلکہ چھپ کر کیا تھا اور کسی کو اس کا علم بھی نہ تھا۔ اور اگر وہ چاہتے تو کسی کو علم ہونے بھی نہ دیتے۔ مگر ان کی رُوح کی پاکیزگی اور قلب کی صفائی کا عالم دیکھئے کہ وہ اپنے کردار کی سفید چادر پر معصیت کے اس دھبے کو برداشت نہیں کرتے اور بار بار اگر عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ اس دھبے کو دُور کر دیجئے۔ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس خیال سے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ پر پردہ ڈالا ہے تو اس کو دنیا میں کیوں رُسا کیا جاوے پردہ پوشی فرماتے ہوئے بار بار فرماتے ہیں جاؤ توبہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہو۔ لیکن ان کے دل کو تسکین نہیں ہوتی حالانکہ ان کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ اس گناہ کی سزا بڑی سخت ہے۔ اگر اعتراف کیا تو رُساؤنی بھی ہوگی اور پتھر مار مار کر ہلاک بھی کر دیا جاؤں گا مگر وہ کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے اور دنیا سے پاک و صاف اٹھنے کا تہیہ کرتے ہیں، تاکہ آخرت کا کوئی مواخذہ باقی نہ رہے۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے صحابہ میں کیسے کیسے جوہر پیدا کر دیئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام اخلاقِ حسنہ

اور کردار فاضلہ کے نمونے تھے لہذا بھرموں، خطا کاروں کے لیے ایک ایسی مثال کی بھی ضرورت تھی جس میں ان کے لیے یہ سبق ہوتا کہ دنیا میں گناہوں کا کفارہ اس طرح ادا کیا جاتا ہے۔

زنا اور اس کی سزا

زنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزَّانِيَ اِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً
وَسَاءَ سَبِيْلًا ۝ (الاسراء - ۳۲)

اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ بے شک وہ ایک بے حیائی اور بہت بُری راہ ہے۔

اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے (خود ساختہ) معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام کر دیا ہے مگر ساتھ حق کے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اٰلٰهًا اٰخَرَ
وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ
اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ؕ وَمَنْ
يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اٰثَمًا مَّا هُوَ يُضْعَفُ
لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ
يَخْلُدُ فِيْهِ مُهَانًا ۝

اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کام کرے گا وہ بڑے سخت گناہ میں جا پڑا۔ اس کو قیامت کے دن دو گنا عذاب ہوگا اور وہ دوزخ میں ذلیل و خوار ہو کر پڑا رہے گا۔

(الفرقان - ۶۸)

حضرت ہشیم بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَا مِنْ ذَنْبٍ اَبْعَدَ الشِّرْكَ اَعْظَمُ
عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ نُّطْفَةٍ وَّضَعَهَا رَجُلٌ
فِي رَحِمٍ لَا يَحِلُّ لَهٗ۔

شُرک کے بعد اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی گناہ اس سے بڑھ کر نہیں کہ انسان اپنا نطفہ ایسے رحم میں ڈالے جو اس کے لئے حلال نہیں۔

(ابن ابی دنیا)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يَا مَعْشَرَ النَّاسِ اتَّقُوا الزَّانِيَاتِ
فِيْهِ سِتٌّ خِصَالٍ ثَلَاثٌ فِي الدُّنْيَا

اے لوگو! زنا سے بچو، کیونکہ اس میں چھ باتیں ہیں تین دنیا میں ہوں گی اور تین

وَسَلَاتٌ فِي الْآخِرَةِ أَمَّا الَّتِي فِي الدُّنْيَا فَيَذَرُهَا الْبُهَاءُ وَيُورِثُ الْفَقْرَ وَيُنْقِصُ الْعُمُرَ وَأَمَّا الَّتِي فِي الْآخِرَةِ فَسَخَطَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى وَسُوءَ الْحِسَابِ وَعَذَابَ النَّارِ۔

آخرت میں۔ جو دنیا میں ہوں گی وہ یہ ہیں
چہرے کی رونق جاتی رہے گی۔ محنت بھی
لاحت ہوگی۔ عمر میں کمی ہوگی۔ اور جو آخرت
میں ہوں گی وہ یہ ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ
سخت ناراض ہوگا۔ حساب بہت بُرا
ہوگا اور آگ کا عذاب ہوگا۔

(تفسیر کبیر صفحہ ۲۲۵)

الغرض زنا نہایت قبیح اور بُرا فعل ہے جس کے نتائج دنیا و آخرت میں سخت ہولناک ہوں گے۔ اسلام میں زنا کی سزائیں تین ہیں۔ پچاس دڑے۔ سو دڑے سنگساری اگر زانی و زانیہ غلام اور لونڈی ہو خواہ شادی شدہ یا غیر شادی شدہ، تو ان کی سزا صرف پچاس پچاس دڑے ہیں۔ اگر زانی و زانیہ آزاد عاقل بالغ ہوں اور نکاح کئے ہوئے نہ ہوں یا نکاح کے بعد ہم بستری نہ کر چکے ہوں تو ان کی سزا سو دڑے ہیں اور اگر نکاح کے بعد ہم بستری بھی کر چکے ہوں تو ان کی سزا سنگساری ہے اور یہ سزائیں اس وقت دی جائیں گی جبکہ چار گواہ مرد، عاقل، بالغ، مسلم، عادل چشم دید گواہی دیں یا مجرم خود چار بار اقرار زنا کرے اور کوئی شبہ عارض نہ ہو۔ ان سزاؤں کا اجراء سلطان اسلام کے حکم کے بغیر جائز نہیں ہے اور سلطان اسلام کو ان سزاؤں میں تبدیلی یا تخفیف یا معاف کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ ہاں ابتدا میں پردہ پوشی اور اعراض اولیٰ ہے لیکن جرم ثابت ہو جانے پر تخفیف و رحم اور سفارش و عفو ممنوع ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَ

زانیہ عورت اور زانی مرد، سو مارو ہر ایک
کو دونوں میں سے سو سو دڑے اور اللہ
کے حکم (کے پورا کرنے) میں تمہیں ان (مجرموں)
پر ترس نہیں آنا چاہیے اگر تم اللہ پر اور

الْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَيْشَهْدَا عَدَا بَهُمَا
طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝
قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور چاہیے
کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ
(النور - ۲)

یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر پورا پورا یقین و ایمان رکھتے ہو تو اس
کے احکام اور حدود کے جاری کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی اور کمی نہ کرو اور ایسا نہ ہو
کہ مجرم پر ترس کھا کر سزا کو معاف یا اس میں تخفیف کرنے لگو یا سزا دینے میں ایسا ہلکا او
غیر مؤثر طریقہ اختیار کرو کہ سزا سزا نہ رہے۔ اچھی طرح جان لو کہ اللہ تعالیٰ علیم و حکیم اور
ارحم الراحمین ہے وہ اپنے بندوں پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا مہربان ہے۔ اس کے
ہر سخت و نرم حکم میں حکمت و رحمت کے دریا موجزن ہیں۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں ان زانیوں کی سزا کا بیان ہوا ہے جو آزاد، عاقل، بالغ
ہوں اور غیر شادی شدہ ہوں یا شادی شدہ ہوں مگر ہم بستری نہ کر چکے ہوں اور جو آزاد
نہ ہوں بلکہ غلام اور لونڈیاں ہوں تو ان کی سزا ان کی سزا سے نصف یعنی پچاس درے ہے
چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَإِنَّ أَتَيْنَ بِفَأَحْسَنَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ
مِنَ الْعَذَابِ (النساء - ۲۵) پس اگر وہ بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان پر آدمی سزا ہے
محسنت کی سزا سے۔

اور وہ لوگ جو آزاد، عاقل، بالغ ہوں اور نکاح کے بعد ہم بستری بھی کر چکے ہوں
ان کی سزا ”رحم“ یعنی سنگسار کرنا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء اربعہ
اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل برابر اسی قانون رحم پر رہا۔ اور ان
کے بعد اہلسنت و جماعت میں سے آج تک کسی ایک شخص نے بھی اس کا انکار بلکہ اس
سے اختلاف تک بھی نہیں کیا۔ گویا یہ مسئلہ سنت متواترہ اور اجماع اہل حق سے
ثابت ہے۔

گزشتہ زمانہ میں خوارج کے ایک گروہ نے اس کا انکار کیا تھا اور دورِ حاضر کے
منکرین حدیث و سنت اور بعض آزاد طبع لوگ بھی اس سزائے ”رحم“ کے بارے میں

اسی آیت کریمہ کے تحت مخالفین کے سردار جناب شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں۔
 ”خلاصہ یہ ہوا کہ عام لوگوں کو بلا واسطہ کسی غیب کی یقینی اطلاع نہیں دی جاتی۔
 انبیائے کرام علیہم السلام کو دی جاتی ہے مگر جس قدر خدا چاہے۔“ (ص ۹۵)
 اس آیت کریمہ اور ان تفاسیر سے صراحتاً ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں کو
 اپنا بعض علم غیب عطا فرماتا ہے۔

(۳) وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ
 فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ۝
 اور (اللہ) نے سکھا دیا آپ کو جو کچھ کہ آپ نہ
 جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔

(النساء ۱۱۳)

اس آیت کریمہ کے تحت تفسیر خازن میں ہے۔

یعنی احکام اور امور دین اور کہا گیا ہے کہ آپ
 کو سکھا دیا اس علم غیب میں سے جس کو آپ
 نہیں جانتے تھے اور کہا گیا ہے کہ اس کے
 معنی یہ ہیں کہ آپ کو امور مغنیہ، دلوں کے
 راز، منافقین کے احوال اور ان کی مکاریوں
 کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔

اسی آیت کریمہ کے تحت تفسیر جلالین میں ہے۔

أَيُّ مِنَ الْأَحْكَامِ وَالْغَيْبِ -
 یعنی احکام اور علم غیب سکھا دیا۔

اسی آیت کریمہ کے تحت تفسیر صاوی علی الجلالین میں ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ أَيُّ
 عِلْمِ الْغَيْبِ -
 اور سکھا دیا آپ کو جو کچھ کہ آپ نہ جانتے تھے
 یعنی علم غیب۔

اس آیت کریمہ اور ان تفاسیر سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو
 علم غیب عطا فرمایا۔

(۴) الرَّحْمَنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۝
 رحمن نے (اپنے محبوب کو) قرآن سکھایا۔

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مَعْلَمَهُ الْبَيَانَ ۝ (الرحمن ۴۱) پیدا کیا انسان کو اور سکھایا اس کو بیان۔

اس آیت کریمہ کے تحت تفسیر معالم التنزیل میں ہے۔

خَلَقَ الْإِنْسَانَ أَيُّ مُحَمَّدًا عَلَيْهِ
السَّلَامُ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ يَعْنِي بَيَانَ
مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ -
اللہ نے انسان یعنی محمد علیہ السلام کو پیدا فرمایا
اور ان کو بیان یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا
سب سکھا دیا۔

اسی آیت کریمہ کے تحت تفسیر خازن میں ہے۔

قِيلَ الْمُرَادُ بِالْإِنْسَانِ مُحَمَّدًا صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ
يَعْنِي بَيَانَ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ لِأَنَّهُ
يُنَبِّأُ عَنْ خَيْرِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ
وَعَنْ يَوْمِ الدِّينِ -
کہا گیا ہے کہ انسان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہیں اور بیان سے مراد جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ
ہوگا۔ سب اللہ نے ان کو سکھا دیا۔ کیونکہ آپ
کو اولین و آخرین اور قیامت کے دن کی خبر
دے دی گئی۔

اسی آیت کریمہ کے تحت تفسیر حسینی میں ہے۔

آل علم ما كان وما يكون هت
که حق سبحانه در شب اسری
به انحضرت عطا فرمود -
کہ وہ علم ماکان وما کیوں ہے یعنی جو کچھ ہو چکا
اور جو کچھ ہوگا اللہ سبحانہ نے معراج کی رات
آپ کو عطا فرما دیا ہے۔

اسی آیت کریمہ کے تحت تفسیر صاوی علی الجلائین میں ہے۔

وَقِيلَ هُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لِأَنَّهُ الْإِنْسَانُ الْكَامِلُ وَ
الْمُرَادُ بِالْبَيَانَ عِلْمُ مَا كَانَ وَمَا
يَكُونُ وَمَا هُوَ كَائِنٌ -
اور کہا گیا ہے کہ وہ انسان کامل محمد صلی اللہ
علیہ وسلم ہیں اور بیان سے مراد وہ علم ہے جو
ہو چکا اور جو ہو رہا ہے اور جو ہوگا وہ ان کو
سکھا دیا گیا ہے۔

اس آیت کریمہ اور ان تفاسیر سے ثابت ہوا کہ جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہو رہا ہے اور جو

کچھ ہوگا اللہ تعالیٰ نے سب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھا دیا۔

(۵) عَلِيمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى
جاننے والا ہے غیب کا، تو وہ اپنے غیب پر

کسی کو مستط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ
رسولوں کے۔

غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ
رَسُولٍ - (الجن ۲۷)

اس آیت کریمہ کے تحت تفسیر خازن اور تفسیر بغوی میں ہے۔

یعنی جس کو اپنی نبوت و رسالت کے لئے چُن
لیتا ہے تو اس پر جتنا چاہتا ہے غیب ظاہر
فرماتا ہے تاکہ اس کا غیبی خبریں دینا اس کی
نبوت کی دلیل ہو جائے پس یہ (علم غیب)
نبی کا معجزہ ہوتا ہے۔

يَعْنِي إِلَّا مَنْ يَصْطَفِيهِ لِرِسَالَتِهِ
وَنُبُوَّتِهِ فَيُظْهِرُهُ عَلَىٰ مَا يَشَاءُ
مِنَ الْغَيْبِ حَتَّىٰ يُسْتَدَالَ عَلَىٰ نُبُوَّتِهِ
مِمَّا يُخْبِرُ بِهِ مِنَ الْمَخِيبَاتِ
فَيَكُونُ ذَلِكَ مُعْجِزَةً لَهُ -

اسی آیت کریمہ کے تحت تفسیر روح البیان میں ہے۔

کہ اللہ تعالیٰ اس علم غیب پر جو اس کے ساتھ
مختص ہے کسی کو مطلع نہیں فرماتا سوائے اپنے
برگزیدہ رسول کے اور جو غیب اس کے ساتھ
خاص نہیں ہے اس پر غیر رسول (اولیاء) کو
بھی مطلع فر دیتا ہے۔

أَنَّهُ تَعَالَىٰ لَّا يَطَّلِعُ عَلَى الْغَيْبِ
الَّذِي يَخْتَصُّ بِهِ تَعَالَىٰ عِلْمُهُ
إِلَّا لِمَنْ تَضَىٰ الَّذِي يَكُونُ رَسُولًا وَقَدْ
لَا يَخْتَصُّ بِهِ يَطَّلِعُ عَلَيْهِ عِنْدَ
الرَّسُولِ -

اسی آیت کریمہ کے تحت تفسیر صاوی علی الجلالین میں ہے۔

یعنی جس رسول کو برگزیدہ کر لیتا ہے تو اس پر
اپنے غیبوں سے جس قدر چاہتا ہے اظہار فرماتا
ہے۔

أَيُّ إِلَّا رَسُولًا رَتَضَاهُ لِإِظْهَارِهِ
عَلَىٰ بَعْضِ غُيُوبِهِ فَإِنَّهُ يُظْهِرُهُ
عَلَىٰ مَا يَشَاءُ مِنْ غَيْبِهِ -

اسی آیت کریمہ کے تحت تفسیر عزیزی میں ہے۔

جو چیز تمام مخلوقات سے غائب ہو وہ غائب
مطلق ہے جیسے قیامت کے آنے کا وقت
اور باری تعالیٰ کے تکوینی و تشریحی احکام جو ہر

انچہ بہ نسبت ہمہ مخلوقات غائب است
غائب مطلق است مثل وقت آمدن قیامت و
احکام تکوینیہ و تشریحیہ باری تعالیٰ در ہر روز و

ہر شریعت و مثل حقائق ذات صفات او
 تعالیٰ علی سبیل التفصیل اس قسم را غیب خاص
 او تعالیٰ نیز می نامند فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ
 أَحَدًا پس مطلع نمی کند بر غیب خاص خود و هیچ
 کس را مگر کسی را که پسندی کند و آل کس
 رسول باشد خواه از جنس ملک و خواه از جنس
 بشر مثل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
 اور اطہار بعضی از غیوب خاصہ خود می
 فرماید -

روز و ہر شریعت میں جاری ہیں اور جیسے
 اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے تفصیلی حقائق
 اس قسم کو رب تعالیٰ کا خاص غیب کہتے ہیں،
 پس وہ اپنے اس خاص غیب پر کسی کو مطلع
 نہیں کرتا سوائے اس کے جس کو پسند کرے،
 اور وہ رسول ہوتا ہے خواہ جنس ملائکہ سے
 ہو اور خواہ جنس بشر سے جیسے حضرت محمد
 مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، پھر اس پر اپنے خاص
 غیبوں سے بعضی غیوب اطہار فرماتا ہے -

اس آیہ کریمہ اور ان تفاسیر سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں کو اپنا
 خاص علم غیب عطا فرماتا ہے -

(۶) وَمَا هُوَ عَلَىٰ الْغَيْبِ بِضَنِينٍ - اور یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں -

(التکوید - ۲۴)

اس آیہ کریمہ کے تحت تفسیر معالم التنزیل میں ہے -

اللہ فرماتا ہے کہ میرے نبی کے پاس علم غیب
 آتا ہے تو وہ اس کے بتانے میں بخیل نہیں
 کرتے بلکہ تمہیں سکھاتے اور خبریں دیتے ہیں
 اور اس کو چھپاتے نہیں -

يَقُولُ إِنَّهُ يَأْتِيهِ عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا
 يَجْئَلُ بِهِ عَلَيْكُمْ بَلًا يُعَلِّمُكُمْ وَ
 يُخَبِّرُكُمْ وَلَا يَكْتُمُهُ -

اسی آیہ کریمہ کے تحت تفسیر خازن میں ہے -

اللہ فرماتا ہے کہ اس نبی کے پاس علم غیب آتا
 ہے تو وہ اس کے بتانے میں بخیل نہیں کرتے
 اور تمہیں اس کی خبر دیتے ہیں -

يَقُولُ إِنَّهُ يَأْتِيهِ عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا
 يَجْئَلُ بِهِ عَلَيْكُمْ بَلًا يُعَلِّمُكُمْ وَ
 يُخَبِّرُكُمْ بِهِ -

اسی آیہ کریمہ کے تحت تفسیر بغوی میں ہے -

يَقُولُ إِنَّهُ يَأْتِيهِ وَعِلْمُ الْغَيْبِ
فَلَا يَبْخُلُ بِهِ عَلَيْكُمْ بَلْ يُعَلِّمُكُمْ
وَيُخَبِّرُكُمْ بِهِ -

اللہ فرماتا ہے کہ اس نبی کے پاس علمِ غیب آتا ہے تو وہ اس کے بتانے میں بخل نہیں کرتے بلکہ تمہیں سکھاتے اور خبر دیتے ہیں۔

اسی آیتِ کریمہ کے تحت مخالفین کے سرورِ جناب شہیر احمد عثمانی فرماتے ہیں۔
”یعنی یہ پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے یا اللہ کے اسماء و صفات سے یا احکام شرعیہ سے یا مذاہب کی حقیقت و بطلان سے یا جنت و دوزخ کے احوال سے یا واقعات بعد الموت سے اور ان چیزوں کے بتلانے میں ذرا بخل نہیں کرتا نہ اجرت مانگتا ہے پھر کاہن کا لقب اس پر کیسے چسپاں ہو سکتا ہے“۔
اس آیتِ کریمہ اور ان تفاسیر سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم علمِ غیب جانتے ہیں اور اس کے بتانے میں بخل نہیں فرماتے بلکہ اپنے غلاموں کو بھی سکھاتے اور بتاتے ہیں۔
(۷) وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا
لِّكُلِّ شَيْءٍ - (النحل - ۸۹) بیان ہے۔

(۸) مَا فَزَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ (الأنعام - ۳۸) ہم نے اس کتاب میں کوئی شے اٹھا نہ رکھی۔
(۹) مَا كَانَتْ حَدِيثًا يَفْتَرَى
وَلَكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ
يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ (يوسف ۱۱۱)

ان تین آیتوں سے ثابت ہوا کہ قرآن میں ہر شے کا روشن بیان ہے اور وہ بھی تفصیلی اسی لئے حضرت مجاہد اور ابن سراقہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔
مَا مِنْ شَيْءٍ فِي الْعَالَمِ إِلَّا هُوَ
فِي كِتَابِ اللَّهِ -
کہ تمام عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا بیان قرآن میں نہ ہو۔

(الاتقان ۱۲۶)

جب یہ ثابت ہو گیا کہ قرآن میں ہر شے کا روشن اور تفصیلی بیان ہے تو مذہب اہل سنت و جماعت میں نئے نئے ہر موجود کو کہتے ہیں اور موجودات میں مکتوباتِ قلم و مکتوباتِ لوح

م محفوظ بھی داخل ہیں تو قرآن عظیم کا تبیان علوم لوح و قلم کو بھی شامل ہوا، اب یہ بھی قرآن ہی سے پوچھیے کہ لوح محفوظ میں کیا ہے قرآن فرماتا ہے۔

(۱۰) كُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌّ (الفرقان ۵۲) ہر چھوٹی اور بڑی چیز لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے

(۱۱) لَاحِبَّةٌ فِي ظُلْمَتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٌ وَلَا يَأْسُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝ (الانعام ۵۹) کوئی دانہ ایسا نہیں جو زمین کی اندھیریوں میں ہو اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز مگر وہ لوح محفوظ میں ہے۔

(۱۲) وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝ (یونس ۶۱) اونورہ سے چھوٹی اور بڑی کوئی ایسی چیز نہیں جو لوح محفوظ میں نہ ہو۔

(۱۳) وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ۝ (یس ۱۲) اور ہم نے ہر شے کو لوح محفوظ میں محفوظ کر رکھا ہے۔

ان چار آیتوں سے ثابت ہوا کہ روزِ اول سے روزِ آخر تک جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا، تمام لوح محفوظ میں لکھا ہے اس کا روشن اور تفصیلی بیان قرآن پاک میں ہے اور جو کچھ قرآن پاک میں ہے اس کا کامل علم اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا تو بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ماکان وما یكون کے عالم ہوئے۔

بعض کم فہم لوگ تَبْدِيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ میں کلام کرتے ہوئے یہ کہہ دیا کرتے ہیں، کہ کل شئی سے مراد بعض چیزیں ہیں اور دلیل میں ہُدُود کا قول وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ پیش کر کے کہا کرتے ہیں کہ بلقیس کو ہر چیز کہاں دی گئی تھی۔ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کا اس وقت وجود بھی نہیں تھا بعد میں ایجاد ہوئیں لہذا ثابت ہوا کہ کل شئی سے بھی بعض مراد ہوتا ہے اسی طرح یہاں بھی بعض مراد ہے۔

ایسے لوگوں پر سخت افسوس ہے جو تدبر سے کام نہیں لیتے اور آیاتِ الہی کا مفہوم غلط سمجھ کر خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

ان کو اس میں غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہُدُود کا یہ قول نقل فرمایا ہے؟ خود اس نے یہ خبر نہیں دی ہے چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہُدُود نے آکر حضرت سلیمان

علیہ السلام کو خبر دی۔

میں نے ایک عورت کو پایا جو لوگوں پر بادشاہی
کرتی ہے اور اس کو ہر چیز میں سے ملا ہے اور
اس کا عرش (تخت) عظیم ہے۔

رَأَىٰ وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ
أُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ
عَظِيمٌ (النمل ۲۳)

کسی ایک پرندہ کا اپنی سمجھ و استعداد کے مطابق کل شیء کہنا اور کجا اللہ تعالیٰ کا
کل شیء فرمانا کیا ایک برابر ہے ۛ

چہ نسبت خاک را با عالم پاک؟

ملکہ بلقیس کا مال و متاع ملک و سلطنت کی تمام چیزیں ہد ہد کا کل شیء ہے، اللہ تعالیٰ
کا کل شیء نہیں، اس میں اتنا ہی فرق ہے جتنا ہد ہد کے عرش عظیم اور اللہ تعالیٰ کے عرش
عظیم میں ہے۔ ملکہ بلقیس کا انٹی گزیارنٹر گزلمبا اور چالیس گز چوڑا تخت ہد ہد کے نزدیک
عرش عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک عرش عظیم وہ ہے جس کی عظمت و وسعت کا اندازہ
اس عبارت سے کیجئے۔

عرش کا عظیم ہونا اس سے ظاہر ہے کہ آفتاب زمین سے ڈیڑھ سو حصہ
سے بھی بڑا ہے اور آسمان میں کتنی ذرا سی جگہ میں موجود ہے۔ پس آسمان کتنا
بڑا ہوا پھر دوسرا اس سے بڑا اور تیسرا اس سے وعلیٰٰ ذالقیاس ساتواں کتھ
بڑا ہوگا، اور سب آسمان کرسی کے سلمنے ایسے ہیں جیسے بڑی ڈھال میں سات
درہم ڈال دیئے جائیں پھر کرسی عرش کے سامنے ایسی ہی چھوٹی ہے۔ اس
سے عرش کا اندازہ کر لیا جائے اہل رصد جس کو فلک الافلاک کہتے ہیں، مرکز
عالم سے اس کے مقعر تک حسب نقل رُوح المعانی تین کروڑ پینتیس لاکھ چوبیس
ہزار چھ سو نو فرسنگ کا فاصلہ ہے اور فرسنگ تین کوس کا ہوتا ہے، تو فاصلہ
مذکورہ ۱۵ کروڑ پانچ لاکھ تہتر ہزار آٹھ سو تالیس کوس کا ہوا۔ یہ اس دائرہ سطح
مقعر کا نصف قطر ہوا۔ اس سے سطح مقعر کی عظمت کا اندازہ کرنا چاہیے اور
مقعر تک کا فاصلہ اہل رصد کو معلوم نہیں ہوا حالانکہ اہل ہیئت یہ ثابت

نہیں کر سکے کہ فلک الافلاک سے اوپر کچھ نہیں اور روایات سے یہ ثابت ہے کہ عرش سے اوپر کوئی جسم نہیں پس اگر فلک الافلاک عرش کے علاوہ کوئی چیز ہے تو عرش اس سے بھی اوپر ہوگا۔ تو اس کی عظمت کا کیا حساب ہو سکتا ہے۔

(بیان القرآن - زیر آیت لقد جاءکم رسول من انفسکم)

ثابت ہوا کہ جس طرح ہُدُود کے عرشِ عظیم اور اللہ تعالیٰ کے عرشِ عظیم میں بے انتہا فرق ہے اسی طرح ہُدُود کے کل شیئی اور اللہ تعالیٰ کے کل شیئی میں فرق ہے۔ حسبِ قیل آیات میں اللہ تعالیٰ کے کل شیئی کا جلوہ دیکھئے۔ فرمایا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ البقرة ۱۷۰ - ۱۔ بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ۝ فصلت ۵۴ - ۲۔ خبردار بلاشبہ وہ ہر شے کو محیط ہے۔

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ الحديد ۳ - ۳۔ اور وہ ہر شے کو جانتا ہے۔

وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۝ الانعام ۱۶۳ - ۴۔ وہ ہر شے کا رب ہے۔

اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۝ الزمر ۶۲ - ۵۔ اللہ ہر شے کا خالق ہے۔

وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝ الطلاق ۱۲ - ۶۔ اور بے شک اللہ کا علم ہر شے کو محیط ہے۔

فَسُبْحٰنَ الَّذِي يَبْدِئُ مَلَكُوتَ كُلِّ شَيْءٍ ۝ یس - ۸۳ - ۷۔ پاک ہے وہ ذات جس کے دستِ قدرت میں ہر شے کا قبضہ ہے۔ تِلْكَ سَبْعَةٌ كَامِلَةٌ

اب اللہ تعالیٰ کے "کل شیئی" میں غور فرمائیے اور بعض کا مفہوم لیتے ہوئے بتائیے کہ وہ کون سی شے ہے جس کا وہ خالق، جس کو وہ محیط، جس کا اس کو علم، جس پر اس کو قدرت اور جس کا وہ رب نہیں ہے۔

جب ان آیات میں کل شیئی سے مراد کل شیئی ہی ہے بعض نہیں۔ تو اسی طرح اللہ

تعالیٰ کے اس ارشاد وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ سے مراد بھی

کل شیئی ہی ہے بعض نہیں۔ جب قرآن میں کل شیئی کا روشن بیان ہے اور نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ سے مراد بھی

قرآن کے اکمل عالم تو بلاشبہ کل شیئی کے عالم ہوئے۔

لے اب جان قبلہ علیہ الرحمۃ نے سات آیات کے حوالے پیش کیے یہ فقیر تین آیات مزید پیش کر رہا ہے تاکہ قرآنی

الفاظ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ کا ظہور ہو جائے۔ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (الحج ۱۷) واللہ

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ (ہود ۱۲) وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ (سبا ۲۱) اور وہ کون سی

شے ہے جس کا وہ گواہ، وکیل اور حفیظ نہیں؟ (کو کب غفر)۔

رہا بعض مفسرین کا بعض علم غیب فرمانا تو وہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کا بعض ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنا بعض علم غیب عطا فرمایا۔ منکرین و مخالفین والا بعض نہیں، ان کا تو بعض نہیں بلکہ بعض ہے جس کا بیان ابھی چند سطور کے بعد آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کا بعض کل شئی اور تمام مخلوقات کے علم سے بھی بہت بڑا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت خضر و موسیٰ علیہما السلام کے سامنے ایک چڑیا نے دریا میں سے اپنی چونچ بھری تو خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میرا، تمہارا اور تمام مخلوقات کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے اتنا ہی ہے جتنا کہ دریا کے پانی کے سامنے اس چڑیا کی چونچ میں پانی ہے۔

اسی لئے علمائے عظام نے کل شئی کو بھی لاتنا ہی قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم تو غیر تناہی بے حد و حساب ہے۔

اب ذرا لگے ہاتھ مخالفین و منکرین کا بھی بعض علم غیب ملاحظہ فرمائیے۔ چنانچہ ایک شخص جناب اشرف علی تھانوی سے پوچھتا ہے کہ ”زید کہتا ہے کہ علم غیب کی دو قسمیں ہیں، بالذات اس معنی کہ عالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا اور بواسطہ اس معنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے، زید کا یہ عقیدہ کیسا ہے؟“ بلفظ۔

اس کے جواب میں تھانوی صاحب اپنے رسالہ حفظ الایمان کے صفحہ ۷ پر فرماتے ہیں۔

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و محنون، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔“ بلفظ۔

اگرچہ اس ناپاک عبارت کا مفہوم بالکل واضح ہے لیکن پھر بھی مختصری تشریح کر دی جاتی ہے تاکہ کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔ خط کشیدہ الفاظ تھانوی صاحب کے ہیں۔

فرماتے ہیں۔

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟

اس میں تھانوی صاحب نے علم غیب کی دو قسمیں کی ہیں کل علم غیب اور بعض علم غیب پہلی قسم کل علم غیب کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہونا عقلاً و نقلاً باطل ٹھہرایا، چنانچہ آگے چل کر فرماتے ہیں اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی و عقلی سے ثابت ہے، اب رہ گئی دوسری قسم یعنی بعض علم غیب تو اس کے متعلق فرماتے ہیں۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے۔ اس کو انھوں نے تسلیم تو کیا مگر ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ اس میں حضور کی کوئی تخصیص نہیں کیونکہ ایسا علم غیب جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے یا تو زید و عمر و عینی عام آدمیوں کو بلکہ ہر صبی و مجنون یعنی تمام نابالغ بچوں اور تمام باپوں کو بلکہ جمیع حیوانات و بہائم یعنی تمام حیوانوں اور تمام چارپاؤں کو بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے۔ یعنی چونکہ ہر شخص کو کسی پوشیدہ چیز کا علم ہوتا ہے لہذا اس کا علم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا ہو گیا، تو جس طرح زید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عالم الغیب ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ سب کے متعلق یہی عقیدہ رکھے اور سب کو عالم الغیب کہے۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

اسی عبارت پر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کفر کا فتویٰ دیا اور عرب و عجم کے علمائے اہلسنت نے اس فتویٰ کی تصدیق کی لہٰذا اسی وجہ سے یہ لوگ ان کو اور ان کے معتقدین کو ہر ممکن نقصان پہنچانے

لہ دیکھتے کتاب حمام الحرمین الشریفین والصورم الہندیہ

اور بدنام کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اے کاش یہ لوگ حضور سید الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین حبیب کبریا باعث ارض و سماء، عالم ماکان و ما یكون حضرت احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کو سامنے رکھ کر تھانوی صاحب کے ان الفاظ میں غور کرتے۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔“

بلاشبہ اس ناپاک عبارت میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین ہے اور آپ کی توہین صریح کفر ہے۔

جناب تھانوی صاحب کے معتقدین کہتے ہیں کہ یہ عبارت بالکل بے غبار ہے اس میں صریح توہین تو کیا توہین کا شائبہ تک نہیں ہے، تم سمجھے نہیں ہو، وہ تو حکیم الامت تھے ان کی بات سمجھنا کوئی معمولی بات ہے وغیرہ وغیرہ۔ یعنی یہ جواب ہو گیا۔ ان لوگوں کی خدمت میں نہایت ادب سے التماس ہے کہ اگر واقعی تمہارے نزدیک یہ عبارت بالکل بے غبار ہے اور اس میں توہین کا شائبہ تک نہیں ہے تو ازراہ کرم عبارت ذیل پر نہایت ٹھنڈے دل سے غور کریں۔

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔

پھر یہ کہ کسی بہت بڑے دیوبندی عالم کی ذات پر علم کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس علم سے مراد بعض علم ہے یا کل علم، اگر بعض علوم مراد ہیں تو اس میں اس دیوبندی عالم کی ہی کیا

تخصیص ہے۔ ایسا علم تو ہر گدھے ہر کتے ہر سورا اور ہر اٹو کو بھی حاصل ہے کیوں کہ ہر ایک کو کسی نہ کسی بات کا علم ہوتا ہے۔

پھر یہ کہ کسی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی ذات پر حکومت کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس حکومت سے مراد بعض حصص زمین پر حکومت ہے یا کل زمین پر۔ اگر بعض پر حکومت مراد ہے تو اس میں مجسٹریٹ صاحب ہی کی کیا تخصیص ہے ایسی حکومت تو ہر چوہے کو اپنے سوراخ پر، ہر لومڑی کو اپنے بھٹ پر بھی حاصل ہے کیونکہ ہر ایک کو کسی نہ کسی پر حکومت حاصل ہوتی ہے۔

تھانوی صاحب کے معتقدین بتائیں کہ ان عبارات میں اس بہت بڑے عالم او مجسٹریٹ صاحب کی توہین ہے یا نہیں، اگر ہے اور واقعی ہے تو تھانوی صاحب کی اسی قسم کی عبارات میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے یا نہیں، اور آپ کی توہین کرنے والا کافر ہے یا نہیں؟

اگر توہین نہیں ہے تو ازراہ کرم ان عبارات پر پانچ مستند غیر جانبدار منصف مزاج علماء کرام اور پانچ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحبان کے دستخط کروادیں اور وہ لکھ دیں کہ ان عبارات میں بہت بڑے عالم صاحب اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب کی کوئی توہین نہیں ہے، حقیقت واضح ہو جائے گی۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

قارئین حضرات کی خدمت میں نہایت ادب سے التماس ہے کہ ہمیں جناب تھانوی صاحب سے کوئی ذاتی عداوت و عناد نہیں ہے چونکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کا مسند تھا لہذا یہ چند سطور لکھ دیں، آپ کی توقیر ہم پر واجب ہے اور ہمارے نام اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ حکم ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ
وَأَحْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ
لِأَيِّمَانِ وَالْوَالِدِينَ بَابٍ وَأَوْلِيَاءَ الْكُفْرَ

تھانوی صاحب کی اس عبارت پر مزید تحقیق کے لئے میری کتاب "حقائق" ملاحظہ ہو۔ (کوئٹہ غفرلہ)

عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ
فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ (التوبہ ۲۲)

(دوسرے مقام پر فرمایا)

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ
أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ
عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي
قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ
مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي
مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ
أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ
اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

(المجادلہ ۲۲)

فلاح پانے والے ہیں۔

ان دونوں آیتوں سے صراحتاً ثابت ہوا کہ مومن ان لوگوں سے کبھی دوستی نہ کرے گا جو ایمان پر کفر پسند کریں اور اللہ و رسول کی جناب میں گستاخیاں کریں یا ان کی مخالفت کریں، خواہ وہ کتنے ہی قریبی یا عزیز یا محبوب کیوں نہ ہوں اور پھر اگر ان کی گستاخی ان کے کفر پر مطلع ہو کر بھی ان سے محبت یا دل میں ان کی عظمت رکھے تو وہ مسلمان نہیں بلکہ ظالم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور ہم نے اس (مفسر) کو اپنا علم لدنی عطا کیا۔

وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا

(الکہف ۶۵)

اس آیت کریمہ کے تحت تفسیر ابن جریر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا۔

كَانَ رَجُلًا يَعْلَمُ الْغَيْبَ - کہ وہ مرد (خضر علیہ السلام) غیب جانتے تھے۔

اسی آیت کریمہ کے تحت تفسیر بضاوی میں ہے۔

وَهُوَ عِلْمُ الْغَيْبِ - (وہ علم لدنی جو اللہ نے ان کو سکھایا) وہ علم غیب ہے۔

اسی آیت کریمہ کے تحت تفسیر روح البیان میں ہے۔

هُوَ عِلْمُ الْغُيُوبِ - وہ علم لدنی غیبوں کا علم ہے۔

اسی آیت کریمہ کے تحت تفسیر خازن میں ہے۔

أَيُّ عِلْمِ الْبَاطِنِ الْهَامًا - یعنی وہ علم باطن ہے جو الہام کیا گیا۔

اسی آیت کریمہ کے تحت تفسیر مدارک علی الخازن میں ہے۔

يَعْنِي الْأَخْبَارَ بِالْغُيُوبِ - یعنی ان کو غیب کی خبریں عطا فرمائی گئی ہیں۔

اس آیت کریمہ اور ان تفاسیر سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر کو بھی علم غیب عطا فرمایا تھا۔ ان آیات اور تفاسیر سے ثابت ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار علوم غیبیہ عطا فرمائے ، آپ کا سینہ اقدس علوم غیبیہ کا خزانہ تھا۔

رہیں وہ آیات مبارکہ جن سے علم غیب کی نفی ہوتی ہے مثلاً

لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ

الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ - کہ زمین و آسمان میں اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں انھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(النمل ۶۵ - انعام - ۵۹)

ان سے بالذات علم غیب یعنی ذاتی طور پر بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے جاننا مراد ہے اور ہمارا اس پر ایمان ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے بتائے بغیر کوئی غیب نہیں جان سکتا۔

جو شخص کسی غیر خدا کے لئے بالذات علمِ غیب مانے وہ کافر ہے۔
 اگر یہ توجیہ نہ کی جائے تو چند خرابیاں لازم آتی ہیں مثلاً بعض آیات سے علمِ غیب
 کا اثبات اور بعض سے نفی ثابت ہوتی ہے اگر آیاتِ نفی پر ایمان لا کر آیاتِ اثبات کا
 انکار کیا جائے تو یہ کفر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

تو کیا تم کتابِ الہی کے بعض حصے پر ایمان لاتے
 اور بعض سے کفر کرتے ہو تو جو تم میں سے ایسا
 کرے اس کی کیا سزا ہے سوا اس کے کہ دنیا
 میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن سخت
 عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ
 بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَلِكَ
 مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
 وَبِئْسَ الْقِيَامَةُ يَوْمَ يَرُدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ
 الْعَذَابِ۔

(البقرہ ۸۵)

اور اگر آیاتِ نفی و اثبات پر ایمان لا کر ذاتی علم اور عطائی علم کی تفریق نہ کی جائے
 بلکہ ایک ہی قسم کا علمِ غیب مانا جائے تو قرآن میں تناقض ماننا پڑتا ہے اور قرآن میں تناقض
 محال ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا
 فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا۔ (النساء ۸۲) پاتے۔

حق یہی ہے کہ آیاتِ نفی و اثبات دونوں پر ایمان لایا جائے اور تطبیق یوں دی جائے
 کہ نفی بھی حق اور اثبات بھی حق۔ نفی ہے علمِ غیبِ ذاتی کی یعنی بغیر عطائے الہی کوئی نہیں
 جانتا اور اثبات ہے علمِ غیبِ عطائی کا کہ اللہ کی عطائے اس کے حبیبِ لبیب حضرت احمد
 مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم علمِ غیب جانتے تھے۔ لہذا جو علمِ غیب عطائی کا منکر ہو
 وہ بوجہ انکار آیات قطعاً کافر ہے کیونکہ مومن کسی آیہ کریمہ کا انکار نہیں کرتا بلکہ سائے قرآن
 پر ایمان رکھتا ہے۔

احادیث مبارکہ

حضرت عبدالرحمن بن عائش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میں نے اپنے رب عزوجل کو احسن صوت میں دیکھا۔ رب نے فرمایا (اے محمد) ملائکہ مقربین کس بات میں بھگڑا کرتے ہیں؟ میں نے عرض کی مولا! تو ہی خوب جانتا ہے حضور نے فرمایا، پھر میرے رب نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ میں نے اس کے وصول فیض کی ٹھنڈک اپنی دونوں چھایوں کے درمیان پائی پس مجھے ان تمام چیزوں کا علم ہو گیا جو کہ آسمانوں اور زمینوں میں تھیں اور حضور نے اس کے حال کے مناسب یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَكَذَلِكَ نُزِّلْنَا إِلَيْكُمْ مَلَكُوتَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لِيُخْبِرَكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ۔

(۱) رَأَيْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ قَالِ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى؟ قُلْتُ أَنْتَ أَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفِي فَوَجَدَتْ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيِي فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَتَلَا وَكَذَلِكَ نُزِّلْنَا إِلَيْكُمْ مَلَكُوتَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ۔

(مشکوٰۃ ص ۶۹)

اور زمینوں کے تاکہ وہ ہو جائے یقین کرنے والوں میں سے۔

حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ مافی السموات سے آسمانوں بلکہ ان سے بھی اوپر کی تمام کائنات کا علم مراد ہے جیسا کہ قصہ معراج سے مستفاد ہے اور ارض بمعنی جنس ہے یعنی وہ تمام چیزیں جو ساتوں

قَالَ ابْنُ حَجْرٍ آيُ جَمِيعَةِ الْكَائِنَاتِ الَّتِي فِي السَّمَوَاتِ بَلْ وَمَا فَوْقَهَا كَمَا يُسْتَفَادُ مِنْ قِصَّةِ الْمِعْرَاجِ وَالْأَرْضِ هِيَ بِمَعْنَى الْجَنَسِ

زمینوں میں بلکہ ان سے بھی نیچے ہیں وہ سب
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہو گئیں جیسا
کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ثور وحوت کی
خبر دینا جن پر سب زمینیں ہیں اس کو مفید ہے
یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام
کو آسمانوں اور زمینوں کے ملک دکھائے اور
ان کو ان کے لئے کشف فرمادیا اور فرمایا حضور
علیہ السلام نے مجھ پر اللہ نے غیبوں کے دروازے
کھول دیئے۔

أَنْتَ وَجَبِيَّةٌ مَا فِي الْأَرْضَيْنِ
السَّبْعِ بَلْ وَمَا تَحْتَهَا كَمَا أَفَادَةٌ
اخْبَارُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الثَّوْرِ
وَالْحَوْتِ الَّذِينَ عَلَيْهِمَا الْأَرْضُونَ
كُلَّهَا يَعْنِي أَنَّ اللَّهَ أَرَىٰ أَبْرَاهِيمَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ مَلَكُوتَ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ وَكُشِفَتْ لَهُ ذَالِكِ
وَفُتِحَ عَلَيْهِ أَبْوَابُ الْغُيُوبِ۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

۱۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس جانا میں
نے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمینوں میں ہے
یہ عبارت ہے تمام علوم جزوی و کلی کے حاصل
ہونے اور ان کے احاطہ کرنے کی۔

فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
پس دانستم ہرچہ در آسمانها و ہرچہ
در زمین بود عبارت است از حصول تمام
علوم جزوی و کلی و احاطہ آں۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ص ۳۳۳)

۲۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں قیام فرما کر سب
مخلوقات کی ابتداء سے لے کر جنتیوں کے جنت
میں داخل ہونے اور دوزخیوں کے دوزخ میں
داخل ہونے تک کی تمام خبریں دیں۔ یاد رکھا
جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا جس نے بھلا دیا۔

قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَقَامًا فَخَبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ
حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَ
أَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذَلِكَ مَنْ
حَفِظَهُ وَلَيْسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ۔

(بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف ص ۵۶)

۳۔ حضرت عمرو بن الخطاب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

فَاخْبَرْنَا بِمَا كَانَ وَيَمَّا
هُوَ كَائِتٌ فَاَعْلَمْنَا
اَحْفَظْنَا۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہر اس چیز
کی خبر دے دی جو ہو چکی اور جو (قیامت تک)
ہونے والی تھی ہم میں زیادہ علم اسے ہے جسے
زیادہ یاد رہا۔

(مسلم شریف ص ۳۹)

۴۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَقَامًا مَّا تَرَكَ شَيْئًا يَكُونُ فِي
مَقَامِهِ ذَلِكَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا حَدَّثَ
بِهِ حَفِظَةٌ مَنَ حَفِظَةٌ وَنَسِيَةٌ مَنَ
نَسِيَةٌ۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں قیام فرما کر
کسی چیز کو نہ چھوڑا (بلکہ) قیامت تک جو کچھ ہونے
والا تھا وہ سب بیان کر دیا۔ جسے یاد رہا یاد رہا
جو بھول گیا بھول گیا۔

(مسلم شریف ص ۳۹)

۵۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لَقَدْ تَرَكْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُحَرِّكُ طَائِرٌ
جَنَاحِيهِ إِلَّا ذَكَرْنَا مِنْهُ عِلْمًا۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس حال
میں مفارقت فرمائی کہ کوئی پرند ایسا نہیں جو
اپنے بازو کو ہلائے مگر آپ نے ہم سے اس کا
بھی ذکر فرما دیا۔

(مسند احمد طبرانی)

۶۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ قَائِدٍ فِتْنَةٍ إِلَى أَنْ
تَنْقُضِيَ الدُّنْيَا يَبْلُغُ مَنْ مَعَهُ
ثَلَاثَ مِائَةٍ فَصَاعِدًا إِلَّا قَدْ سَمَّاهُ
لَنَا بِاسْمِهِ وَاسْمِ أَبِيهِ وَاسْمِ قَبِيلَتِهِ۔

کہ نہیں چھوڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی فتنہ
چلانے والے کو دنیا کے ختم ہونے تک کہ جن کی
تعداد تین سو سے زیادہ تک پہنچے گی مگر ہمیں اس
کا نام اور اس کے باپ کا نام اور اس کے قبیلے
کا نام بھی بتا دیا۔ (مشکوٰۃ ص ۳۶۳)

۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بھیڑیا ایک بکریاں چرانے والے کی طرف آیا اور اس نے بکریوں میں سے ایک بکری لے لی۔ چرواہے نے اسے تلاش کیا یہاں تک کہ اس سے وہ بکری پھین لی۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ وہ بھیڑیا اپنے مخصوص انداز میں ایک ٹیلہ پر جا بیٹھا اور اس نے اپنی دم اپنے دونوں پاؤں کے درمیان رکھ لی اور کہنے لگا کہ (اے چرواہے) تو نے مجھ سے ایسے رزق کے پھین لینے کا قصد کیا جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا تھا۔

چرواہا بولا خدا کی قسم آج کی طرح عجیب حال میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ بھیڑیا کلام کرتا ہے۔ بھیڑیے نے کہا اس سے زیادہ عجیب حال اس مقدس انسان کا ہے جو کھجوروں کے علاقے میں دو پہاڑوں کے درمیان یعنی مدنیہ منورہ میں تمہیں ان چیزوں کی خبر دیتا ہے جو ہو چکیں اور جو آئندہ ہونے والی ہیں۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ وہ آدمی یہودی تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کی خدمت میں اس نے یہ واقعہ پیش کیا اور مسلمان ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خبر کی تصدیق فرمائی۔

فَقَالَ الرَّجُلُ تَا اللَّهُ إِنَّ رَأَيْتُ
كَالْيَوْمِ ذَيْبٌ يَتَكَلَّمُ فَقَالَ
الذَّيْبُ أَعْجَبُ مِنْ هَذَا رَجُلٌ
فِي النَّخْلَاتِ بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ
يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضَىٰ وَمَا هُوَ
كَأَيُّنْ بَعْدَكُمْ قَالَ فَكَانَ
الرَّجُلُ يَهُودِيًّا فَجَاءَ إِلَى
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَأَخْبَرَهُ وَأَسْلَمَ فَصَدَّقَهُ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
(مشکوٰۃ ص ۵۴)

سبحان اللہ! یہودی لوگ تو بھیڑیوں کی زبان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا بیان کر ایمان لے آئیں اور اس زمانہ کے مسلمان کہلانے والے قرآن و حدیث کے دلائل سن کر بھی علم غیب کو نہ مانیں تو کس قدر افسوس ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضَىٰ أَي سَبَقَ مِنْ خَيْرٍ
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں اگلوں کی گزری

الْأَوَّلِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَا هُوَ كَائِنٌ
بَعْدَكُمْ أَى مِنْ نَبِإِ الْآخِرِينَ فِي الدُّنْيَا
وَمِنْ أَحْوَالِ الْأَجْمَعِينَ فِي الْعَقَبَى -
ہوئی خبریں اور تمہارے بعد دنیا و آخرت میں
ہونے والی سب کی سب خبریں دیتے ہیں۔
(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

۸۔ علامہ خازن تفسیر خازن پارہ ۴ زیر آیت مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ أَلِ

فرماتے ہیں کہ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَرَضَتْ عَلَيَّ أُمَّتِي فِي
صُورِهَا فِي الطَّيْنِ كَمَا عَرَضَتْ عَلَيَّ
أَدَمَ أَعْلَمْتُ مَنْ يُؤْمِنُ بِى وَ
مَنْ يَكْفُرُ بِى فَبَلَغَ ذَلِكَ
الْمُنَافِقِينَ قَالُوا اسْتَهْزَأُوا
زَعَمَ مُحَمَّدٌ أَنَّهُ يَعْلَمُ مَنْ
يُؤْمِنُ بِى وَمَنْ يَكْفُرُ مِنَّنِ
لَمْ يَخْلُقْ بَعْدُ وَنَحْنُ مَعَهُ
وَمَا يَعْرِفُنَا فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ
عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى
عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ طَعَنُوا
فِيَّ عَلَيَّ لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ
فِي مَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ السَّاعَةِ إِلَّا
نَبَأْتُكُمْ بِهِ -

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر میری تمام
امت اپنی اپنی صورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ
آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی تھی اور مجھے بتا
دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر
کرے گا۔ یہ خبر منافقین کو پہنچی تو انہوں نے
استہزاء کیا اور کہنے لگے محمد کا یہ گمان ہے کہ وہ
ان لوگوں کے کفر و ایمان کی بھی خبر رکھتا ہے جو
ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے اور ہم تو اس کے ساتھ
رہتے ہیں اور وہ ہمیں پہچانتا بھی نہیں ہے یہ
بات حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو
حضور منبر اطہر پر جلوہ افروز ہوئے اور اللہ کی
حمد و ثنا کرنے کے بعد فرمایا کہ ان قوموں کا کیا
حال ہے جو میرے علم میں طعنہ کرتی ہیں اس
وقت سے لے کر قیامت تک ہونے والی کسی
چیز کے متعلق جو بھی تم مجھ سے پوچھو گے میں تمہیں
اس کی خبر دوں گا۔ (تفسیر خازن ص ۲۵۱)

۹۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
فَوَاللَّهِ لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ
خدا کی قسم تم ہم سے کسی چیز کے متعلق نہیں

إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ بِهِ مَا دُمْتُ فِي مَقَامِي هَذَا۔
 پوچھو گے مگر ہم یہاں کھڑے ہی اس کی خبر دیں گے۔ (بخاری ص ۲۶۳، مسلم ص ۲۶۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا پوچھو، پوچھو! بعضوں نے چند سوالات کیے حضور نے جواب دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت جوش میں تھے چنانچہ سب لوگ رونے لگ گئے حضرت عمر فاروق گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے اور کہا۔ رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) نَبِيًّا دَرَسُوًّا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔

ان احادیث کے الفاظ لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ سے ثابت ہوا کہ کوئی شے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے خارج نہیں کیونکہ شے نکرہ ہے اور نکرہ چیز نفی میں عموم کا فائدہ دیتا ہے جیسا کہ کتب اصول میں مبرہن ہے۔

ان صحیح احادیث سے صراحتاً ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق کی ابتداء سے لے کر دخول جنت و نارتک کا سارا تفصیلی علم حاصل تھا۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ جو کچھ بیان ہوا ہرگز ہرگز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس کا پورا علم نہیں بلکہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے ایک تھوڑا سا حصہ ہے۔ امام شرف الدین بوسیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں ۵

فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتْهَا

وَمِنْ عُلُومِكَ عِلْمَ اللُّوحِ وَالْقَلَمِ

یا رسول اللہ بے شک دنیا و آخرت آپ کی بخشش سے ہیں اور لوح محفوظ اور قلم کا علم آپ کے علوم میں سے ایک علم ہے۔ (قصیدہ بردہ شریف)

اسی شعر کے تحت امام ملا علی قاری شرح قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں۔

وَعِلْمُهَا يَكُونُ نَهْرًا مِّنْ

بُحُورِ عَلَيْهِ وَحَرَفًا مِّنْ

سُطُورِ عَلَيْهِ۔

اور لوح و قلم کا علم آپ کے علم کے دریاؤں

میں سے ایک نہر اور آپ کے علم کی سطروں

میں سے ایک حرف ہے۔

علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ فتوحات احمدیہ میں فرماتے ہیں۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تمام جہانوں جن وانس اور ملائکہ کے علوم کو گھیرے ہوئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام عالم پر مطلع فرمایا اور اگلوں پھلوں کا علم اور جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے سب سکھا دیا۔

وَسِعَ عِلْمُهُ عُلُومَ الْعَالَمِينَ
الْإِنْسِ وَالْجِنِّ وَالْمَلَائِكَةِ لِأَنَّ
اللَّهَ تَعَالَى أَطَّلَعَهُ عَلَى الْعَالَمِ
كُلِّهِ فَعَلِمَ عِلْمَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ
وَمَا كَانَ وَمَا يَكُونُ -

علامہ خرپوتی شرح قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں۔

بلاشبہ تمام انبیائے کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کرم میں سے جو تیز بارش کی طرح ہے مانگا اور لیا کیونکہ آپ فیض دینے والے اور تمام انبیائے کرام فیض لینے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ کی روح کو پیدا فرمایا اور اس میں تمام انبیاء اور ماکان مایکون کے علوم رکھے پھر ان رسولوں کو پیدا فرمایا تو انہوں نے اپنے علوم آپ سے لئے۔

إِنَّ جَمِيعَ الْأَنْبِيَاءِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ
طَلَبُوا وَأَخَذُوا الْعِلْمَ مِنْ عِلْمِ عَلِيٍّ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الَّذِي كَالْبَحْرِ فِي
السَّعَةِ وَالكَرَمِ الَّذِي هُوَ كَالدِّيَّانَةِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ مُفِيضٌ وَهُمْ مُسْتَفَاضُونَ
لِأَنَّ تَعَالَى خَلَقَ ابْتَدَاءً رُوحَهُ عَلَيْهِ
السَّلَامُ وَوَضَعَ عُلُومَ الْأَنْبِيَاءِ وَعِلْمَ مَا
كَانَ وَمَا يَكُونُ ثُمَّ خَلَقَهُمْ فَخَذُوا وَعِلْمَهُمْ مِنْهُ -

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں یہ مشہور و معروف تھا کہ آپ کو غیبوں پر اطلاع ہے۔

قَدْ اشْتَهَرُوا وَانْتَشَرَ امْرُؤٌ عَلَيْهِ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بَيْنَ أَصْحَابِهِ
بِالْإِطْلَاقِ عَلَى الْغُيُوبِ -

(زرقانی علی المواہب ص ۲۵۵)

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اور بلاشبہ متواتر احادیث اور ان کے معانی اس پر مشفق ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب

وَقَدْ تَوَاتَرَتْ الْأَخْبَارُ وَاتَّفَقَتْ
مَعَانِيهَا عَلَى الْإِطْلَاقِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّوْا عَلَيَّ الْغَيْبِ -

پر اطلاع ہے۔

(زرقانی علی المواہب ص ۱۹۸)

علامہ احمد بن محمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر صاوی میں فرماتے ہیں۔

وَالَّذِي يَجِبُ الْإِيمَانُ بِهٖ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَمْ يَنْتَقِلْ مِنَ الدُّنْيَا حَتَّىٰ أَعْلَمَهُ
اللَّهُ بِجَمِيعِ الْمَغِيبَاتِ الَّتِي تُحْصَلُ
فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَهُوَ يَعْلَمُهَا
كَمَا هِيَ عَيْنٌ يَقِينٌ - (ص ۱۰۲)

جس پر ایمان لانا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ
بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا سے
منتقل نہ ہوئے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو
جمع غیوب جو دُنیا و آخرت میں ثابت ہونے
والے تھے سکھا دیئے آپ ان کو اس طرح جانتے
ہیں جس طرح کہ وہ ہیں بہ عین یقین۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہر علم غیب کہ مخصوص با دست سبحانہ خاص
پر اللہ اپنے خاص رسولوں کو مطلع فرمادیتا ہے
رسل را اطلاع می بخشد۔

(مکتوبات شریف ص ۳۱)

شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وہے صلی اللہ علیہ وسلم داناست بہ ہمہ
چیز از شیونات و احکام الہی و احکام صفات
حق و اسماء و افعال و آثار و جمیع علوم ظاہر و
باطن و اول و آخر احاطہ نموده و مصداق فوق
کل ذی علم علیم شدہ علیہ من الصلوات
افضلہا و من التحیات اتمہا و اکملہا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام چیزوں کے جاننے
والے ہیں آپ نے اللہ کی شانوں اور اس کے
احکام اور اس کی صفات اور اس کے اسماء و
افعال و آثار اور جمیع علوم اول و آخر ظاہر و
باطن کا احاطہ فرمایا ہے اور وَفَوْقَ كُلِّ ذِي
عِلْمٍ عَلِيمٌ کے مصداق ہوئے۔ آپ پر افضل
صلوات اور اکمل و اتم تحیات ہوں۔

(مدارج النبوة ص ۲)

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لَا تَلَّ اللَّهُ تَعَالَى أَطْلَعَهُ عَلَى الْعَالَمِ
فَعَلِمَهُ عِلْمَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ
وَمَا كَانَ وَمَا يَكُونُ -
(شرح امر القزای خالص الاعتقاد ص ۳)

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ
وسلم) کو تمام عالم پر مطلع فرمایا تو آپ نے
اولین و آخرین کا علم اور جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے
والا تھا سب جان لیا۔

علامہ سنواری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قَدْ وَرَدَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمْ يُخْرِجِ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى
أَطْلَعَهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ -
(جمع النہایہ خالص الاعتقاد ص ۵)

بلاشبہ وارد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کو دنیا سے نہ لے گیا جب تک کہ
آپ کو تمام اشیاء کا علم عطا نہ فرما دیا۔

علوم خمسہ قیامت کب آئے گی۔ مینہ کب، کہاں اور کتنا برے گا۔ مادہ کے پیٹ
میں کیا ہے۔ کل کیا ہوگا اور فلاں کہاں مرے گا۔ ان پانچوں علوم کے
متعلق علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

الْحَقُّ أَنَّهُ لَمْ يُخْرِجِ نَبِيَّنَا
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ
الدُّنْيَا حَتَّى أَطْلَعَهُ عَلَى تِلْكَ
الْخَمْسِ وَلَكِنَّهُ أَمَرَ بِكُتُبِهَا -
حق یہ ہے کہ بے شک ہمارے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہاں تک کہ
ان پانچوں علوم پر بھی آپ کو مطلع کیا گیا لیکن
ان کے چھپانے کا حکم ہوا۔

(تفسیر صاوی ص ۲۴۴)

علامہ ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَلَكَّ أَنْ تَقُولَ إِنَّ عِلْمَ هَذِهِ
الْخَمْسَةِ وَإِنْ كَانَ لَا يَمْلِكُ إِلَّا
اللَّهُ وَلَكِنْ يَجُوزُ أَنْ يُعَلِّمَهَا مَنْ
يَشَاءُ مِنْ مُجِبِّدٍ وَأَوْلِيَاءِهِ بِقَرِينَةٍ
قَوْلِهِ تَعَالَى إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ خَبِيرٌ عَلَى

اور تو یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ ان پانچوں علوم کا اگرچہ
اللہ کے سوا کوئی مالک نہیں لیکن یہ جائز ہے کہ
اللہ اپنے محبوبوں اور ولیوں میں سے جس کو چاہے
سکھائے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے قرینہ
سے کہ اللہ جاننے والا اور خبر دینے والا ہے

أَنْ يَكُونَ الْخَيْرُ بِمَعْنَى الْمَخْبِرِ - اور خیر بمعنی مخبر ہے۔

(تفسیر احمدیہ ص ۳۹۷)

سیدی امام عبدالوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَأُوتِيَ عِلْمَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى الرُّوحِ وَ
الْخَمْسِ الَّتِي فِي آيَاتِ اللَّهِ
عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ - اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کل شئی کا علم دیا گیا ہے حتیٰ کہ رُوح اور ان پانچ غیبوں کا بھی جن کا بیان آیتہاں اللہ عنده علم الساعة میں ہے۔

(کشف الغمہ ص ۵۶)

حافظ الحدیث سیدی احمد مالکی غوث الزمان سید شریف عبدالعزیز حسنی رحمۃ اللہ

علیہما سے راوی ہیں۔

یہ پانچوں غیب جو آیہ شریفہ میں مذکور ہیں ان میں سے کوئی چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی نہیں اور یہ کیونکر مخفی رہیں جبکہ آپ کی امت کے ساتوں قطب ان کو جانتے ہیں حالانکہ ان کا مرتبہ غوث کے نیچے ہے پھر غوث کا کیا کہنا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا کہنا جو اولین و آخرین کے سردار اور ہر چیز کے سبب اور ہر شے انھیں سے ہے۔

هُوَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنَ الْخَمْسِ الْمَذْكُورَةِ فِي الْآيَةِ الشَّرِيفَةِ وَكَيْفَ يَخْفَى عَلَيْهِ ذَلِكَ وَالْأَقْطَابُ السَّبْعَةُ الشَّرِيفَةُ يَعْلَمُونَهَا وَهُمْ دُونَ الْغُوثِ فَكَيْفَ بِالْغُوثِ فَكَيْفَ بِسَيِّدِ الْأَوْلِيَيْنِ وَالْآخِرِينَ الَّذِي هُوَ سَبَبُ كُلِّ شَيْءٍ وَمِنْهُ كُلُّ شَيْءٍ -

علامہ ابراہیم بجوری شرح قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔

لَمْ يَخْرُجْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا بَعْدَ أَنْ أَعْلَمَهُ اللَّهُ تَعَالَى بِهَذِهِ الْأُمُورِ آيِ الْخَمْسَةِ (ص ۹)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پانچوں غیبوں کا علم بھی دے دیا

حافظ الحدیث علامہ احمد سلجاسی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ غوث زماں حضرت

سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

أَنَّ عُلَمَاءَ الظَّاهِرِينَ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ
وَعَيْرِهِمْ اِخْتَلَفُوا فِي النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَتْ
يَعْلَمُ الخَمْسَ فَقَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
كَيْفَ يَخْفَى أَمْرُ الخَمْسِ عَلَيْهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْوَاحِدُ مِنْ
أَهْلِ التَّصَرُّفِ مِنْ أُمَّةٍ الشَّرِيفَةِ
لَا يُمْكِنُهُ التَّصَرُّفُ إِلَّا بِمَعْرِفَةِ
هَذَا الخَمْسِ -

کہ علماء ظاہر محدثین وغیرہ مسئلہ علوم خمس
میں باہم اختلاف رکھتے ہیں علماء کا ایک گروہ
کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا علم تھا
دوسرا انکار کرتا ہے اس میں حق کیا ہے؟ فرمایا
رضی اللہ عنہ نے حضور سے یہ غیب کیونکر مخفی رہ
سکتے ہیں حالانکہ آپ کی امت شریفیہ میں جو
اولیائے کرام اہل تصرف ہیں (کہ عالم میں تصرف
کرتے ہیں) وہ تصرف نہیں کر سکتے جب تک
ان پانچوں غیب کو نہ جان لیں -

(الابریز شریف ص ۲۸۳)

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ العزیز دفتر ثالث ثنوی شریف میں موزہ و عقاب
کی حدیث میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا -
گرچہ ہر غیبی خدا مارا نمود دل دران لحظہ بحق مشغول بود
اگرچہ خدا تعالیٰ نے ہمیں ہر غیب دکھا دیا مگر اس وقت میرا قلب مبارک مشاہدہ
جمال حق میں مستغرق و مشغول تھا -

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شیخ ابو عبد اللہ شیرازی سے نقل فرماتے ہیں -
نَعْتَقِدُ أَنَّ الْعَبْدَ يَنْتَقِلُ فِي الْأَحْوَالِ
حَتَّى يُصِيرَ إِلَى نَعَةِ الرُّوحَانِيَّةِ
فَيَعْلَمُ الْغَيْبَ -
ہمارا عقیدہ ہے کہ بندہ ترقی مقامات پا کر جب
صفت روحانی تک پہنچتا ہے تو اسے علم غیب
حاصل ہو جاتا ہے -

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں -

فَاضَ عَلَيَّ مِنْ جَنَابِ الْمُقَدَّسِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفِيَّةَ تَرَقِّي
یعنی مجھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ
اقدس سے فائض ہوا کہ بندہ کیونکر اپنی جگہ سے

العَبْدُ مِنْ حَيِّزِهِ إِلَى حَيِّزِ الْقُدُسِ
فَتَجَلَّى لَهُ كُلُّ شَيْءٍ كَمَا أَخْبَرَ
عَنْ هَذَا الشَّهَدِ فِي قِصَّةِ الْمَعْرَاجِ
الْمَنَامِيِّ -
مقام قدس تک ترقی کرتا ہے کہ ہر شے اس
پر روشن ہو جاتی ہے جیسا کہ واقعہ معراج میں
آپ نے اس مقام سے خبر دی۔
(فیوض الحرمین ص ۵۹)

یہی شاہ صاحب فرماتے ہیں۔
الْعَارِفُ يَنْجَذِبُ إِلَى حَيِّزِ الْحَقِّ
فَيَصِيرُ عِنْدَ اللَّهِ فَيَتَجَلَّى لَهُ كُلُّ شَيْءٍ
موتا ہے تو ہر چیز اس پر روشن ہو جاتی ہے
(فیوض الحرمین ص ۶۱)

انہی شاہ صاحب نے ولی فرد کے خصائص سے لکھا کہ وہ تمام نشاۃ عنصری جسمانی
پرستولی ہوتا ہے پھر لکھا کہ یہ استیلاء انبیاء علیہم السلام میں تو ظاہر ہے۔
وَأَمَّا فِي غَيْرِهِمْ فَمَنَاصِبُ وَرَاثَةٌ
الرَّسُولِ كَالْمُجَدِّدِيَّةِ وَالْقُطْبِيَّةِ
وَوُجُوهُ إِثَارَهَا وَأَحْكَامُهَا وَالْبُلُوغُ
إِلَى حَقِيقَةِ كُلِّ عِلْمٍ وَوَحَالٍ -
رہے غیر انبیاء ان میں وراثت انبیاء کے منصب
ہیں جیسے مجدد ہونا، قطب ہونا اور ہر علم و حال
کی حقیقت کو پہنچ جانا۔
(فیوض الحرمین ص ۹۳)

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت آنکھوں کے
بیان اور ایک اسی سینہ اقدس کے بیان میں گزر چکی ہے جس میں انھوں نے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے علم غیب کے متعلق لکھا اور اعتراف کیا ہے۔ یہ تیسری عبارت اولیاء کرام کی
شان میں ہے فرماتے ہیں۔

اطلاع بر لوح محفوظ بمطالعہ و دیدن نقوش
نیز از بعضے اولیاء بتواتر منقول است۔
یعنی لوح محفوظ پر مطلع ہونا اسے دیکھنا اس میں
جو کچھ لکھا ہے اس کا مطالعہ کرنا بھی بعض اولیاء
سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔

(تفسیر عزیزی سورہ جن)

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراک غیبیات کا ان کو ہوتا ہے اصل میں یہ علم حق ہے
(شما تم امدادیہ ص ۵۱۱، امداد المشتاق ص ۷۷)

جناب محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں -
علوم اولین مثلاً اور ہیں اور علوم آخرین اور لیکن وہ سب علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہیں - (تخذیر الناس ص ۷۷)
یہی نانوتوی صاحب دوسرے مقام پر فرماتے ہیں -

جناب سرور کائنات علیہ و علی آلہ الصلوٰت والتسلیمات ہر چند بشر تھے مگر خیر البشر خدا کے منظور نظر تھے۔ خداوند کریم نے اپنے سب کمالوں سے حصہ کامل ان کو عنایت فرمایا تھا منجملہ کمالات علم جو اول درجے کا کمال ہے اپنے ہی علم میں سے ان کو مرحمت کیا چنانچہ
وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ اس دعوے کے لئے دلیل کامل ہے
اس صورت میں آپ کا علم وہ خدا ہی کا علم ہوا اور آپ کا کہا وہ خدا ہی کا کہا نکلا۔
(فیوض قاسمیہ ص ۴۲)

جناب حسین احمد اجدو دھیاباشی جن کو مدنی بھی کہتے ہیں، فرماتے ہیں -
علم احکام و شرائع و علم ذات و صفات و افعال جناب باری عز اسمہ و اسرار حقانی کونیہ وغیرہ وغیرہ میں حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰت والسلام کا وہ رتبہ ہے کہ نہ کسی مخلوق کو نصیب ہوا اور نہ ہوگا اور ما سوا اس کے جتنے کمالات ہیں سب میں بعد خداوند اکرم عز اسمہ مرتبہ حضور علیہ الصلوٰت والسلام کا ہے کوئی مخلوق آپ کے ہم پلہ علوم و دیگر کمالات میں نہیں - (الشہاب الثاقب ص ۷۷)

مسئلہ علم غیب کے متعلق یہ مختصر سا مضمون ہدیہ ناظرین ہے، امید ہے کہ اس سے انشاء اللہ بہت کچھ مسئلہ کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ

۱۔ مسئلہ علم غیب کے متعلق اگر تفصیلی بحث درکار ہو تو اگلے صفحہ کے حاشیہ میں درج رسالوں کا مطالعہ فرمائیں

يَسَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ -

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ابو محمد عبدالحق حقانی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس کے بیان میں فرماتے ہیں کہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس کو ایک رفیع الشان محل سمجھنا چاہیے جس میں بارہ کمرے ہوں اور ہر کمرے میں ایک مجلس ہو اور مجلس کے حاکم اعلیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں جس کی توضیح یہ ہے۔

کمرہ اول

اس میں ایک عظیم الشان شہنشاہ تشریف فرما ہیں کہ روئے زمین کے بڑے بڑے بادشاہان عرب و عجم، روم و شام، ایران و ہند وغیرہ ممالک کے دست بستہ ان کے سامنے حاضر ہیں اور تدابیر مملکت قوانین جہاندارمی امور سلطنت وغیرہ ان سے دریافت کر رہے ہیں اور جو کچھ وہ فرماتے ہیں اس کو وہ سرانگھوں پر رکھتے ہیں، وہ ان جملہ بادشاہوں کے بادشاہ کون ہیں۔ نبی اکرم نور مجسم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

کمرہ دوم

اس میں ایک عظیم القدر جلیل الشان حکیم تشریف فرما ہیں کہ دنیا بھر کے حکماء ان کے سامنے دست بستہ حاضر ہیں، علوم سیاست، تدبیر منزل، درستی آداب و اخلاق اور دیگر علوم حکمیہ کا استفادہ کر رہے ہیں اور وہ استادِ کل، معلمِ علم و حکمت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک

(۱) الدولۃ المکیۃ (۲) خالص الاعتقاد از اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(۳) الکلمۃ العلیا از صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

(۴) جاء الحق حصہ اول از منہ قرآن حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب بدایونی۔

(۵) انوار الغیبیہ از شیر بشتیہ اہل سنت مناظر اسلام حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

کو اس کی استعداد و فہم کے مطابق تعلیم فرما رہے ہیں۔

کمرہ سوم

اس میں ایک جلیل القدر عظیم الشان قاضی القضاة بڑی تمکنت اور وقار کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور ان کے سامنے دنیا بھر کے قاضی (جج) معاملہ فہم، موجد قوانین سیارہ نو ایسیہ حاضر ہیں اور آپ کے فیصلہ جات اور ارشادات کو اپنا دستور العمل بنا رہے ہیں وہ قاضی القضاة بھی حضور ہی میں صلی اللہ علیہ وسلم۔

کمرہ چہارم

اس میں ایک مفتی مہجر مسندِ افتاء پر تشریف فرما ہیں اور علوم و فنون کے دریا جو اس کے سینہ اقدس میں موجزن ہیں رواں ہیں اور دنیا بھر کے محدثین، مفسرین، متکلمین، مقررین مقررین اس کے سامنے حاضر ہیں اور سب کے سب اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس چشمہ علم و حکمت سے سیراب ہو رہے ہیں، وہ مفتی مہجر بھی سید الکائنات حضرت محمد مصطفیٰ ہی میں صلی اللہ علیہ وسلم۔

کمرہ پنجم

اس میں ایک محتسب باوقار مسندِ حکومت پر رعب و جلال سے تشریف فرما ہیں اور احکامِ الہی سے نافرمانی کرنے والوں کو سزائیں دلو رہے ہیں، کہیں زانی سنگسار ہو رہا ہے اور کہیں چور کے ہاتھ کاٹے جا رہے ہیں، مسکرات کے استعمال کرنے والوں پر دتے پڑے ہیں اور ظلم و تعدی کرنے والوں کو سزائیں ہو رہی ہیں، شہوات اور فسق و فجور کے روم مٹا جا رہے ہیں، دغا بازوں، مکاروں اور فریبیوں پر سزائیں ہو رہی ہیں، راشی اور مرشی حکام سے باز پرس ہو رہی ہے۔ یہ صاحبِ وقار محتسب بھی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

کمرہ ششم

اس میں ایک جلیل القدر، رفیع الصوت، خوش الحان قاری جلوہ افروز ہیں اور دنیا بھر کے قاری اس کے سامنے سر نیاز جھکائے ہوئے دست بستہ حاضر ہیں، فن تجوید،

قرأتِ سبعہ اور قواعد و قوانین، لب و لہجہ وغیرہ کی تعلیم ہو رہی ہے۔ یہ عظیم الشان قاری بھی آپ ہی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

کمرہ ہفتم

اس میں ایک عابد و زاہد دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر تشریف فرما ہیں۔ صبح و شام رات و دن میں ایک گھڑی تو کیا ایک سانس بھی غفلت سے نہیں گزارتے۔ ہر وقت تسبیح و تہلیل اور اوراد و وظائف، فرائض و نوافل، ادعیہ صبح و شام میں مشغول و مصروف ہیں اور دنیا بھر کے عابد و زاہد اس کے حضور حاضر ہیں۔ عبادت و ریاضت اور طریقت کے اصول و طریق وغیرہ حاصل کر رہے ہیں اور وظائف صبح و شام اوراد و اشغال کی تعلیم ہو رہی ہے یہ عابد و زاہد بھی حضور سرور کائنات ہی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

کمرہ ہشتم

اس میں ایک عارفِ کامل تشریف فرما ہیں کہ ذات و صفات کے اسرار اور عالمِ ناسوت و ملکوت کے حقائق اس کے دل پر منکشف ہیں اور تمام دنیا کے عارف اس کے حضور عجز و انکسار سے حاضر ہیں اور حقائق و معارف اسرار و رموز کی تعلیم ہو رہی ہے۔ یہ عارفِ کامل بھی وہی معدن اسرار کل حضرت نبی اکرم ہی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

کمرہ نہم

اس میں ایک واعظِ عالم و فاضل منبرِ اطہر پر جلوۂ افروز ہے اور لوگوں کی ارواح اور قلوب کو اپنے کلامِ مقدس کی تاثیر و انوار سے مسرور و منور کر رہا ہے۔ کسی کو ثوابِ عظیم اور اجرِ جزیل کی ترغیب سے راہِ راست پر لا رہا ہے اور کسی کو عذابِ قبر اور جہنم کے المناک حالات سنا کر توبہ کر رہا ہے اور ہزاروں دارِ آخرت کے درجات اور حیاتِ جاودانی کے برکات سن کر ایمان لا رہے ہیں اور ہزاروں بدکار عذابِ قبر اور دوزخ کی سزاؤں کے حالات سن کر اپنی بدکاریوں پر نادم ہو کر توبہ کر رہے اور رو رہے ہیں، دنیا بھر کے عالم و فاضل اور واعظ اس کے حضور دست بستہ حاضر ہیں اور طریق و عظ وغیرہ کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ یہ واعظ اور عالمِ علمِ لدنی بھی حضور سید عالم ہی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

کمرہ دھم

اس میں ایک مرشد کامل صاحبِ طریقت و صاحبِ دل تشریف فرما ہے جس کی نگاہ خاک کو کیمیا کر رہی ہے۔ ہزاروں نامراد بامراد اور ہزاروں ناشاد شاد ہو رہے ہیں کہیں چوڑی قطب بن رہے ہیں اور کہیں قطب غوث بن رہے ہیں۔ تمام دنیا کے مرشدِ کامل اس کے حضور حلقہ بگوش میں ہر ایک کی استعداد کے مطابق اسے سیراب کیا جا رہا ہے وُصولِ الی اللہ کے رستے حجاباتِ دُور کرنے کے طریقے، مقامات، احوال، مراتب توجہ، تاثیر، ذوق و شوق، وجد و رقص، فنا و بقا وغیرہ کی تعلیم ہو رہی ہے۔ یہ مرشدِ کامل بھی حضور ہی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

کمرہ یازدھم

اس میں ایک اولوالعزم، رفیع الشان، خاتمِ نبوت، صاحبِ کتابِ رسولِ مکرم تشریف فرما ہیں اور تمام رسولِ حضرت ابراہیم واسحق و یعقوب و داؤد و سلیمان و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام ان کے ارد گرد تشریف رکھتے ہیں اور خاتم النبیین سے فیوض و برکات حاصل کر رہے ہیں اور وہ رسولِ مکرم خاتم النبیین ان کی شریعتوں کے احکام گھٹا بڑھا رہے ہیں اور سب رسولِ بسر و چشم قبول کر رہے ہیں اور انھیں اپنا امام اور سردارِ انبیاء تسلیم کر رہے ہیں۔ وہ رسولِ مکرم خاتم النبیین بھی جنابِ محمد مصطفیٰ ہی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

کمرہ دوازدھم

اس میں ایک پیکرِ نور، حسنِ ازل، نازنینِ محبوب، کعبے کی مانند تشریف فرما ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال کی تجلی نے اس گلبدن کے بدنِ اطہر کو اپنا منظر و مسکن ٹھہرایا ہے۔ حسنِ ازل کے انواروں نے اس کو روشن کر کے خدا کی شانِ محبوبیت اس میں جلوہ گر رکھی ہے اور وہ اپنی محبت کی کشش سے لوگوں کے دلوں کا شکار کر رہا ہے اور لاکھوں اس ازلِ حُسن کے عاشق بڑی دُور سے بغیر امید کسی منفعت اور بدون کسی خواہش کمال کے فقط دیدار کے بھوکے دیوانوں کی طرح دوڑے چلے آتے ہیں اور اپنی اپنی پیشانیاں اس کے

فیض کے آستانے پر گھستے ہیں اور اس کے جمال کی ایک جھلک کے مشتاق ہیں اور یہ مرتبہ کسی اور کو حاصل نہیں ہوا ہے مگر اسی محبوب کے صدقے سے بعض کو تھوڑا حصہ اس محبوب کی محبوبیت سے حاصل ہوا ہے اور جن کو اس محبوبیت سے کچھ حصہ ملا ہے، مخلوق کا جھکاؤ ان کی طرف ہو گیا ہے اور وہ محبوب ازلی بھی جناب سرور کائنات حبیب خالق کائنات حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہی ہیں۔

اگر کسی کو ان بارہ مجلسوں میں کسی قسم کا شک و شبہ ہو تو وہ خوب غور کرے اور سوچے کہ ان سب کاموں کی اصل کہاں سے ہے تو بے شک اس کو یقین آ جائے گا کہ یہ سب کارخانہ ایک جھلک ہے، کمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے انواروں میں سے جیسے جڑ کی تازگی سے شاخ شاخ اور پتہ پتہ سرسبز رہتا ہے اور جیسے دریا سے نہریں نکل کر چاروں طرف جاری ہوتی ہیں اسی طرح حقیقت میں سینہ بے کینہ جناب سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم منبع اور مخزن ہے تمام کمالاتِ ظاہری اور باطنی کا۔ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض فوارے کی مانند چشموں کی طرح جاری ہے اور کائنات کے ہر فرد کو سیراب کر رہا ہے۔ (تفسیر عزیزی و حقانی ملخصاً) ۷

تو اصل وجود آمدی از نخست
دگر ہر چہ موجود شد فرع تست (شیخ سعدی)

فوائد

- ۱۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو (مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ) جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے، کل شئی کا تفصیلی علم عطا فرمایا ہے۔
- ۲۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب میں طعنہ زنی کرنا اور نہ ماننا منافقین کا کام ہے۔
- ۳۔ یہ کہ دنیا کا کارخانہ اور تمام نظام عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض و برکت سے چل رہا ہے۔
- ۴۔ یہ کہ جو کمال کسی کو ملا ہے اور ملے گا اس کے منبع اور مخزن حضور ہی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

شکرم مبارک

گل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
 اُس شکرم کی قناعت پہ لاکھوں سلام
 جو کہ عزم شفاعت پہ کھنچ کر بندھی
 اُس کمر کی حمایت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

اُمّ المؤمنین محبوبہ سید المرسلین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا اور نہ ہی کبھی فقر و فاقہ کا شکوہ کسی سے فرمایا۔

(زرقانی علی المواہب صفحہ ۳۱۱)

یہ اختیاری فقر و فاقہ تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غنا سے زیادہ پیارا تھا، ورنہ آپ کے ہاتھوں میں کیا کچھ نہ تھا۔ خزائن ارض کی کنجیاں، اللہ کی تمام نعمتیں اور کائنات کی ساری برکتیں آپ کے بے مثل ہاتھوں میں تھیں جیسا کہ ہاتھوں کے بیان میں مذکور ہو چکا ہے۔

ہر رتبہ کہ بود در امکان بروست ختم
ہر نعمتے کہ داشت خدا شد برو تمام

(مدارج النبوت صفحہ ۲۵)

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں مکے کی پتھر لی زمین کو تمہارے لئے سونا بنا دوں؟ میں نے عرض کیا اے میرے پروردگار نہیں بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ

اَشْبِعُ يَوْمًا وَاَجُوعُ يَوْمًا فَاِذَا جَعْتُ
تَضَرَّعْتُ اِلَيْكَ وَذَكَرْتُكَ فَاِذَا
شَبِعْتُ شَكَرْتُكَ وَحَمِدْتُكَ۔

ایک دن آسودہ رہوں اور ایک دن بھوکا رہوں
پس جب بھوکا رہوں تو تیری طرف زاری و عاجزی کروں اور دل
جان سے تجھ کو یاد کروں اور جب آسودہ رہوں
تو تیرا شکر اور تیری حمد کروں۔

(ترمذی - زرقانی صفحہ ۳۲۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل امین مکہ معظمہ میں کوہ صفا پر تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبریل قسم ہے اس ذاتِ اقدس کی جس نے تجھ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ شام کو آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ایک مٹھی بھر آٹا اور ایک پتھلی بھر ستو بھی نہیں ہوتا۔ بس یہ فرمایا ہی رہے تھے کہ آسمان سے ایک سخت آواز آئی۔ فرمایا جبریل یہ کیا ہے؟ عرض کیا اے اے آپ کے پاس حاضر ہونے کا حکم ہوا ہے، چنانچہ وہ حاضر ہو گئے اور کہا کہ آپ نے ابھی جو کلام فرمایا ہے وہ اللہ تعالیٰ نے سنا

تو مجھے آپ کے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے کر بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ میں وہ آپ کی خدمت میں پیش کر دوں اور تہامہ کے پہاڑوں کو زمرّد، یاقوت، سونا اور چاندی بنا دوں۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں تو میں ابھی یہ کام کر دیتا ہوں آپ کو اختیار ہے کہ چاہے نبی بادشاہ بنیں یا نبی بندے؟ جبریل نے آپ کی طرف تواضع اختیار کرنے کا اشارہ فرمایا تو آپ نے تین مرتبہ فرمایا، میں نبی بندہ بننا چاہتا ہوں۔

فَبَعَثَنِي إِلَيْكَ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ
الْأَرْضِ وَأَمَرَنِي أَنْ أَعْرَضَ عَلَيْكَ
أَسِيرُ مَعَكَ جِبَالَ تِهَامَةَ زَمْرَدًا وَ
يَاقُوتًا وَذَهَبًا وَفِضَّةً فَإِنْ رَضِيتَ
فَعَلْتُ فَإِنْ شِئْتَ نَبِيًّا مَلِكًا وَ
إِنْ شِئْتَ نَبِيًّا عَبْدًا فَأَوْجِبْ إِلَيَّ
جِبْرِيْلَ أَنْ تَوَاضَعَ فَقَالَ نَبِيًّا
عَبْدًا ثَلَاثًا۔

(طبرانی، زرقانی علی المواہب ص ۳۲۲)

ثابت ہوا کہ یہ فقر و فاقہ آپ نے خود اختیار فرمایا تھا اور اس کو غنا پر ترجیح دی تھی ورنہ آپ مالکِ کونین تھے۔

| | |
|----------------------------|----------------------------|
| دونوں جہاں کے داتا ہو کر | مالکِ دین و دُنیا ہو کر |
| صلی اللہ علیہ وسلم | فاقے سے ہیں سرکارِ دو عالم |
| تکلیف کے بدلے اینٹ یا پتھر | عجز تو دیکھو اللہ اکبر |
| صلی اللہ علیہ وسلم | اور سرِ سرکارِ دو عالم |

آپ کے فقر وفاقے کا یہ عالم تھا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ اور آپ کے اہل و عیال کئی کئی راتیں پے درپے بھوکے گزارتے۔
وَكَانَ أَكْثَرَ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيرِ
اور اکثر ان کی روٹی جو کی روٹی ہوتی۔

(ترمذی ص ۱۵۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
مَا أَكَلَ خُبْزًا مَرَّقًا حَتَّى
مَاتَ - (ترمذی شریف ص ۱۵۱)
آپ نے آخری دم تک تیلی روٹی (چپاتی) نہیں کھائی۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ
مَا شَبِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ يَوْمَئِذٍ
مُتَتَا يَعْين حَتَّى قُبِضَ -
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کی روٹی سے
پے درپے دو دن پیٹ نہیں بھرا یہاں تک
کہ آپ فاقے دیتے گئے۔ (یعنی ایک دن کھاتے
تھے ایک دن نہیں)

(ترمذی شریف ص ۱۵۱)

اور فرماتی ہیں کہ جب کبھی میں سیر ہو کر کھاتی ہوں تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے فقر وفاقہ کا حال یاد آجاتا ہے تو پھر میں رونے لگ جاتی ہوں۔

وَاللَّهُ مَا شَبِعَ مِنْ خُبْزٍ وَلَحْمٍ مَرَّتَيْنِ
فِي يَوْمٍ (ترمذی شریف ص ۱۵۱)
خدا کی قسم آپ نے کبھی ایک دن میں روٹی
اور گوشت سے دو وقت پیٹ نہیں بھرا۔

اور میں آپ کے فاقے کی حالت کو دیکھ کر رو پڑا کرتی اور اپنا ہاتھ آپ کے پیٹ
پر پھیر کر کہتی کہ فاقہ سے کیا دب گیا ہے۔

وَأَقُولُ نَفْسِي لَكَ الْفِدَاءُ لَوْ تَبَلَّغْتَ
مِنَ الدُّنْيَا بِمَا يَقْوَتُكَ فَيَقُولُ يَا
عَائِشَةُ مَا لِي وَالدُّنْيَا إِخْوَانِي مِنْ
أُولِي الْعِزْمِ مِنَ الرُّسُلِ صَبَرُوا عَلَيَّ
مَا هُوَ أَشَدَّ مِنْ هَذَا -
اور کہتی کہ آپ پر میری جان فدا ہو دنیا میں سے
اتنا تو قبول فرما لیجئے جو جہانی قوت کے قائم
رکھنے کو کافی ہو تو فرماتے عائشہ مجھے دنیا سے
کیا کام میرے بھائی اولوالعزم رسول تو اس سے
بھی سخت حالت پر صبر کیا کرتے تھے۔

(شغلہ شریف ص ۸۴) ۵

کھانا جو کھانا جو کی روٹی ان چھٹا آٹا، روٹی موٹی
وہ بھی شکم بھر روز نہ کھانا صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دیکھا کہ آپ نماز بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں۔ میں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا بھوک کی وجہ سے۔ میں بے اختیار رونے لگا۔ فرمایا مت رو، جو شخص بہ نیت اجر و ثواب بھوکا رہے، قیامت کے دن کی سختی سے محفوظ رہے گا۔

(کنز العمال، زرقانی علی المواہب ص ۳۱۹)

بلاشبہ جس طرح آپ اور آپ کے اہل بیت و ازواج مطہرات نے گزران کی ہے دنیا میں کوئی نہیں کر سکتا۔ شہنشاہ کونین ہو کر آپ کے حجرہ مبارکہ کی یہ کیفیت تھی کہ جلانے کی چند لکڑیاں گاڑ کر اوپر کھبل لگا دیئے گئے تھے۔ وفات شریف تک یہی خاص دولت میرا رہا۔

ازواج مطہرات کے حجروں کا یہ حال تھا کہ چار حجروں کی دیواریں کچی اینٹ کی تھیں اور چھتیں کھجور کی شاخوں کی تھیں جن پر مٹی کی لپائی کر دی گئی تھی اور پانچ حجروں کی دیواریں بھی نہ تھیں صرف کھجور کی شاخیں گاڑ کر ان پر مٹی کا گلابہ کر دیا گیا تھا اور ان کے دروازوں پر تین ہاتھ لمبے اور ایک ہاتھ چوڑے کھبل کے پردے پڑے رہتے تھے۔ سیدنا امام حسین فرماتے ہیں کہ ان کی بلندی اتنی تھی کہ میرا سر ان کی چھت کو لگتا تھا تو اس سے ان کے محل سراؤں کے ارتعاع کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ یہ خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے دولت خانے تھے جن میں انھوں نے عمر بھر گزران کی۔

غالباً ان ہی حالات کے پیش نظر شاید کسی بیوی کا خیال زینیت و آرائش کی طرف ہوا ہوگا کہ ساتھ ہی یہ آئیہ شریفیہ نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِيَ دَوَاجِكُمْ إِن
كُنْتُمْ تُحِبُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَ

اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تمہیں دنیا کی زندگی اور اس کی زینیت و آرائش کی خواہش

ہے تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر خوش اسلوبی سے رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو بیشک اللہ تعالیٰ نے تم نیک نجتوں کے لئے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

زَيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمِّيَّتُكُمُ
وَأَسْرَحَكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا
وَإِنْ كُنْتُمْ تُرِيدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ
لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا

(الاحزاب ۲۸، ۲۹)

ان آیات کریمہ کے نزول کے بعد جس قدر زیور و زینت اور آرائش وغیرہ کے خیالات تھے سب کافور ہو گئے اور صرف خدا اور رسول اور وعدہ قیامت پر قانع ہو کر انھی محفل میں فقر و فاقہ کے ساتھ عمریں بسر کیں۔

بات دراصل یہ ہے کہ وہاں دنیا طلبی تو مقصود ہی نہ تھی، ورنہ دنیا دار تو اولاً خود مال جمع کرتا ہے اور پھر اس مال سے اپنی اولاد اور متعلقین کو مالی فائدہ پہنچانے کی فکر میں رہتا ہے۔ مرزا قادیانی ہی کو دیکھ لیجئے کہ مسیحیت و نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر کے خوب سامان اور دولت جمع کی اور دولت جمع کرنے کی عجیب و غریب تدابیر اختیار کیں مثلاً بہشتی مقبرہ بنایا اور اس میں دفن ہونے کی شرط جائداد کا دسواں حصہ مقرر کر دی، کتاب پھینے سے پہلے ہی دو گنی چو گنی قیمت وصول کر لینی اور پھر کتاب ندارد۔ دعا کی پیشگی اجرت لی جاتی اور اثر ندارد۔ چندے اور زکوٰۃ وغیرہ وصول کر کے حساب ندارد۔ حساب طلب کرنے پر حکم ہوتا ہے کیا میں کسی کا خزانچی ہوں؟ لنگر کا معاملہ بہت اہم ہے کیونکہ یہ حکم ہے کہ جو لنگر میں چندہ نہ دے وہ اسلام سے خارج۔

غرض کہ خوب سامان دولت جمع کیا اور عیش کی زندگی، تقویت اعصاب وغیرہ کے لئے انگریزی وہ دوائیں کھاتے جن میں شراب ہوتی، کیوٹرا، عنبر، مشک، بید مشک، ہنفرتا و مقویات کی بھرمار رہتی، بیوی سونے کے زیور سے لد گئی۔ مکانات و باغات، شاہانہ خوراک و لباس، فرش و فرش اور عیش و عشرت جو ان کو اور ان کی اولاد کو حاصل ہے اسی مسیحیت کا نتیجہ ہے جو انھوں نے بڑی عقلمندی سے حاصل کی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کے دماغ

میں خلل آگیا تھا جس کی وجہ سے نبوت و مسیحیت کا دعویٰ کیا تھا مگر صاحب ان کے اصول بتا رہے ہیں کہ وہ دیوانے ہرگز نہ تھے مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا انکار کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مدعی نبوت سے لوگ معجزے ضرور طلب کرتے ہیں۔ اس لئے انھوں نے انکار ہی کر دیا تاکہ معجزات دکھانے کا جھگڑا ہی جاتا رہے اور الہامات پر زور دیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ ایسی چیز ہی نہیں جس کے دیکھنے دکھانے کا سوال پیدا ہو جو چاہا کہہ دیا، اور پھر اس میں ایسی ایسی تاویلیں کرتے ہیں کہ میدان صاف کا صاف، کیا دیوانے سے ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک نیا کارخانہ نبوت قائم کر دے اور ایسے اصول پر اس کی بنیاد رکھے کہ کام بھی چلتا رہے اور دیکھنا دکھانا بھی نہ پڑے۔

اگرچہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پاک میں مرزا قادیانی کا ذکر کمال بے ادبی ہے مگر جب نَعْرِفُ الْأَشْيَاءَ بِأَصْدَادِهَا پر نظر پڑتی ہے تو عذر خواہی کا موقع مل جاتا ہے کیونکہ ظلمت کے مقابلے میں نور کی قدر ہوتی ہے متضاد اشیاء کے پیدا کرنے کی یہی حکمت معلوم ہوتی ہے کہ ہر چیز کا انکشاف ہو جائے۔ اگر نبوت صادقہ کے مقابلہ میں نبوت کاذبہ اور نور صداقت کے مقابلہ میں ظلمت کذب نہ ہوتی تو سچے نبی کی عظمت و شان اور جھوٹے نبی کی خواری و ذلت کبھی معلوم نہ ہوتی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے ہونا اور مرزائے قادیانی کو محمدی سلیم کا ہاتھ نہ آنا۔ حالانکہ بقول ان کے ان کا نکاح آسمانوں پر خود خدائے تعالیٰ نے کیا تھا اس پر روشن دلیل ہے۔ (مقاصد الاسلام)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر افطار کئے روزے پر روزہ رکھتے تھے یہ دیکھ کر صحابہ کرام نے بھی اسی طرح روزے رکھنے شروع کر دیئے جب کمزوری کے آثار ان میں نمایاں ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں منع فرمایا۔

صحابہ نے عرض کیا حضور خود تو روزہ رکھتے ہیں
فَمَا لَكُمْ إِذَا صَلَّيْتُمْ قَالُوا لَسْتُ كَأَحَدٍ
فَمَا لَكُمْ إِذَا أَطَعْتُمْ وَأَسْقَى
فرمایا بلاشبہ مجھ کو (باطنی طور پر) کھلایا اور
پلایا جاتا ہے میں تمہارے جیسا نہیں ہوں۔
(بخاری و مسلم کتاب الصوم ص ۲۵۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں

نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوَصَالِ
قَالُوا إِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ
إِنِّي لَسْتُ بِمِثْلِكُمْ إِنِّي أَطْعَمُ
وَأَسْقِي -

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر افطار کئے
روزے پر روزہ رکھنے سے ممانعت فرمائی
تو صحابہ نے عرض کیا حضور خود تو روزہ رکھتے
ہیں؟ فرمایا میں تمہاری مثل نہیں ہوں (یعنی
میں تمہاری طرح ظاہری خورد و نوش کا محتاج
نہیں ہوں) مجھے روحانی غذا کھلائی اور پلائی
جاتی ہے۔

(بخاری ۱۶۳۰ و مسلم ۲۵۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوَصَالِ فِي الصَّوْمِ فَقَالَ
لَهُ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ إِنَّكَ تُوَاصِلُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَآيَكُمْ مِثْلِي؟
إِنِّي آبَيْتُ بِطَعْمِنِي رَبِّي وَيَسْقِيَنِي
(بخاری ۲۶۲۰ و مسلم ۲۵۱)

کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال
سے منع فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا یا رسول
اللہ آپ خود تو روزہ رکھتے ہیں؟ فرمایا، کون
بے تم میں میری مثل؟ میں رات (اپنے رب
کے پاس) گزارتا ہوں میرا رب مجھے کھلاتا اور
پلاتا ہے۔

صحیح بخاری و مسلم کی ان حدیثوں میں غور کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے
فرماتے ہیں میں تمہاری مثل نہیں ہوں، اور کون ہے تم میں میری مثل؟
کیا وہ لوگ انہما انا بشر مثلكم نہیں پڑھتے تھے، ان کو یہ آیت یاد نہیں تھی؟
انہوں نے کیوں نہ کہا کہ ہم سب آپ کی مثل ہیں؟ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور اکرم صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے مثل اور بے نظیر مانتے تھے اور انا بشر مثلكم کا مفہوم ان
کے نزدیک وہ نہیں تھا جو آج کل کے ہماری و برابری کا دعویٰ کرنے والوں نے سمجھا
ہے۔ اہل ایمان کو صحابہ کرام کے اعتقاد سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔
تراسندنا زبے عرش بریں ترا محرم راز ہے روح امیں

تو ہی سر رہو جہاں ہے شہا تری مثل نہیں ہے خدا کی قسم
 حضرت مولانا نے روم علیہ رحمۃ القیوم فرماتے ہیں
 کار پاکاں را قیاس از خود نگیر
 گرچہ مانند در نوشتن شیر و شیر
 اے عزیز! پاک لوگوں کو اپنے جیسا قیاس نہ کرو۔ شیر اگرچہ لکھنے میں شیر (دودھ) کا
 ہمیشہ شکل ہے مگر دونوں میں بڑا فرق ہے۔

شیر آں باشد کہ مرد اورا خورد
 شیر آں باشد کہ مردم را درد
 یعنی اگرچہ شیر اور شیر کتابت میں یکساں نظر آتے ہیں مگر شیر (دودھ) وہ ہے
 جس کو آدمی کھا جاتا ہے اور شیر وہ جانور ہے جو آدمیوں کو بچاڑ ڈالتا ہے۔
 جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد
 کم کسے ز ابدال حق آگاہ شد
 اس غلط قیاس کے سبب تمام جہان گمراہ ہو گیا (الاماشاء اللہ) اور شاذ و نادر
 ہی کوئی شخص اللہ کے دوستوں سے واقف ہوا۔

اشقیا را دیدہ بینا نمود
 نیک و بد در دیدہ شاں یکساں نمود
 بد بخت لوگ حق ہیں آنکھوں سے محروم تھے اس لئے ان کی نظروں میں نیک و
 بد یکساں دکھائی دیا۔

ہم سری با انبیاء برداشتند
 اولیاء را ہمچو خود پنداشتند
 اپنے غلط قیاس سے کبھی انہوں نے انبیاء کی برابری کا دعویٰ کر دیا اور کبھی اولیاء
 کو اپنے برابر سمجھ لیا۔
 گفتہ اینک ما بشر ایشاں بشر ما و ایشاں بستہ خواہیم خورد

اگر کسی نے اس سوئے ادب پر اعتراض کیا تو کہہ دیا کہ ہم بھی انسان، وہ بھی انسان، ہم اور وہ دونوں سونے اور کھانے کے یکساں پابند ہیں پھر فرق کیا ہوا؟

ایں نداشتند ایشان از عمی

بست فرقی در میاں بے منتھی (شہنوی دفتر اول)

مگر اندھوں نے اپنی کور باطنی سے یہ نہ دیکھا کہ ان دونوں میں بے انتہا فرق ہے حضور سرورِ دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا بول و براز بلکہ تمام فضلات طیب و

طاہر تھے۔

حضرت اُمّ امین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن میں پشیا ب کیا۔ میں اٹھی اور پانی سمجھ کر پی گئی کیونکہ میں پیاسی تھی صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر جب میں نے بتایا کہ واللہ وہ تو میں پی گئی تو آپ سن کر بہت منہ سے۔

وَقَالَ لَنْ تَشْتَكِيَّ وَجَعَ بَطْنِكَ بَعْدَ
يَوْمِكَ هَذَا أَبَدًا۔

اور فرمایا آج سے تجھ کو کبھی پیٹ کی کوئی بیماری نہ ہوگی۔

(مستدرک حاکم ص ۴۳۔ دلائل النبوة ص ۳۸۔ البونعم، خصائص کبریٰ ص ۱۔ زرقانی علی المواہب ص ۲۳)

اسی طرح برکت نامی کنیز نے (جو اُمّ المؤمنین اُمّ حبیبہ کے ساتھ حبشہ سے آئی تھی) حضور کا بول مبارک پی لیا تھا جس پر حضور نے اس کو فرمایا تھا کہ تو نے اپنے آپ کو جہنم سے بچا لیا۔ (خصائص کبریٰ ص ۱)

امام قاضی عیاض اور علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہما ان دونوں حدیثوں کے لکھنے کے بعد فرماتے ہیں

وَلَمْ يَأْمُرْ وَاحِدًا مِنْهُمْ بِغَسْلِ
فِيهِ وَلَا نَهَاهَا عَنْ عَوْدَةِ۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں سے نہ تو کسی سے کہا کہ اپنے مونہوں کو دھوؤ اور نہ ہی آئندہ کے لئے منع فرمایا۔

(شفا شریف ۳۱، زرقانی ص ۲۳۳)

معلوم ہوا کہ امت کے حق میں حضور کے فضلات مبارک طیب و طاہر باعثِ برکت

اور دافع الامراض ہیں ورنہ حضور منع فرما دیتے اور یہی امام اس کے بعد فرماتے ہیں۔
 الْحَدِيثُ هَذِهِ الْمَرْأَةُ الَّتِي شَرِيَتْ بَوَلَّهَ صَوِيحِمٌ۔

(شفاء شریف، زرقانی علی المواہب ص ۲۲۹)

حضرت سلمیٰ امراة ابی رافع رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں
 کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا تو میں نے غسل کا پانی پیا اور آپ کو
 اطلاع دی۔

فَقَالَ اَذْهَبِي فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ بِدَانِكَ
 تو فرمایا جا تیرے جسم پر آتش دوزخ حرام ہو گئی
 (طبرانی، خصائص کبریٰ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگو آئے
 جو خون نکلا وہ ایک قریشی غلام نے پی لیا۔

فَقَالَ اَذْهَبْ فَقَدْ اَحْذَرْتَ نَفْسَكَ
 تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا تو نے اپنے
 نفس کو دوزخ سے بچا لیا۔
 مِنَ النَّارِ۔

(خصائص کبریٰ، زرقانی علی المواہب ص ۲۲۹)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پی گئے
 تھے جب کہ پچھنے لگو اگر خون ان کو دیا تھا کہ جاؤ باہر کہیں ایسی جگہ چھپا دو جہاں کوئی نہ دیکھے
 وہ باہر نکل کر پی گئے۔ جب واپس آئے تو فرمایا کیا کر آیا ہے؟ عرض کی ایسی جگہ چھپا آیا ہوں
 جہاں کوئی نہ دیکھے گا۔ فرمایا شاید تو پی آیا ہے؟ عرض کی ہاں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ جس
 میں آپ کا خون ہوگا اس کو دوزخ کی آگ نہ لگے گی۔ فرمایا جا تو بھی دوزخ کی آگ سے
 بچ گیا۔ پھر فرمایا افسوس ان لوگوں پر جو تجھے قتل کریں گے اور افسوس کہ تو ان سے نہ
 بچے گا۔

(متدرک - کنز العمال - شفاء شریف - بزار - ابویعلیٰ - بیہقی - خصائص کبریٰ ص ۶۸ - زرقانی ص ۲۳)

حضرت عبداللہ بن زبیر سے کسی نے پوچھا کہ خون اقدس کا ذائقہ کیا تھا تو فرمایا ذائقہ
 شہد کی طرح اور خوشبو کستوری جیسی۔ (شرح شفاء بلا علی قاری)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ اُحد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید ہوا تو لب مبارک بھی مجروح ہو گیا جس سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ حضرت مالک بن سنان (حضرت ابوسعید خدری کے والد) رضی اللہ عنہ نے جو دیکھا تو آگے بڑھ کر لب مبارک کو چوسنا شروع کر دیا اور اتنا چوسا کہ وہ جگہ سفید ہو گئی۔ جب وہ چوس رہا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا اسے پھینک دے! تو اس نے کہا واللہ! میں آپ کے خون مبارک کو زمین پر نہ پھینکوں گا اور نگلتا ہی گیا۔

نَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ
كُوِّدَ لِيْهِ جَنَّةٌ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا - (جس نے میرا خون پی لیا ہے)
تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی جنتی آدمی کو دیکھنا چاہے وہ اس شخص (مالک بن سنان) کو دیکھے۔

(زرقانی علی المواہب ص ۲۳)

یہاں یہ بات بہت ہی قابل غور ہے کہ خون کا حرام ہونا نص قطعی سے ثابت ہے۔
لَا تَمَاحَرَمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالْدَّمَ - الْآيَةُ (البقرہ - ۱۷۳)

کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ صحابہ کرام نے کسی آدمی یا جانور کا خون پیا ہو مگر حضرت عبداللہ بن زبیر اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مبارک کو پی لیا حالانکہ وہ ایسی چیز بھی نہیں جس کی طرف رغبت ہو، بلکہ ہر شخص جانتا ہے کہ وہ بالطبع مکروہ ہے۔ اگرچہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مقدس کی حلت و حرمت کا بیان مقصود نہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ انھوں نے کیوں پیا، آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ محبت کی وجہ سے تو یہ باور نہیں ہو سکتا اس لئے کہ کیسا ہی دوست اور محبوب ہو اس کا خون یا پیشاب پینا گوارا نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ کوئی علامت محبت ہے معلوم ہوا کہ محبت کی وجہ سے انھوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس کا منشا کچھ اور ہی تھا اور وہ یہ تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس حقیقت کو جان گئے تھے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک اور اجسام کے مثل نہیں ہے وہ سراپا طاہر اور مطہر ہے اور اس جسم پاک کا ہر جزو ہمہ تن نور ہے اور اس میں وہ برکت اور فضیلت رکھی

ہوئی ہے کہ کسی دوسرے جسم میں نہیں، چنانچہ وہ فضلات مبارک کو تبرک سمجھتے تھے اور پی جاتے تھے کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ ان کو اپنے باطن میں پہنچانا باعث ترقی روحانی ہے غور فرمائیے وہ صحابہ کرام جن کی فضیلت تمام امت مرحومہ پر نصوص قطعیہ سے ثابت ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات مبارک کو طیب و طاهر سمجھتے تھے تو کیا یہ ممکن ہے کہ معاذ اللہ وہ اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل اور ہمہر سمجھتے ہوں؟ واللہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم تو کہاں آپ کے بول و براز کی ہمہری نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ تَدْخُلُ الْخَلَاءَ
فَإِذَا خَرَجْتَ دَخَلْتُ أَتْرُكُ فَمَا
أَرَى شَيْئًا إِلَّا إِنِّي أَجِدُ رَائِحَةَ الْمَسْكِ
قَالَ إِنَّمَا مَعَاشِرَ الْأَنْبِيَاءِ تُنَبِّتُ
أَجْسَادُنَا عَلَى أَرْوَاحِ أَهْلِ الْجَنَّةِ
فَمَا خَرَجَ مِنْهَا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا ابْتَلَعَتْهُ
الْأَرْضُ -

ایک دن میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے ہیں جب آپ واپس آتے ہیں تو میں اندھ جاتی ہوں مجھے وہاں اور تو کچھ نظر نہیں آتا مگر یہ کہ وہاں سے کستوری کی سی خوشبو آتی ہے فرمایا ہم پیغمبروں کے وجود بہشتی رُوحوں کی صفت پر پیدا کئے جاتے ہیں پس ان جسموں کوئی چیز نہیں

(ابو نعیم - شفا خصائص کبریٰ صفحہ ۲۲۹) نکلتی مگر زمین اسے نکل لیتی ہے۔

(یعنی جنتیوں کی رُوحوں میں جو لطافت و پاکیزگی اور خوشبو ہوتی ہے وہ ہمارے جسموں میں ہوتی ہے اس لئے ہمارا بول و براز اور پسینہ وغیرہ خوشبو ہوتا ہے اور جن جگہ پر پڑتا ہے اسے معطر کر دیتا ہے) اور ان سے جو کچھ نکلتا ہے اسے زمین اپنے اندر حلول کر لیتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنَّكَ تَأْتِي الْخَلَاءَ فَلَا نَرَى مِنْكَ
شَيْئًا مِّنَ الْأَذَى فَقَالَ يَا عَائِشَةُ

کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ جب بیت الخلاء سے تشریف لاتے ہیں تو ہم کو وہاں کوئی چیز نظر

مَا عَلِمْتِ أَنَّ الْأَرْضَ تَبْتَلِيهِ
مَا يَخْرُجُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَلَا
يُرَى مِنْهُ شَيْءٌ۔

نہیں آتی؟ فرمایا اے عائشہ کیا تجھے معلوم نہیں
کہ جو شے انبیاء سے نکلتی ہے اس کو زمین نگل
جاتی ہے اور اس میں سے کچھ دکھائی نہیں دیا
کرتا۔ (ابونعیم، خصائص کبریٰ ص ۲۸۰، شفاء شریف)

(دلائل النبوت ص ۳۸، زرقانی ص ۲۲۸)

اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین کا فضلہ مبارک کو نگل جانا اور وہاں سے خوشبو کا مہکنا
غالباً اس لیے تھا کہ کوئی اس فضلہ مبارک کو دیکھنے نہ پائے اور اس کی طبیعت میں دوسرے
لوگوں کے فضلات کی طرح نجاست و کراہت کا خیال پیدا نہ ہو بلکہ طہارۃ و پاکیزگی کا تصور
پیدا ہو۔

شیخ المحدثین حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علامہ
عینی شارح صحیح بخاری فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ و شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے ہیں کہ بہت زیادہ قوی دلائل سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے
فضلات طیب و طاہر تھے اور اس کو آپ کے خصائص میں شمار کیا گیا ہے۔

(مراج النبوت)

امام قاضی عیاض و علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں
أَنَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ
إِذَا أَرَادَ أَنْ يَتَخَوَّطَ الْأَشَقَّتِ
الْأَرْضُ فَأَبْتَلَعَتْ غَائِطَهُ وَبَوْلَهُ
فَأَحْتِ لِذَلِكَ رَائِحَةً طَيِّبَةً۔

کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ پھرنے کا
ارادہ فرماتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کے
پاخانے اور پیشاب کو نگل جاتی اور وہاں سے
عمدہ اور پاکیزہ خوشبو مہکنے لگتی۔

(شفاء شریف، زرقانی علی المواہب ص ۲۲۶)

امام قسطلانی شارح صحیح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
وَأَمَّا طَيْبُ رِيحِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَعَرَقِهِ وَفُضْلَاتِهِ فَقَدْ

بہر نوع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ریح مبارک،
پسینہ اقدس اور حضور کے فضلات شریفیہ کی

مہکتی ہوئی خوشبو میں سب حضور کی ذاتِ مقدسہ
کی صفات تھیں خواہ آپ خوشبو لگائیں یا نہ
لگائیں۔

كَانَتِ الرَّائِحَةُ الطَّيِّبَةُ صِفَتَهُ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ لَمْ
يَمَسَّ طَيِّبًا۔

(مواہب اللدنیہ ص ۲۸۲)

اور یہی امام آگے چل کر فرماتے ہیں۔

اور مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
بول مبارک اور خونِ اقدس سے برکت حاصل
کی جاتی تھی۔

وَرَوَى أَنَّهُ كَانَ يُتَبَّرُ بِبَوْلِهِ وَ
دَمِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(مواہب اللدنیہ ص ۲۸۲)

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری رحمہ اللہ القوی فرماتے ہیں۔

بے شک آپ کے فضلاتِ شریفہ کے طیب و
طاہر ہونے پر بڑی کثرت سے دلائل قائم ہیں
اور ائمہ نے اس کو آپ کے خصائص میں شمار
کیا ہے۔

وَقَدْ تَكَثَّرَتِ الْأَدِلَّةُ عَلَى طَهَارَتِهِ
فُضْلَاتِهِ وَعَدَّ الْأَيْمَّةُ ذَلِكَ فِي
خَصَائِصِهِ۔

(فتح الباری شرح بخاری ص ۲۱۸)

شیخ الاسلام علامہ امام بدر الدین عینی حنفی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بے شک بہت سی حدیثیں اس بارہ میں وارد
ہوئیں کہ صحابہ کی ایک جماعت نے حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کا خون مبارک پیا، ان میں
حضرت ابو طیبہ حجام ہیں اور ایک قریشی لڑکا
ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پھنسنے لگا
تھے اور عبد اللہ ابن زبیر نے بھی آپ کا خون
مبارک پیا ہے، روایت کیا ہے اسے بزار،
طبرانی، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم نے حلیہ میں،
اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

وَقَدْ وَرَدَتْ أَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ أَنَّ
جَمَاعَةً شَرَبُوا دَمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ أَبُو طَيْبَةَ الْحَجَّامُ
وَعَلَامٌ مِّنْ قُرَيْشٍ حَجَمَ النَّبِيَّ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ زُبَيْرٍ
شَرِبَ دَمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
رَوَاهُ الْبَزَارُ وَالطَّبْرَانِيُّ وَالْحَاكِمُ
وَالْبَيْهَقِيُّ وَأَبُو نَعِيمٍ فِي الْجَلِيَّةِ وَيُرْوَى
عَنْ عَلِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ شَرِبَ

دَمَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
 وَرَوَى أَيْضًا أَنَّ أُمَّرَأَيْمَنَ شَرِبَتْ
 بَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -
 رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَالذَّارِقُطْنِيُّ وَأَبُو
 نُعَيْمٍ وَأَخْرَجَ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ
 فِي رَوَايَةٍ سَلَّمَ امْرَأَةً أَبِي رَافِعٍ
 أَنَّهَا شَرِبَتْ بَعْضَ مَاءٍ غَسَلَ بِهِ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَقَالَ لَهَا حَرَّمَ اللَّهُ بِدَنِكَ عَلَيَّ
 النَّارِ -

انہوں نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خون
 اقدس پیا ہے نیز مروی ہے کہ اُمّ ایمن نے
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب مبارک پیا -
 اس حدیث کو حاکم، دارقطنی اور ابو نعیم نے
 روایت کیا ہے اور طبرانی نے اوسط میں ابو
 رافع کی عورت سلمیٰ سے روایت کیا کہ اس
 نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غسل میں استعمال
 کیا ہوا پانی پیا تو آپ نے اس کو فرمایا اللہ
 تعالیٰ نے اس پانی کی وجہ سے مجھ پر
 کو حرام فرما دیا -

(عمدة القاری شرح بخاری ص ۷۸)

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں -

اور صحیح قرار دیا ہے بعض ائمہ شافعیہ نے حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب مبارک اور تمام
 فضلات مبارک کی طہارت و پاکیزگی کو اور یہی قول
 ہے امام ابو حنیفہ کا جیسا کہ مواہب میں عینی
 شرح بخاری سے نقل کیا ہے اور اس کی تصریح
 علامہ بیہقی نے شرح اشباہ میں فرمائی ہے اور
 حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کے بول مبارک اور تمام فضلات شریفیہ
 کی طہارت و پاکیزگی پر قومی دلیل قائم ہے
 اور ائمہ نے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
 خصائص کریمہ میں شمار کیا ہے اور بعض علمائے

وَصَحَّحَ بَعْضُ أَيْمَةِ الشَّافِعِيَّةِ
 طَهَارَةَ بَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَسَأَى تَرْفُضَاتِهِ وَبِهِ قَالَ
 أَبُو حَنِيفَةَ كَمَا نَقَلَهُ فِي
 الْمَوَاهِبِ الدُّنْيَا عَنْ شَرْحِ
 الْبُخَارِيِّ لِلْعَيْنِيِّ وَصَرَّحَ بِهِ الْبَيْرُتِيُّ
 فِي شَرْحِ الْأَشْبَاهِ وَقَالَ الْحَافِظُ
 ابْنُ حَجَرٍ تَطَاوَرَتِ الْأَدْلَةُ عَلَى
 ذَلِكَ وَعَدَّ الْأَيْمَةَ ذَلِكَ مِنْ
 خَصَائِصِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَنَقَلَ بَعْضُهُمْ عَنْ شَرْحِ

ملا علی قاری کی شرح مشکوٰۃ سے نقل کیا انہوں نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب کا اس مسئلہ میں پسندیدہ قول یہی ہے کہ آپ کے جمیع فضلات مبارکہ طیب و طاہر ہیں اور ملا علی قاری نے شرح شمائل باب ماجاء تعطرہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں طہارت فضلات شریفہ کو ثابت کرنے میں پوری تحقیق کے ساتھ طویل کلام کیا ہے۔

مَشْكُوٰةٍ لِمَلَا عَلِيَّ قَارِيَّ اَنَّهُ
قَالَ اخْتَارَهُ كَثِيْرٌ مِّنْ اَصْحَابِنَا
وَاطَالَ فِي تَحْقِيْقِهِ فِي شَرْحِهِ
عَلَى السَّمَائِلِ فِي بَابِ
مَا جَاءَ تَعَطُّرُهُ عَلَيْهِ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
(رد المحتار شرح درمختار ص ۲۳۲)

راس المحدثین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ القوی فرماتے

ہیں۔
وہیچ کس اثر فضلہ ایساں را بروئے زمین
ندیدہ زمین می شکافت و فرو میرود و ازاں
مکان بوئے مشک می شمیدند۔
اور کسی نے آپ کے فضلہ مبارک کا اثر زمین
پر نہیں دیکھا کیونکہ زمین پھٹ جاتی اور وہ اس
میں پوشیدہ ہو جاتا اور اس جگہ سے نہایت
پاکیزہ خوشبو آتی۔

(تفسیر عزیزی سورہ والضحیٰ ص ۲۱۹)

جناب انور شاہ صاحب کشمیری صدر مدرس دیوبند فرماتے ہیں۔
لَاِنَّ الْعُلَمَاءَ ذَهَبُوا اِلَى طَهَارَاتِهِ
فَضْلَاتِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔
کہ علماء امت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات
شریفہ کی طہارت کی طرف گئے ہیں۔

(فیض الباری شرح بخاری ص ۲۸۹)

جناب اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں۔
اور مروی ہے کہ آپ جب بیت الخلاء میں جاتے تھے تو زمین پھٹ جاتی اور
آپ کے بول و براز کو نگل جاتی اور اس جگہ نہایت پاکیزہ خوشبو آتی۔ حضرت عائشہ نے

اسی طرح روایت کیا ہے اور اسی لئے علماء آپ کے بول و براز کے طاہر ہونے کے قائل ہوئے ہیں، ابو بکر بن سابق مالکی اور ابو نصر نے اس کو نقل کیا ہے اور مالک بن سنان یوم اُحد میں آپ کا خون (زخم کا) چوس کر پی گئے آپ نے فرمایا اس کو کبھی دوزخ کی آگ نہ لگے گی اور عبداللہ بن زبیر نے آپ کا خون جو پھینے لگانے سے نکلا تھا پی لیا تھا اور برکت اور آپ کی خادمہ اُم ایمن نے آپ کا پیشاب پی لیا تھا سو ان کو ایسا معلوم ہوا جیسا شیریں نفیس پانی ہوتا ہے۔

(نشر الطیب صفحہ ۱۹۳)

سید العارفین حضرت مولانا روم علیہ رحمۃ القیوم فرماتے ہیں۔
اشقیاراً دیدہ بیانا نبود نیک و بد در دیدہ شاں کیماں نمود
بد بخت لوگ حق ہیں آنکھوں سے محروم ہیں اس لئے ان کی آنکھوں میں نیک
بدکیماں دکھائی دیتا ہے۔

ہم سری با انبیاء برداشتند اولیاء ہمچو خود پنداشتند
چنانچہ انھوں نے انبیاء کی برابری کا دعویٰ کر دیا اور اولیاء کو اپنے برابر سمجھ لیا

ہے۔

گفت اینک ما بشر ایشاں بشر ما و ایشاں بستہ خواہیم و خور
اگر کسی نے اس سوے ادب پر اعتراض کیا تو کہہ دیا ہم بھی انسان وہ بھی انسان
ہم اور وہ دونوں سونے اور کھانے وغیرہ کے پابند ہیں پھر فرق کیا ہوا؟
اس نہ دانستند ایشاں از عمی ہست فرقے در میاں بے منتہی
مگر انھوں نے اپنی کور باطنی سے یہ نہ سمجھا کہ دونوں فریقوں میں بے انتہا فرق ہے
ہر دو گوں زنبور خور دند از محسل لیک شد زان نیش و زان دیگر عمل
مثلاً ہر دو رنگ کی زنبوروں (یعنی بھڑ اور شہد کی مکھی) نے (مچھلوں اور شگوفوں
کارس) ایک ہی جگہ سے چوسا مگر اس سے ڈنگ پیدا ہوا اور اس دوسری سے شہد۔
ہر دو گوں آہو گیاه خور دند و آب زیں یکے سرگس شد و زان مشکب ناب

دوسری مثال یہ کہ دونوں قسم کے ہرنوں نے ایک ہی طرح کی گھاس چری اور ایک ہی گھاٹ سے پانی پیا لیکن ایک میں تو میگنیاں بن گئیں اور دوسری میں خالص کستوری ہر دو نے خوردند از یک آنخورد آں یکے خالی و آن پر از شکر تیسری مثال یہ کہ دونوں قسم کے نے ایک ہی گھاٹ سے سیراب ہوئے لیکن ایک کھوکھلا ہے اور وہ دوسرا شکر سے پُر ہے۔

صد ہزاراں ایسے چنیں ایشاہ ہیں فرق شاہ ہفتاد سالہ راہ ہیں ایسی ہی لاکھوں نظیریں دکھو گے ان میں شتر برس کی راہ کا فرق پاؤ گے۔ ایں خورد گرد و پلیدی زو جدا و اں خورد گرد و ہمہ نور خدا اسی طرح یہ غذا کھاتا ہے تو اس سے نجاست نکلتی ہے اور وہ (نبی) جو کھاتا ہے تو وہ سب کا سب نور خدا بن جاتا ہے۔

ہر دو صورت گر بہم ماندرواست آب تلخ و آب شیریں راصفاست اگر دونوں کی صورتیں ملتی جلتی ہیں تو یہ ممکن ہے (چنانچہ) تلخ پانی اور شیریں پانی دونوں میں صفائی موجود ہے۔

جز کہ صاحب ذوق کہ شناسد بیاب او شناسد آب خوش از شورہ آب صاحب ذوق کے سوا کون پہچان سکتا ہے (اس صاحب ذوق سے) ملاقات کر کیونکہ وہی خوشگوار پانی اور شور پانی میں فرق کر سکتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر یہ دعا فرمائی۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي نُورًا فِي قَلْبِي وَنُورًا فِي قَبْرِي وَنُورًا مِّنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَنُورًا مِّنْ خَلْفِي وَنُورًا عَنِّي وَنُورًا عَن شِمَالِي وَنُورًا مِّنْ فَوْقِي وَنُورًا مِّنْ تَحْتِي وَنُورًا فِي سَمْعِي وَنُورًا

اے اللہ کر دے میرے لئے میرے دل میں نور اور میری قبر میں نور اور میرے آگے نور اور میرے پیچھے نور اور میرے دائیں اور میرے بائیں نور اور میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور اور میرے کانوں میں نور اور میری آنکھوں

میں نور اور میرے بالوں میں نور اور میری جلد
میں نور اور میرے گوشت میں نور اور میرے
خون میں نور اور میری ہڈیوں میں نور اے اللہ!
میرے لیے بہت ہی زیادہ نور کرے اور مجھے
نور عطا فرما اور مجھ کو نور کر رکھ۔

فِي بَصَرِي وَنُورًا فِي شَعْرِي وَ
نُورًا فِي بَشَرِي وَنُورًا فِي لَحْيِي
وَ نُورًا فِي دَمِي وَنُورًا فِي عِظَامِي
اللَّهُمَّ اعْظِمْ لِي نُورًا وَاعْظِمْنِي
نُورًا وَاجْعَلْ لِي نُورًا۔

(ترمذی شریف کتاب الدعوات ص ۳۸۹)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نورانی دعا کو
ضرور قبول فرمایا تو ثابت ہوا کہ آپ کے جسم مبارک کی ہر چیز نور ہے اور آپ سر اپا نور
ہی نور ہیں اور جو چیز بھی آپ کے جسم مبارک میں جاتی وہ بھی نور ہی ہو جاتی ہے
آں خورد گرد و دہمہ نور حشا

ثابت ہوا کہ آپ کے تمام فضلات مبارک طیب و طاہر ہیں اور ان کو نجاست و
غلاظت کہنا بے ادبی و گستاخی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک
سفر میں تھے۔ آپ قضائے حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئے تو کوئی موزوں جگہ
نظر نہ آئی جس کی آڑ میں آپ فراغت حاصل کرتے سوائے دو درختوں کے وہ بھی
الگ الگ تھے اور ان کے درمیان کافی فاصلہ تھا تو مجھے فرمایا۔

يَا جَابِرُ قُلْ لِهَذِهِ الشَّجَرَةِ يَقُولُ
لَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْحَقِّي بِصَاحِبَتِكَ حَتَّىٰ أَجْلِسَ
خَلْفَكُمَا فَزَجَفْتُ حَتَّىٰ لَحِقْتُ
بِصَاحِبَتِهَا فَجَلَسَ خَلْفَهُمَا فَخَرَجْتُ
أَحْضِرْ وَجَلَسْتُ أَحَدَاتُ نَفْسِي
فَالْتَفَتْتُ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اے جابر جاؤ اور اس درخت سے کہہ دو کہ
رسول اللہ تجھے فرماتے ہیں کہ تو اس درخت
سے مل جاتا کہ تم دونوں کی آڑ میں فراغت
حاصل کر لیں حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے
ارشاد کی تعمیل کی تو وہ درخت اپنی جگہ سے
چلا اور دوسرے درخت سے جا ملا آپ ان
دونوں کی آڑ میں بیٹھ گئے اور میں ایک طرف

ہو کر بیٹھ گیا اور دل ہی دل میں باتیں کرنے لگا۔ جب میں نے مڑ کر دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لارہے تھے اور وہ دونوں درخت جدا ہو کر اپنے اپنے مقام پر جا کھڑے ہوئے۔ حضور نے کچھ دیر توقف فرمایا اور اپنے سر مبارک سے دائیں اور بائیں جانب اشارہ فرمایا۔

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْبِلًا وَالشَّجَرَتَانِ
قَدْ افترقتا فقامت كل واحد
منهما على ساق فوق راس
الله صلى الله عليه وسلم وقف
فقال برأسه هكذا يمينًا و
شمالًا۔ (شفاء شریف ص ۱۹۶،
خصائص ص ۳۲)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج سے واپس آرہے تھے۔ جب بن روماء میں پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تمہیں کہیں کھجور کے درخت اور پتھر نظر آتے ہیں؟ میں نے عرض کیا ہاں! وہ چند درخت ہیں جو قریب قریب کھڑے ہیں اور وہ پتھروں کے ڈھیر نظر آ رہے ہیں

فرمایا جاؤ ان درختوں اور پتھروں سے کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم فرماتے ہیں کہ قریب قریب ہو جاؤ تاکہ حاجت بشری سے فراغت حاصل کر لیں۔ حضرت اسامہ فرماتے ہیں کہ میں نے وہاں جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سنایا، خدا کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا وہ درخت زمین پھاڑتے ہوئے اور وہ پتھر کودتے ہوئے ایک دوسرے کے قریب ہو کر تہ بہ تہ ہوتے گئے یہاں تک کہ ان درختوں اور پتھروں کی دیوار بن گئی۔ حضور صلی

قال انطلق الى التخلات فقل لهن
ان رسول الله صلى الله عليه و
سلم يا مركان ان تدانين لمخرج
رسول الله صلى الله عليه وسلم
وقل للجاره مثل ذلك فاتيتهن
فقلت لهن ذلك فوالذي بعثه
بالحق لقد جعلت انظر الى التخلات
ينحدن الارض خذا حتى اجتمعن
وانظر الى الجارة يتناقرن حتى
صرن رصما خلف التخلات فلما

قَضَا حَاجَتَهُ وَانصَرَفَ قَالَ عُدَّ
إِلَى النَّخْلَاتِ وَالْحِجَارَةِ فَقُلُّ
لَهُنَّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُكَ أَنْ
تَرْجِعَنَّ إِلَى مَوَاضِعِكُنَّ -
اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے تشریف لے گئے،
جب حاجت سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو
مجھ سے فرمایا کہ ان درختوں اور پتھروں سے کہہ
دو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم
فرماتے ہیں کہ اپنے اپنے مقامات پر واپس ہو
جاؤ چنانچہ وہ واپس ہو گئے۔

(دلائل النبوت، ابو نعیم ص ۳۳۶، ابو یعلیٰ، بہیقی، خصائص کبریٰ ص ۳۶، شفا شریف ص ۱۹۷)
اسی مضمون کی بہت سی احادیث آتی ہیں مقبول بارگاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و
سلم امام بوسیری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۷

جَاءَتْ لِدَاعُوْتِهِ الْأَشْجَارُ سَاجِدَاتٌ
تَمْشِي إِلَى عَلِي سَاقٍ يَلَا قَدَمَ

جب آپ نے درختوں کو بلایا تو وہ آپ کے بلانے پر اپنی شاخیں جھکائے ہوئے
مثل سجدہ کرنے والے کے ایسے حال میں حاضر ہوئے کہ وہ اپنے تنوں پر بلا قدم چلتے
تھے۔ (قصیدہ بردہ شریف)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے جب درخت اور پتھر ایک دوسرے
کے قریب قریب ہو گئے تو معلوم ہوا کہ انھوں نے آپ کے حکم کو سنا اور اس کو اپنے
دل میں جگہ دی اور عاقلانہ قوت سے خیال کیا کہ اس حکم کی تعمیل ضروری ہے اس کے
بعد جس طرح ان سے ہو سکا چلے اور حکیم رسالت کی تعمیل کی حالانکہ دیکھنے کو نہ ان کے کان
تھے، نہ دل، نہ عقل، نہ پاؤں مگر جو کام ان اعضاء کے متعلق تھے وہ سب وقوع میں
آئے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سننے کا مدار کانوں اور اس کے اندر نیچے ہوئے پٹھوں
پر ہی نہیں۔ اسی پر دوسرے اعضاء کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔ عادت کی وجہ سے خیال کیا
جاتا ہے کہ جمادات و نباتات کو نہ سماعت اور نہ بصارت وغیرہ ہے مگر واقعات سے
معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جمادات و نباتات میں بھی ان قوتوں کو ودیعت فرمایا

ہے، وہ بھی سنتے دیکھتے اور سمجھتے ہیں مگر کسی اور طریقے سے اور یہ ضروری نہیں کہ سب کے دیکھنے سننے سمجھنے اور کھانے پینے، چلنے پھرنے کا ایک ہی طریقہ مقرر ہو۔ دیکھنے آدمی اور جانور منہ سے پیٹ میں غذا پہنچاتے ہیں اور نباتات جڑوں کے ذریعے سے، جو زمین کے اندر گڑھی رہتی ہیں اور پھران کی غذائیں بھی مختلف اور غذا حاصل کرنے کا طریقہ بھی مختلف، اسی طرح چلنے کے طریقے بھی مختلف ہیں، آدمی دو پاؤں پر چلتا ہے، بعض جانور چار پاؤں پر اور بعض ہزار پاؤں پر اور سانپ کا ایک پاؤں بھی نہیں، مگر دوڑنے میں اس قدر تیز کہ آدمی تو کیا گھوڑا بھی سانپ کی تیز رفتاری کو نہیں پہنچ سکتا، اگر آدمی سوچنے لگے تو شاید سانپ کا دوڑنا مشکل سے سمجھ میں آئے گا کیونکہ آدمی پیٹ کے بل چلے تو دو ہاتھ بھی نہیں چل سکتا اور سانپ بلا تکلف پیٹ سے چلتا ہے اور پھر آدمی کو کانٹوں وغیرہ میں جوتوں وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ بغیر جوتے کے کیسی ہی کانٹوں کی زمین ہو بلکہ خاردار درختوں پر برابر دوڑتا ہے، حالانکہ اس کے پیٹ کا پوست آدمی کے تلووں سے زیادہ نرم ہوتا ہے۔ اس مقام پر سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ سانپ کی فطرت ہی اس طرح واقع ہوئی ہے کہ پیٹ پر چلے اور اس کو اتنی قوت دی گئی ہے کہ اپنے جسم کو بغیر کسی سہارے کے حرکت دے سکے۔ آدمی کو یہ قوت نہیں دی گئی کہ وہ پیٹ کے بل جسم کو زور سے حرکت دے کر سانپ کی طرح چلے۔ اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ درختوں اور پتھروں کو چلنے کی قوت عطا فرمائے تو ہرگز بعید از عقل و قیاس نہیں ہے۔ رہا یہ کہ ان کی اس قسم کی حرکت کبھی نہیں دیکھی جاتی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان میں قوت نہیں ہے بلکہ مومن کا یہ عقیدہ ہے کہ ہر چیز کی حرکت اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ سے متعلق ہے، اسی طرح درختوں و پتھروں وغیرہ کی حرکت بھی مشیت پروردگار کے ساتھ متعلق ہے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا ہی مشیت پروردگار تھا لہذا درختوں اور پتھروں نے تعمیل کی، دیکھئے قیامت کے دن بہ مشیت پروردگار پہاڑ وغیرہ چلیں گے۔ کَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ وَلَا ذَا الْجِبَالِ سَيَرَّتْ (التکویر - ۳) (اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے) معلوم ہوا درختوں اور پہاڑوں کا چلنا خلاف عقل

نہیں وہ ضرور چلتے اور حرکت کرتے ہیں مگر اس وقت جب کہ ان کو کوئی حکم واجب الاتباع پہنچے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

أَنَّه صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَلِدًا
مَخْتُونًا مَسْرُورًا أَيْ مَقْطُوعِ الشَّرْكِ -
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ختنہ کٹے ہوئے اور ناف
کاٹے ہوئے پیدا ہوئے تھے۔

(ابن عساکر، طبرانی، ابو نعیم، زرقانی ص ۱۲۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ مِنْ كَرَامَتِي عَلَى رَأِي إِيَّيْ
وُلِدْتُ مَخْتُونًا وَلَمْ يَرَى أَحَدًا
سِوَانِي -
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی طرف
سے یہ بھی میرے اکرام و اعزاز میں داخل ہے کہ
میں ختنہ کیا ہوا پیدا ہوا اور کسی نے میرے ستر
کو نہیں دیکھا۔

(طبرانی و زرقانی ص ۱۲۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

مَا أَحْتَلَمَ نَبِيٌّ قَطُّ وَ
إِنَّمَا الْإِحْتِلَامُ مِنَ
الشَّيْطَانِ -
کسی نبی کو کبھی احتلام نہیں ہوا کیونکہ احتلام
شیطان کی وجہ سے ہوتا ہے اور انبیاء پر شیطان
کا اثر نہیں ہے۔

(طبرانی، خصائص کبریٰ ص ۲۴۹)

حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل امین ایک برتن میں طعام
لے کر آئے میں نے اس میں سے کھایا۔
فَاعْطَيْتُ قُوَّةَ أَرْبَعِينَ رَجُلًا
مَنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِي الْجَمَاعِ -
تو چالیس جنتی مردوں کی قوت جماع کرنے میں
مجھ کو عطا ہوئی۔

(زرقانی علی المواہب ص ۱۹۵ حارث بن ابی اسامہ، ابن سعد، خصائص ص ۱۲۴)

فائدہ :- جنت کے ایک مرد کی قوت دُنیا کے سو مردوں کی قوت کے برابر ہے
 باوجود اس قدر خداداد طاقت و قوت کے ضبط کا یہ عالم تھا کہ خیال کا دامن بھی آلودہ
 عصیان نہ تھا۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی آپ کے
 پردہ کرنے کی جگہ کو نہیں دیکھا اور نہ ہی آپ نے میرے پردہ کرنے کی جگہ کو دیکھا۔

(شفاء شریف و مدارج النبوت)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی

کہ

لَا يَغْسِلُهُ أَحَدٌ غَيْرِي فَإِنَّهُ لَا
 يَزِي أَحَدٌ عَوْرَتِي إِلَّا طُمِسَتْ عَيْنَاهُ
 آپ کو سوائے میرے اور کوئی غسل نہ دے۔
 فرمایا جو بھی میرے ڈھانپنے کی جگہ کو دیکھے گا
 وہ اندھا ہو جائے گا۔

(خصائص کبریٰ ص ۲۶۶)

فوائد

۱۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک و مختار ہو کر فقر و فاقہ خود اختیار فرمایا تھا۔ یہ اختیاری فقر تھا، نہ کہ اضطراری، ورنہ خزان ارض و سما کی کنجیاں اور اللہ کی تمام نعمتیں اور کائنات کی ساری برکتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں تھیں۔

۲۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرح ظاہری خور و نوش کے محتاج نہ تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا اپنا تعلیم امت کے لئے تھا۔

۳۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مثل نہیں بلکہ آپ بے مثل ہیں۔

۴۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بول و براز اور خون مبارک و دیگر فضلات مبارکہ طیب و طاہر ہیں اور نجاست و غلاظت وغیرہ کہنا بے ادبی ہے۔

۵۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے اور آپ کو کبھی احلام نہیں ہوا۔

زانوئے مقدس اور پائے مبارک

انبیاءِ تہ کریں زانو ان کے حضور

زانوؤں کی وجاہت پہ لاکھوں سلام

ساقِ اصلِ قدمِ شاخِ نخلِ کرم

شمعِ راہِ اصابت پہ لاکھوں سلام

کہانیِ قرآن نے خاکِ گزر کی قسم

اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زانوئے مقدس، دونوں ساقین، ہر دوپائے مبارک نرم اور پُر گوشت تھے اور خوبصورت ایسے کہ کسی انسان کے ایسے نہ تھے۔ جب چلتے تو قدم مبارک کو قوت اور وقار اور تواضع سے اٹھاتے جیسا کہ اہل تہمت و شجاعت کا قاعدہ ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
 كَانَ فِي سَاقِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمُوشَةٌ
 نازک تھیں۔

(ترمذی - مشکوٰۃ ص ۵۱۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
 وَلَوْ سِرُّمُ مَقْدَمًا دُرُّ كَبْتِيهِ بَيْنَ
 يَدَيَّ جَلِيْسٍ لَهُ
 اور آپ کو کبھی اس طرح نہیں دیکھا گیا کہ آپ اپنے پاؤں لوگوں کے سامنے کر کے یا لوگوں کی طرف پھیلا کر بیٹھے ہوں۔

(ترمذی - مشکوٰۃ ص ۵۲۰)

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
 كَانَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ
 الْبَشَرِ قَدَمًا
 کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک سب سے زیادہ حسین تھے۔

(ابن سعد - زرقانی علی المواہب ص ۱۹۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-
 مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَسْرَعَ فِي مَشْيِهِ
 کہ میں نے تیز چلنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا (جب آپ چلتے تو یوں معلوم ہوتا کہ گویا زمین آپ کے لیے لپٹی جا رہی ہے۔ ہم آپ کے ساتھ دوڑا کرتے اور تیز چلنے میں مشقت اٹھاتے اور آپ باسانی بے تکلف چلتے (مگر پھر بھی سب سے آگے رہتے)

مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّمَا الْأَرْضُ تُطْوَى لَهُ، أَنَا لِنُجْهِدُ أَنْفُسَنَا وَإِنَّهُ لَغَيْرُ مُكْتَرَبٍ -

(ترمذی - شامل ترمذی مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۸)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس پاؤں جب پتھروں پر آجاتے تو وہ پتھر آپ کے پاؤں کے نیچے نرم ہو جاتے۔

حضرت ابو ہریرہ و حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پتھروں پر چلتے تو آپ کے پاؤں مبارک کے نشان ان پر لگ جاتے (یعنی وہ آپ کے پاؤں کے نیچے نرم ہو جاتے)

أَنَّه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا مَشَى عَلَى الصَّخْرِ غَاصَتْ قَدَمَاهُ فِيهِ -

(بیہقی، ابن عساکر، زرقانی ص ۱۹۷)

حضرت علامہ شہاب الدین خفاجی مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی ننگے پاؤں پتھروں پر چلتے تو پتھر آپ کے مبارک قدموں کے نیچے نرم ہو جاتے اور ان میں بعینہ نشان قدم مبارک پڑ جاتا چنانچہ ان پتھروں کو تبرکاً محفوظ کیا گیا ہے جو کہ اب بھی موجود ہیں۔ بیت المقدس اور مصر میں متعدد جگہ پائے جاتے ہیں اور لوگ ان کی زیارت و تعظیم کرتے ہیں یہاں تک کہ سلطان قابلیائی نے بیس ہزار دینار سے ایک پتھر خریدا تھا اور وصیت کی تھی کہ اسے میری

أَنَّه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي بَعْضِ الْأَحْيَانِ إِذَا مَشَى غَاصَتْ قَدَمَاهُ فِي الْحِجَابَةِ بِحَيْثُ بَقِيَ ذَلِكَ إِلَى الْآنِ وَارْتَسَمَ فِيهَا مِثَالُهُ بِعَيْنِهِ وَالنَّاسُ تَتَبَرَّكُ بِهِ وَتُزَمُّوهُ وَتُعْظَمُهُ كَمَا فِي الْقُدْسِ وَنَقَلَ مِنْهُ فِي مِصْرٍ فِي أَمَاكِنٍ مُتَعَدِّدَةٍ حَتَّى قِيلَ إِنَّ السُّلْطَانَ قَاتِبِيَّيْنِي اشْتَرَاهُ

بِغَيْرِئِنَّ الْفَدَيْنَا وَأَوْصَىٰ بِجَعْلِهِ
عِنْدَ قَبْرِي وَهُوَ مَوْجُودٌ إِلَى الْآلِئِن -
قبر کے پاس نصب کیا جائے چنانچہ وہ اب تک
وہاں موجود ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں کے نیچے آکر پتھروں کا نرم ہو جانا اور
ان میں نشان قدم پڑ جانا ایک حقیقت ہے لیکن آج کل کے بعض لوگ اس حقیقت کا بھی
انکار کرتے ہیں حالانکہ اس کا ثبوت قرآن پاک میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي
بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ
فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ

(آل عمران - ۹۲ - ۹۳)

بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا
گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے، برکت والا، اور
سائے جہان کے واسطے (سرچشمہ) ہدایت ہے،
اس میں روشن نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے
ہونے کا پتھر۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

الْفَضِيلَةُ الثَّانِيَةُ لِهَذَا الْبَيْتِ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ
وَهُوَ الْحَجَرُ الَّذِي وُضِعَ إِبْرَاهِيمَ قَدَمًا عَلَيْهِ
فَجَعَلَ اللَّهُ مَا تَحْتَهُ قَدَمَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مِنْ ذَلِكَ الْحَجَرِ دُونَ
سَائِرِ أَجْزَائِهِ كَالطَّيْنِ حَتَّى غَاصَ فِيهِ
قَدَمُ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَهَذَا
مِمَّا لَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ إِلَّا اللَّهُ تَعَالَى وَلَا يُظْهِرُهُ
إِلَّا عَلَى الْأَنْبِيَاءِ ثُمَّ لَمَّا رَفَعَهُ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَدَمًا عَنْهُ خَلَقَ فِيهِ
الصَّلَابَةَ الْحَجَرِيَّةَ مَرَّةً أُخْرَى ثُمَّ آتَتْهُ
تَعَالَى آيَاتِي ذَلِكَ الْحَجَرِ عَلَى سَبِيلِ الْإِسْمَارِ

کعبہ معظمہ کی ایک فضیلت مقام ابراہیم ہے اور
یہ وہ پتھر ہے جس پر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے اپنا قدم مبارک رکھا تو جتنا ٹکڑا ان کے زیر
قدم آیا ترمٹی کی طرح نرم ہو گیا یہاں تک
حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قدم
مبارک اس میں پیر گیا اور یہ خاص قدرت
الہیہ و معجزہ انبیاء ہے پھر جب ابراہیم علیہ
الصلوٰۃ والسلام نے قدم اٹھایا، اللہ تعالیٰ
نے دوبارہ اس ٹکڑے میں پتھر کی سی سختی پیدا
کر دی کہ وہ نشان قدم محفوظ رہ گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ
نے اسے ہمیشہ کے لئے باقی رکھا ہے تو یہ اقسام

اقسام کے عجیب و غریب معجزے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پتھر میں ظاہر فرمائے ہیں۔

(تفسیر کبیر ص ۱۱۶)

وَالَّذَا مِنْ فَهْدِهِ أَنْوَاعٌ مِنَ الْآيَاتِ الْعَجِيبَةِ وَالْمُعْجِزَاتِ الْبَاهِرَةِ أَظْهَرَهَا اللَّهُ تَعَالَى فِي ذَلِكَ الْحَجَرِ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

ابراہیم (علیہ السلام) کے دونوں مبارک قدموں کا اس پتھر میں نشان ہو جانا یہ روشن نشانی ہے

أَشْرُقَ قَدَمَيْهِ فِي الْمَقَامِ آيَةً بَيِّنَةً۔

(جسے اللہ آیات بنیات فرما رہا ہے)

(تفسیر ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن المنذر)

اور وہ پتھر ابھی تک مکہ معظمہ میں مقام ابراہیم علیہ التحیۃ والتسلیم میں موجود ہے، پس ثابت ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مبارک قدموں کے نیچے آکر پتھروں کا نرم ہو جانا ایک حقیقت ہے جس کا انکار جہالت و گمراہی ہے۔

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ مقام ذی المجاز میں تھے، یہ مقام عرفہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے اور یہاں ہر سال منڈی لگتی تھی حضرت ابوطالب کو پیاس لگی تو۔

انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ بھتیجے میں پیاسا ہوں اور میرے پاس پانی نہیں ہے، یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے اترے اور اپنا پاؤں مبارک زمین پر مارا تو زمین سے پانی نکلنے لگا، فرمایا اے چچا پانی پی لو!

قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَطَشْتُ وَلَيْسَ عِنْدِي مَاءٌ فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَرَبَ بِقَدَمِهِ الْأَرْضَ فَخَرَجَ الْمَاءُ فَقَالَ اشْرَبْ۔ (ابن سعد، ابن عساکر)

شفاء شریف، ذرقانی ص ۱۱۶)

یہ قدم مبارک کا اثر تھا کہ زمین نے قدم مبارک کے اشارے کو سمجھ کر پانی کا چشمہ

بہا دیا۔

حضرت ابوطالب کہتے ہیں میں نے سیر ہو کر پیاسا۔ جب میں پی چکا تو آپ نے اسی

جگہ پر (جہاں سے پانی نکل رہا تھا) اپنا مبارک قدم رکھ کر دبایا تو پانی بند ہو گیا۔
(ابن عساکر، ابن سعد، خطیب)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدم وہ قدم ہیں کہ ایک مرتبہ آپ مع حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اُحد پہاڑ پر کھڑے تھے کہ وہ پہاڑ کانپنے لگا فَضْرَبَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا پاؤں مارا بِرَجْلِهِ فَقَالَ اثْبُتْ أَحَدًا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدَائِقُ وَشَهِيدَانِ - اور دو شہید ہیں سے

(بخاری شریف ص ۵۲۱)

ایک ٹھوکر سے اُحد کا زلزلہ جاتا رہا
رکتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

(اعلیٰ حضرت)

اور یہی وہ اُحد پہاڑ ہے جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔
هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ - یہ پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔
(بخاری شریف ص ۵۸۵)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مع حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کوہ ثبیر پر کھڑے تھے میں بھی حاضر تھا کہ وہ لڑنے لگا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر پائے مبارک مارا اور فرمایا ٹھہر جا! چنانچہ وہ ٹھہر گیا۔ (نسائی، ابوداؤد، ترمذی)

اور یہی وہ قدم مبارک ہیں کہ جس جانور پر آجاتے، اگر وہ سُست اور کمزور ہوتا، تو تیز اور چالاک ہو جاتا۔

حضرت ابوسہیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ میری یہ اونٹنی بہت سُست اور کم رفتار ہے۔

فَضْرَبَهَا بِرَجْلِهِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ
وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ رَأَيْتَهَا
تَسْبِقُ الْقَائِدَ -
تو آپ نے اپنے پائے مبارک سے ٹھوکر لگائی۔
حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم جس کے
قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس کے بعد

(مسلم شریف) وہ ایسی تیز ہو گئی کہ کسی کو اپنے آگے نہ بڑھنے دیتی
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو طلحہ کے
گھوڑے پر جو بہت ہی سُست اور کم رو تھا سوار ہوئے۔

فَكَانَ بَعْدُ ذَلِكَ لَا يُجَارَى -
تو اس کے بعد وہ ایسا تیز ہو گیا کہ اس کے ساتھ
کوئی نہ چل سکتا تھا۔

(بخاری ص ۴۰۲، مسلم ص ۲۵۲، شفاء شریف ص ۲۱۸، خصائص کبریٰ ص ۶۴، مشکوٰۃ ص ۵۳۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ میں غزوہ ذات الرقاع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا، میرا اونٹ کمزور
تھا۔ وہ تھک کر بیٹھ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟
میں نے عرض کیا کہ میرا اونٹ تھک گیا ہے اس سبب سے میں پیچھے رہ گیا ہوں، یہ سن کر
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے اتر پڑے اور اس کو ایک ٹھوکر لگائی۔

فَنَشِطَ حَتَّى كَانَتْ مَا يَمْلِكُ
تو وہ ایسا نشاط میں آیا کہ جابر اس کی باگ نہ تمام
زمامہ۔
سکتے تھے۔

(شفاء شریف، سیرت النبویہ، ابن ہشام)

یہ آپ کی ٹھوکر کا اثر تھا کہ ایسے مُردہ قسم اور کم چال سُست جانوروں کو زندہ اور
چست و چالاک بنا دیا۔ یوں تو ہر جانور مارنے اور افیت پہنچانے سے تیز رفتار ہو جاتا ہے
مگر اسی وقت تک کہ اس میں درد موجود رہے جس کا تعلق صرف جسم سے ہوتا ہے، لیکن
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل اس کے جسم تک محدود نہ تھا بلکہ اس کی فطرت اور طبیعت
پر اثر کرنے والا تھا۔

حضرت عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم

حضرت سعد بن عبادہ کے بہت سُست رفتار گدھے پر سوار ہوئے جب آپ نے اس کو واپس کیا تو وہ ایسا تیز راہوار قدم جاتا تھا کہ کوئی دوسرا گدھا اس کے ساتھ نہ چل سکتا تھا۔

رَكِبَ حِمَارًا قَطُورًا لِسَعْدِ
بْنِ عَبَادَةَ فَرَدَّهَا مِمَّا جَالَا
يُسَايِرُ۔

(شفا شریف ص ۲۱۸ خصائص کبریٰ ص ۶۴)

اسی مضمون کی بہت سی احادیث ہیں۔

حضرت علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن چوپاؤں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے۔ آپ کی سواری کی حالت میں انھوں نے کبھی پیشاب وغیرہ نہ کیا اور نہ ہی وہ کبھی بیمار ہوئے۔ (منظومہ فی الفقہ)

امام ابن سبع فرماتے ہیں کہ یہ آپ کے خصائص میں سے ہے کہ وہ تمام جانور جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے ہیں آپ کی سواری کی برکت سے وہ ہمیشہ توانا و تندرست رہے اور کبھی کمزور اور ضعیف نہ ہوئے۔

أَنَّ كُلَّ دَابَّةٍ رَكِبَهَا بَقِيَتْ
عَلَى الْقَدْرِ الَّذِي عَلَيْهِ وَلَمْ
تَهْرَمْ بِبَرَكَتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ۔

(خصائص کبریٰ ص ۶۴)

مجھ کو بھی پائے مال کر عمر تری دراز ہو
مست خرام ناز ادھر مشق خرام ناز ہو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں

کہ ایک دفعہ شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ بیمار ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر کمرے اللہ سے شفا کے اور صحت بخش، اپنا پائے مبارک ان کو مارا تو انھیں اسی وقت صحت ہو گئی اور ازاں بعد کبھی بیمار نہ ہوئے۔

إِشْتَكَى عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اللَّهُمَّ اشْفِهِ أَوْ عَافِهِ ثُمَّ ضَرَبَهُ
بِرِجْلِهِ فَمَا اشْتَكَى ذَلِكَ الْوَجْعَ
بَعْدُ۔

(بیہقی و شفاء شریف، البونعیم، دلائل النبوة ص ۳۸۵)

ٹھوکر کا اثر یہ ہوا کہ اسی وقت بیماری دُور ہو گئی اور اس کے بعد کبھی بیمار نہ ہوئے۔ یہ تھی تاثیر ان کے مبارک قدموں کی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدَرِهِ حَتَّى بَلَغَ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۚ فَقَالَ الْمِنْبَرُ هَكَذَا فَجَاءَ وَذَهَبَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر جلوہ افروز ہو کر یہ آیت پڑھی۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ حتی بلغ عما یشرکون۔ پر پہنچے تو منبر سے آواز آئی ایسا ہی ہے یعنی یہ صحیح ہے اور تین بار آگے پیچھے ہوا، گویا شانِ جلالی برداشت نہیں

(بزار، ابن عدی، حاکم، خصائص کبریٰ ص ۴۴) کر سکا اور لرزتا رہا۔

ان کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں درود

ان کے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم مبارک وہ مقدس قدم ہیں جو شبِ معراج عرش کے بھی اوپر تھے۔

زہے عزت و اعتمائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

کہ ہے عرشِ حقِ زیرِ پائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

اور ان ہی مبارک قدموں کی برکت سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو شرفِ نداء حاصل ہوا اور یہی وہ مبارک قدمِ مہینتِ لزوم ہیں جنہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بوسہ دیا کرتے تھے۔

حضرت زراع فرماتے ہیں کہ ہم ایک وفد کی صورت میں مدینہ منورہ آئے۔

فَنَقَّبِلُ يَدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَلَهُ

تو ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں چومے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۲)

حضرت وازع بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے

فَاخَذَنَا بِيَدَيْهِ وَرَجَّلَيْهِ
نُقْبِلُهَا -
تو ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا۔

(بخاری فی الادب المفرد ص ۱۴۴)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

سَأَلَ أَعْرَابِيٌّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيَةً فَقَالَ لَهُ قُلْ لِيَتِلَّكَ الشَّجَرَةَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوكَ قَالَ فَمَا لَتِ الشَّجَرَةُ عَنْ يَمِينِهَا وَشِمَالِهَا وَبَيْنَ يَدَيْهَا وَخَلْفَهَا فَقَطَعَتْ عُرُوقَهَا شَرَّ جَاءَتْ تَخَذُ الْأَرْضَ تَجْرُ عُرُوقَهَا مُغْبِرَةً حَتَّى وَقَعَتْ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الْأَعْرَابِيُّ مُرَّهَا فَلْتَرْجِعْ إِلَى مَنْبَتِهَا فَارْجَعَتْ فَذَلَّتْ عُرُوقَهَا فَاسْتَوَتْ فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ ائْتِنِي لِيَأَسْجُدَ لَكَ قَالَ لَوْ أَمَرْتُ أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا قَالَ فَأَذِنَ لِي أَنْ أَقْبَلَ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ

ایک اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ طلب کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی سے فرمایا کہ اس درخت سے کہہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھ کو بلاتے ہیں۔ اس نے جب کہا تو وہ درخت اپنے دائیں اور بائیں، آگے اور پیچھے جھکا تو اس کی جڑیں ٹوٹ گئیں تو وہ زمین کھودتا اور اپنی جڑیں کھینچتا اور خاک اڑاتا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آکھڑا ہوا اور کہنے لگا، السلام علیک یا رسول اللہ! اعرابی بولا کہ آپ اے حکم فرمائیے کہ یہ اسی جگہ پر لوٹ جائے۔ آپ کے حکم پر وہ لوٹ گیا اور اپنی جڑوں پر جا کر سیدھا کھڑا ہو گیا، اعرابی نے کہا مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں آپ کو سجدہ کروں فرمایا اگر کسی کو میں یہ حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ اعرابی نے عرض کیا پھر حضور مجھے اپنے ہاتھ اور پاؤں چومنے دیں

فَأَذِنَ لَهُ - اجازت دیں تو آپ نے اس کو اجازت دے دی -

(شفاء شریف، دلائل النبوة، ابو نعیم ص ۳۳۲)
جَاءَتْ لِدَاعُوْتِهِ الْأَشْجَارُ سَاجِدَةً
تَمْشِي إِلَىٰ عَلَيْهِ عَلَىٰ سَاقٍ يَدًا قَدَمًا

(تفسیر بردہ شریف)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں -

رَأَيْتُ عَلِيًّا يُقْبِلُ يَدَ الْعَبَّاسِ وَ رَجُلِيهِ - میں نے حضرت علی کو دیکھا کہ آپ نے حضرت عباس کے ہاتھ اور پاؤں چومے -

(بخاری فی الادب المفرد ص ۱۴۴)

حضرت ابن جعدان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ثابت نے حضرت انس سے

کہا -

أَمَسَّتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَأْسِهِ
سَلَّمَ بِرَأْسِهِ قَالَ نَعَمْ أَفَقَبَلَهَا - کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا ہاتھ ملا یا ہے؟ فرمایا ہاں! تو انہوں نے ان کے ہاتھ کو چوم لیا -

(بخاری فی الادب ص ۱۴۴)

ثابت ہوا کہ ازراہ تعظیم و محبت بزرگان دین کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دینا جائز

بلکہ مسنون ہے -

بعض لوگ بزرگان دین کے ہاتھوں اور پاؤں کے چومنے کو شرک اور پوجا وغیرہ کہہ دیا کرتے ہیں ان کو مذکورہ بالا صحیح روایات میں ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیے کہ اگر دست بوسی و قدم بوسی شرک یا پوجا وغیرہ ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز اس کی اجازت نہ دیتے اور نہ ہی صحابہ کرام اس کو کبھی کرتے معلوم ہوا کہ دست بوسی و قدم بوسی تعظیم ہے عبادت و پوجا نہیں۔ اگر اس کو عبادت کہا جائے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

پر غیر اللہ کی عبادت کی اجازت دینے اور صحابہ کرام پر غیر اللہ کی عبادت کرنے کا معاذ اللہ الزام عائد ہوتا ہے؟ حالانکہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس دینِ حق کو لے کر آئے تھے اس دین کی بنیادی تعلیم ہی یہی ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق ہے ہی نہیں؟ ثابت ہوا کہ دست و قدم بوسی ہرگز ہرگز عبادت نہیں بلکہ تعظیم ہے جو قطعاً جائز ہے۔ عبادت تو اس وقت ہوتی ہے جبکہ کسی کو اللہ معبود اور اوصاف الوہیت سے موصوف مانتے ہوئے بہ نیت عبادت اس کے آداب بجالائے جائیں اور کوئی مسلمان اللہ کے سوا کسی کو اللہ یا معبود نہیں مانتا بلکہ وہ صدقِ دل سے کہتا ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پھر اس پر غیر اللہ کی عبادت یا پوجا کرنے کرانے کا الزام کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

نیز دست و قدم بوسی بغیر جھکے ہو نہیں سکتی تو معلوم ہوا مطلقاً جھکنا شرک تو کب نا جائز بھی نہیں ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ غیر اللہ کو سجدہ و رکوع کرنا بہ نیت تعظیم بھی حرام و ممنوع ہے لیکن قدم بوسی کے لئے جھکنا حرام و ناجائز نہیں کیونکہ نیت سجدہ و رکوع کی نہیں ہوتی۔

اور یہی وہ مبارک پاؤں ہیں جو قیامِ شب میں ورم کر آتے تھے۔
حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى انْتَفَخَتْ قَدَمَاهُ فَقِيلَ لَهُ اَتَتَكَلَّفُ هَذَا وَقَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ أَفَلَا أكونَ عَبْدًا شَكُورًا۔
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے یہاں تک کہ آپ کے مبارک پاؤں ورم کر آتے تھے، آپ سے عرض کیا گیا آپ یہ تکلیف و مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب آپ کے اگلوں پھلوں کی جو خطائیں میں بخش دی ہیں فرمایا کیا میں شکر گزار بندہ نہ ہوں؟ (شماثل ترمذی)

ماند شب با چشم او محروم نوم
تا بہ تختِ خسروی خوابید قوم

فوائد

- ۱- یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک بہت ہی خوبصورت بابرکت اور نافع ہیں اور بیماریوں اور کمزوریوں کے دفع کرنے والے ہیں۔
- ۲- یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں کے نیچے پتھر نرم ہو جاتے تھے اور یہ آپ کا معجزہ تھا۔
- ۳- یہ کہ جس پتھر یا جس جگہ پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک آئے، وہ قابلِ تعظیم ہے مومن اس کی تعظیم کرتے ہیں اور نفع و برکت حاصل کرتے ہیں۔
- ۴- یہ کہ حضور چاہتے تو اپنے مبارک قدموں کی ایک ٹھوکری سے چشتیہ جاری فرمادیتے۔
- ۵- یہ کہ بزرگانِ دین کے ہاتھوں اور پاؤں کو تعظیماً بوسہ دینا جائز، بلکہ مسنون ہے

قدِ مبارک

تدبے سایہ کے سایہ مرحمت

ظلیٰ ممد و درافت پہ لاکھوں سلام

طائرانِ قدس جس کی ہیں قمریاں

اُس سہی سر و قامت پہ لاکھوں سلام

جس کے آگے سرِ سروراں خم رہیں

اُس سرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت لمبے تھے اور نہ کوتاہ، بلکہ میانہ قد مائل بہ درازی تھے مگر جب لوگوں کے سامنے ہوتے تو سب سے بلند و سرفراز ہوتے، حقیقت میں یہ آپ کا معجزہ تھا جب علیحدہ ہوتے تو میانہ قد مائل بہ درازی ہوتے اور جب اہل اول کے ساتھ چلتے یا بیٹھتے تو سب سے بلند دکھائی دیتے تاکہ باطن کی طرح ظاہر میں بھی آپ سے کوئی اونچا یا بڑا معلوم نہ ہو۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِي لِيْمَةٍ فِي حُلَّةٍ
حَمْرَاءَ أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهَا شَعْرٌ يُضْرِبُ
مَنْكَبَيْهِ بَعِيدًا مَا بَيْنَ الْمَنْكَبَيْنِ
لَوْ يَكُنُّ بِالْقَصِيرِ وَلَا بِالطَّوِيلِ

میں نے کوئی شخص لمبے بالوں والا سرخ حلقہ
میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خوبصورت نہیں
دیکھا آپ کے بال کندھوں کے قریب پہنچتے
تھے، آپ کا سینہ مبارک چوڑا تھا، آپ نہ
پست قد اور نہ دراز قد تھے۔

(ترمذی، مشکوٰۃ ص ۵۱۶)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف بیان کرتے
توفرماتے۔

لَمْ يَكُنْ بِالطَّوِيلِ الْمَمْعُطِ وَلَا بِالْقَصِيرِ
الْمُتَرَدِّدِ وَكَانَ رُبْعَةً مِّنَ الْقَوْمِ
وَلَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطِطِ وَلَا
بِالسَّبِطِ كَانَ جَعْدًا رَّجُلًا وَلَمْ يَكُنْ

آپ نہ تو دراز قد تھے اور نہ پست قد، بلکہ
متوسط قامت تھے۔ آپ کے بال نہ بہت
گھونگر یا لے اور نہ بالکل سیدھے کچھ بل کھائے
ہوئے تھے، آپ کا چہرہ گولائی کے ساتھ نہ

بِالْمُطَهَّرِ وَلَا بِالْمُكَلَّمِ وَكَانَ
 فِي الْوَجْهِ تَدْوِيرًا بَيْضٌ مُشْرَبٌ
 أَذْعَبُ الْعَيْنَيْنِ أَهْدَابُ الْأَشْفَارِ
 جَلِيلُ الْمَشَائِشِ وَالْكَتَدِ
 أَجْرَدُ ذُو مَسْرَبَةٍ شَتْنُ الْكَفَيْنِ
 وَالْقَدَمَيْنِ إِذَا مَشَى يَتَقَلَّعُ
 كَأَنَّمَا يَشِي فِي صَبَبٍ وَإِذَا التَفَتَ
 التَفَتَ مَعَابِيَتْ كِتْفَيْهِ خَاتَمُ
 النَّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ
 أَحْوَدُ النَّاسِ صَدْرًا وَأَصْدَقُ
 النَّاسِ لَهْجَةً وَالْيَنَّهُمْ عَرِيكَةٌ
 وَأَكْرَمُهُمْ عَشِيرَةٌ مَنْ رَأَاهُ
 بَدِيهَةٌ هَابَةٌ وَمَنْ
 خَالَطَهُ مَعْرِفَةٌ
 أَحَبَّهُ يَقُولُ نَاعِيَةٌ
 لَمْ أَرَقَبْلَكَ وَلَا بَعْدَاءُ
 مِثْلَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ -

(خصائص کبری ص ۷۲)

(ترمذی، مشکوٰۃ ص ۵۱۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

پتلا تھا نہ موٹا، رنگ بالکل سفید نہ تھا بلکہ اس
 کی سفیدی میں سُرخی تھی، آپ کی آنکھیں سیاہ
 اور پلکیں دراز تھیں، آپ کے اعضاء کے جوڑ
 قوی اور شانے مضبوط تھے آپ کے جسم پر پاں
 نہ تھے، صرف بالوں کی ایک دھاری تھی ہاتھ
 سے سینہ تک، گویا کہ وہ ایک شاخ ہے، ہاتھ
 اور پاؤں مضبوط و قوی و پر گوشت تھے، جب
 چلتے تو قوت و وقار سے چلتے گویا کہ آپ
 دُحْلان والی زمین پر نشیب کی طرف جا رہے ہیں
 ادھر ادھر دیکھتے تو پورے جسم کے ساتھ متوجہ
 ہوتے، دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت
 تھی اور آپ خاتم النبیین تھے۔ لوگوں میں بڑے
 سخی کشادہ دل تھے، قول میں سب سے زیادہ
 سچے، طبیعت میں سب سے زیادہ نرم، شرف
 و بزرگی میں سب سے زیادہ مکرم تھے جو بھی
 آپ کو یکا یک دیکھتا، اس پر ہیبت طاری
 ہو جاتی اور جو آپ سے ہم کلام ہوتا اور اختلاط
 رکھتا اس کے دل میں محبت پیدا ہو جاتی غرض
 کہ آپ کی تعریف کرنے والا کہتا کہ آپ کی مثل نہ
 آپ سے پہلے (کسی نے) دیکھا، اور نہ بعد میں
 آپ پر اللہ کا دُرُود و سلام ہو۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لمبے نہیں تھے مگر جب

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالذَّاهِبِ
طَوْلًا وَفَوْقَ التَّرْبَعَةِ إِذَا جَامَعَ
الْقَوْمَ عَمَرَهُمْ -

لوگوں کے ساتھ ہوتے تو سب سے اونچے ہوتے
(احمد، زرقانی علی المواہب ص ۱۹۸، خصائص
کبری ص ۷۲)

امام ابن سبع اور رزین نے آپ کے خصائص میں ذکر فرمایا ہے -
أَنَّهُ كَانَ إِذَا جَلَسَ يَكُونُ كِتْفُهُ
عَلَى مِنْ جَمِيعِ الْجَالِسِينَ -
جب آپ لوگوں میں بیٹھتے تو آپ کا کندھاب
سے اونچا ہوتا۔

(زرقانی ص ۲)

ع اُس سترابِ رفعت پہ لاکھوں سلام

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں -

کہ ایک انصاری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر
عرض کی یا رسول اللہ ہمارے یہاں ایک اونٹ ہے جو سخت حملہ کرتا ہے اور کسی کی طاقت
نہیں کہ اس کو نکیل ڈال سکے۔

فَقَامَ مَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ وَ
قُمْنَا مَعَهُ فَأَتَى ذَلِكَ الْبَابَ فَفَقَّهَ
فَلَمَّا رَأَاهُ الْجَمَلُ جَاءَ إِلَيْهِ فَسَجَدَ
لَهُ وَوَضَعَ جِرَانَهُ فَأَخَذَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَأْسِهِ فَمَسَحَهُ
ثُمَّ دَعَا بِالْخُطَامِ فَخَطَمَهُ ثُمَّ دَفَعَهُ
إِلَى صَاحِبِهِ فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ
قَدْ عَرَفْنَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ نَبِيُّ
اللَّهِ قَالَ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا
يَعْرِفُ أَتَى رَسُولُ اللَّهِ غَيْرُ
كَفَرَةَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ -

یہ سنتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور ہم
بھی آپ کے ساتھ اٹھ کر چلے۔ آپ نے وہاں
پہنچ کر دروازہ کھولا۔ جوں ہی اونٹ نے آپ
کو دیکھا آپ کی طرف آیا اور آکر سجدہ کیا اور
اپنی گردن زمین پر رکھ دی۔ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے اس کے سر کو پکڑ کر اس پر اپنا دست
مبارک پھیرا پھر رسی منگوائی اور اس کو نکیل ڈالی
اور انصاری کے ہاتھ میں دے دیا، حضرت ابو بکر
و عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ بے شک وہ پہچان
گیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں فرمایا کوئی چیز ایسی
نہیں جو یہ نہ پہچانتی ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں

سوائے کفار جن والنس کے۔

(دلائل النبوت ابو نعیم ص ۳۲۶ خصائص کبریٰ ص ۵۸)

حضرت ثعلبہ بن ابی مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ ایک شخص نے ایک اونٹ خرید کر اس کو ایک محصور مقام میں داخل کیا، جب اس کو کام میں لگانا چاہا تو اس نے شرارت شروع کی اور جو کوئی اس کے نزدیک جاتا وہ اس پر حملہ کرتا۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضور کی خدمت میں اس کا ذکر کیا گیا، آپ نے فرمایا دروازہ کھول دو تو لوگوں نے کہا کہ ہمیں خوف ہے کہ وہ کہیں آپ پر حملہ نہ کرے، فرمایا بے خوف ہو کر کھول دو چنانچہ دروازہ کھولا گیا۔ جب اونٹ نے آپ کو دیکھا فوراً سجدہ میں گر گیا لوگوں نے سجان اللہ کہا پھر لوگ کہنے لگے یا رسول اللہ جب جانور آپ کو سجدہ کرتا ہے تو ہم زیادہ اس امر کے مستحق ہیں کہ سجدہ کیا کریں، فرمایا کہ اگر یہ جائز ہوتا کہ کوئی مخلوق کسی مخلوق کو سجدہ کرے تو عورت کو جائز ہوتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ قَالَ افْتَحُوا عَنْهُ فَقَالُوا إِنَّا نَخْشَى عَلَيْكَ مِنْهُ قَالَ افْتَحُوا عَنْهُ فَفَتَحُوا فَلَمَّا رَأَاهُ الْجَمَلُ خَرَّ سَاجِدًا فَسَبَّحَ الْقَوْمُ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ كُنَّا نَحْنُ أَحَقُّ بِالسُّجُودِ مِنْ هَذِهِ الْبَيْهِمَةِ قَالَ لَوْ يَتَّبِعُنِي لِشَيْءٍ مِمَّنْ الْخَلْقِ أَنْ يَسْجُدَ لِشَيْءٍ دُونَ اللَّهِ لَتَتَّبِعُنِي لِلْمَرَاةِ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا۔

(دلائل النبوت ابو نعیم ص ۳۲۶ خصائص کبریٰ ص ۵۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ ایک انصاری کا اونٹ سرکش ہو کر بھاگ گیا وہ انصاری حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا اونٹ سرکش ہو کر بھاگ گیا ہے اور مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کے نزدیک جاسکوں کیونکہ میں ڈرتا ہوں

کہ وہ مجھ کو ہلاک کرے گا، یہ سن کر
 فَانطَلَقَ إِلَيْهِ فَلَمَّا نَظَرَ الْبَعِيرُ
 إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ أَقْبَلَ يُحَمِّمُهُ وَالْقَتِي
 بِحِرَانِهِ حَتَّى بَرَكَ عِنْدَ رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعَلَ
 عَيْنَاهُ تَسِيلَانِ فَقَالَ يَا فُلَانُ
 أَرَى بَعِيرَكَ يَشْكُوكَ فَأَحْسِنِ الْيَدَ
 فَجَاءَ بِحَبَلٍ فَأَلْقَاهُ فِي
 رَأْسِهِ -

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس اونٹ کی طرف چلے
 جب اونٹ کی نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی
 تو آواز کرتا ہوا آیا اور آکر حضور کے آگے سجدہ
 میں گر گیا اور گردن زمین پر رکھ دی، اس کی
 آنکھوں سے آنسو جاری تھے حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم نے انصاری سے فرمایا، یہ اونٹ تمہاری
 شکایت کرتا ہے اس کے ساتھ اچھا سلوک رکھو،
 پھر سی لے کر اس کے سر میں ڈال دی اور اس
 کے حوالے کیا۔

(احمد، بزار، ابونعیم، خصائص ص ۵۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے
 باغ میں تشریف لے گئے، آپ کے ہمراہ حضرات ابوبکر و عمر اور بہت سے انصاری بھی تھے، اس
 باغ میں بکریاں تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی بکریوں نے سجدہ کیا۔
 فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ نَحْنُ
 أَحَقُّ بِالسُّجُودِ لَكَ مِنْ هَذِهِ
 الْغَنَمِ! قَالَ إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي مِنْ
 أُمَّتِي أَنْ تَسْجُدَ أَحَدٌ لِأَحَدٍ وَلَوْ
 كَانَ يَنْبَغِي أَنْ تَسْجُدَ أَحَدٌ لِأَحَدٍ
 لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول
 اللہ ان بکریوں سے زیادہ ہمیں حق ہے کہ ہم
 آپ کو سجدہ کیا کریں۔ فرمایا میری امت میں کسی
 کو جائز نہیں کہ (اللہ کے سوا) کسی اور کو سجدہ
 کرے اگر کسی اور کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں
 حکم کرتا کہ عورت اپنے شوہر کو سجدہ کیا کرے۔

(دلائل النبوة ص ۳۲۷ ابونعیم، خصائص کبری ص ۶۱)

زرقانی علی المواہب ص ۱۲۲

سلام اُس پر کہ جس کے جسم طہر کا نہ تھا سایہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قامتِ زیبا کا سایہ نہ تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بشری جسمِ اقدس کو ایسا لطیف و نطیف اور پاکیزہ و برگزیدہ بنایا تھا کہ اس میں کسی قسم کی عنصری اور مادی کثافت نہ تھی، بلاشبہ آپ کا جسم اقدس تمام مادی کثافتوں سے پاک اور سراپا نور تھا۔ اسی لئے آپ کی شان میں نور اور سراجِ منیر فرمایا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي نُورًا فِي قَلْبِي
وَنُورًا فِي قَبْرِي وَنُورًا مِّنْ
بَيْنِ يَدَيَّ وَنُورًا مِّنْ خَلْفِي وَ
نُورًا عَن يَمِينِي وَنُورًا عَن شِمَالِي
وَنُورًا مِّنْ فَوْقِي وَنُورًا مِّنْ تَحْتِي
وَنُورًا فِي سَمْعِي وَنُورًا فِي بَصَرِي
وَنُورًا فِي شَعْرِي وَنُورًا فِي بَشْرِي
وَنُورًا فِي لَحْيِي وَنُورًا فِي دُمِّي
وَنُورًا فِي عِظَامِي اللَّهُمَّ اعْظِمْ لِي نُورًا
وَاعْظِمِي نُورًا وَاجْعَلْ لِي نُورًا۔

اے اللہ کرے میرے لئے میرے دل میں نور،
اور میری قبر میں نور اور میرے آگے نور اور میرے
پیچھے نور اور میرے دائیں نور اور میرے بائیں
نور اور میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور اور
میرے کانوں میں نور اور میری آنکھوں میں
نور اور میرے بالوں میں نور اور میری جلد میں
نور، میرے گوشت میں نور اور میرے خون میں
نور اور میری ہڈیوں میں نور اے اللہ تعالیٰ میرے
لئے بہت ہی زیادہ نور کر دے اور مجھ کو نور عطا
کر دے اور مجھ کو نور کر دے۔

(ترمذی، کتاب الدعوات ص ۳۸۹)

اے اور اس دُعا سے یہ مقصود نہ تھا کہ نور ہونا ابھی حاصل نہ تھا اور اس کا حصول مانگتے تھے، بلکہ یہ دُعا اس امر کے ظاہر فرمانے کے لئے تھی کہ واقع میں حضور کا تمام جسم پاک نور ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہدایت پر ہونا قرآن سے ثابت ہے إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ بَلْ كَرَّمَا وَوَأَنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ مَّا بَدَّوْا لَكَ لَكِنَّ أَعْيُنَهُمْ كَانَتْ أَكْثَرًا غَافِلِينَ

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ آپ کے جسم پاک کا ہر ہر عضو نور ہے۔ جب آپ کے جسم مبارک کا ہر ہر عضو نور اور پھر اس کے بھی دائیں بائیں، آگے پیچھے، اوپر نیچے، اندر باہر نور ہی نور ہے تو پھر سایہ کیسے ہو سکتا تھا؟ کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر کسی جسم کے آگے پیچھے، دائیں بائیں، نیچے اوپر اندر باہر روشنی کر دیں تو باوجود اس کے کہ وہ جسم اپنے طول عرض کے ساتھ موجود ہوگا مگر اس کا سایہ نہیں ہوگا۔

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا (اعلیٰ حضرت)

امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قَالَ عُمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنَّ
اللَّهَ مَا أَوْقَعَ ظِلَّكَ عَلَى الْأَرْضِ
بِمَثَلِ يَضَعُ لِنَسَانٍ قَدَامَهُ عَلَى
ذَلِكَ الظِّلِّ -

کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں عرض کیا بے شک اللہ تعالیٰ
نے حضور کا سایہ زمین پر نہ ڈالا کہ کوئی شخص اس
پر پاؤں نہ رکھے۔

(تفسیر مدارک صفحہ ۳۲۱)

سیدنا امام اجل حضرت عبداللہ بن مبارک اور علامہ حافظ ابن جوزی محدث رحمہما اللہ
تعالیٰ سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرماتے ہیں۔

لَوْ يَكُنُّ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
كَهْ حُضُورِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَالسَّيِّئَةِ نَهَتْهَا وَأُورِنَتْ كَهْرَطِي

(بقیہ صفحہ گزشتہ) رب العزت میں دعا کیا کرتے تھے، کیا آپ کا یہ دعا کرنا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ
اس لئے تھا کہ آپ ہدایت پر نہ تھے؟ (نعوذ باللہ) نہیں! بلکہ جس طرح آپ اس دعا سے پہلے
بھی ہدایت پر تھے بلکہ ہادی تھے مگر پھر بھی دعا فرماتے تھے، اسی طرح آپ اس نورانی دعا سے
پہلے ہی نور تھے، بلکہ منیر تھے قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ أَوْ سِرَاجًا مُنِيرًا مگر پھر بھی دعا فرمائی
کہ اے اللہ مجھے نور علی نور کر دے۔ بنا وجعلنا مسلمین لك انیہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی۔
کیا یہ دعا کرتے ہوتے یا اس سے پہلے وہ مسلمان نہیں تھے۔ (نعوذ باللہ) آیت شریف میں وجعلنا ہے اور حدیث شریف
میں واجعل ہے آیت میں معنی یہی ہے کہ ہمیں مسلمان رکھ اور حدیث میں یہ کہ مجھے نور رکھ۔ (کوکب غفرلہ)

سَلَّمَ ظِلُّهُ وَلَمْ يَقُمْ مَعَ الشَّمْسِ
قَطْرًا إِلَّا غَلَبَ ضَوْؤُهُ ضَوْءَ الشَّمْسِ
وَلَمْ يَقُمْ مَعَ سِرَاجٍ قَطْرًا إِلَّا غَلَبَ
ضَوْؤُهُ ضَوْءَ السِّرَاجِ -

ہوئے آفتاب کے سامنے مگر یہ کہ آپ کا نور
آفتاب کی روشنی پر غالب آگیا اور نہ قیام
فرمایا، چراغ کی ضیاعوں میں مگر یہ کہ آپ کی تابش
نور نے اس کی چمک کو دبا لیا۔

(جمع الوسائل للقاری ص ۶۱، زرقانی علی المواہب ص ۲۲ و شرح شمائل للمنادی ص ۴۷)

حضرت ذکوان تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَمْ يَكُنْ يُرَى لَهُ ظِلٌّ فِي شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ -

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں
نظر آتا نہ چاندنی میں۔

(ترمذی فی نوادر الاصول، زرقانی علی المواہب ص ۲۲)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب خصائص کبریٰ میں اس معنی میں کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا، ایک باب وضع فرمایا اور اس میں حدیث ذکوان نقل
کر کے فرمایا،

قَالَ ابْنُ سَبْعٍ مَنْ خَصَّ أَثَرَهُ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ ظِلَّهُ كَانَ لَا يَقَعُ
عَلَى الْأَرْضِ وَإِنَّهُ كَانَتْ نُورًا
فَكَانَ إِذَا مَضَى فِي الشَّمْسِ أَوْ الْقَمَرِ
لَا يُنْظَرُ لَهُ ظِلٌّ -

کہ ابن سبع نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے خصائص کبریہ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اور آپ محض
نور تھے۔ جب آپ دھوپ یا چاندنی میں چلتے
تو آپ کا سایہ نظر نہ آتا۔

(زرقانی علی المواہب ص ۲۲ خصائص کبریٰ ص ۶۸)

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَمَا ذُكِرَ مِنْ أَنَّهُ كَانَتْ لَا ظِلُّ
لِشَخْصِهِ فِي شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ لِأَنَّهُ
كَانَ نُورًا وَأَنَّ الذُّبَابَ كَانَ لَا يَقَعُ
عَلَى جَسَدِهِ وَلَا ثِيَابِهِ -

کہ آپ کے دلائل نبوت و رسالت میں سے یہ
بات بھی مذکور ہوئی ہے کہ آپ کے جسم النور کا
سایہ نہ دھوپ میں ہوتا نہ چاندنی میں اس لیے
کہ آپ نور تھے اور مکھی آپ کے جسم اور لباس

(شفاء شریف ص ۲۲)

پرنہ بیٹھتی تھی۔

علامہ امام شہاب الدین خواجه مصری اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک بہ سبب آپ کی کرامت و فضیلت کے زمین پر نہ ڈالا گیا، اور تعجب ہے کہ باوجود اس کے تمام آدمی آپ کے سائے میں آرام کرتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں، بہ تحقیق قرآن کریم ناطق ہے کہ آپ نور روشن ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ (نسیم الریاض)

حضرت مولانا نے روم علیہ رحمۃ اللہ القیوم فرماتے ہیں۔

چوں فناش از فقر پیرا یہ شود

او محمد دار بے سایہ شود

مولانا بحر العلوم اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

در مصرع ثانی اشارہ بہ معجزہ آل سرور کہ مصرع ثانی میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کی طرف اشارہ ہے کہ حضور کا سایہ نہ می افتاد۔ نہ تھا۔

علامہ امام احمد بن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لَمْ يَكُنْ لَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ظِلٌّ فِي شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ۔

کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں تھا نہ چاندنی میں۔

(زرقانی علی المواہب ص ۲۲)

علامہ امام محمد زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

لَمْ يَكُنْ لَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ظِلٌّ فِي شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ لَأَنَّهُ كَانَ
نُورًا۔ (زرقانی ص ۲۲)

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں تھا اور نہ چاندنی میں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ آپ نور تھے۔

علامہ حسین بن محمد دیار بکری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لَمْ يَقَعْ ظِلُّهُ عَلَى الْأَرْضِ وَلَا رَمِي

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑتا

لَهُ ظِلٌّ فِي شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ - نہ دھوپ میں نظر آتا نہ چاندنی میں -

(کتاب الخمیس فی احوال النفس نفیس)

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

وَمِمَّا يُؤَيِّدُ أَنَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَارَ نُورًا أَنَّهُ كَانَ إِذَا امْتَشَى فِي الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَا يَظْهَرُ لَهُ ظِلٌّ لِأَنَّهُ لَا يَظْهَرُ إِلَّا لِلْكَثِيفِ وَهُوَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَلَصَ اللَّهُ مِنْ سَائِرِ الْكَثَافَاتِ الْجَسْمَانِيَّةِ وَصَيَّرَهُ نُورًا صَرَفًا لَا يَظْهَرُ لَهُ ظِلٌّ أَصْلًا -

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور محض ہونے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ دھوپ یا چاندنی میں آپ کا سایہ نہ ہوتا تھا اس لئے کہ سایہ تو کثیف کا ہوتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام جسمانی کثافتوں سے خالص کر کے نرا نور کر دیا تھا لہذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سایہ اصلاً نہ تھا۔

(افضل القرظی)

علامہ سلیمان جبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

لَوْ يَكُنُّ لَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظِلٌّ يَظْهَرُ فِي شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ - حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں ہوتا اور نہ چاندنی میں -

(فتوحات احمدیہ)

شیخ الحدیث شیخ محقق حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں -

وَنَهْ بُوْدِ مَرَّانِ حَضْرَتِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَا سَايَهْ نَهْ دَرِ آفْتَابِ وَنَهْ دَرِ قَمَرِ - کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں تھا نہ چاندنی میں -

(مدارج النبوت ص ۳۳)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں -

اور اصل اللہ علیہ وسلم سایہ بنو در عالم شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف ترست کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا کیونکہ عالم شہادت میں ہر شخص کا سایہ اس سے زیادہ لطیف

چوں لطیف ترازوے صلی اللہ علیہ وسلم
در عالم نباشد اور اسایہ چه صورت دارد؟
(مکتوبات شریف)

ہوتا ہے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ
لطیف کوئی چیز جہاں میں نہیں ہے، لہذا
حضور کا سایہ کیسے ہو سکتا ہے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
سایۃ ایشان بر زمین نمی افتاد
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑتا
(تفسیر عزیزی سورہ والضحیٰ)
تھا۔

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
اولیاء اللہ گفته اند ارواحنا اجسادنا
کہ اولیاء اللہ فرماتے ہیں کہ ہماری روہیں ہمارے
اجساد ہیں اور ہمارے اجساد ہماری روہیں ہیں
یعنی کبھی تو ہماری روہیں جسموں کا کام کرتی ہیں
اور کبھی ہمارے جسم انتہائی لطافت اختیار کر کے
روح کے رنگ میں ظاہر ہو جاتے ہیں (چنانچہ
کہتے ہیں) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ
تھا۔

مخالفین کے سردار جناب رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں۔

حق تعالیٰ در شان حبیب خود صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ آمدہ نزد شما از طرف حق تعالیٰ نور و کتاب مبین و مراد از نور ذات پاک حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نیز فرمود کہ اے نبی ترا شاہد و بشر و نذیر و داعی الی اللہ و سراج منیر فرستادہ ایم و منیر روشن کنند و نور دہندہ را گویند پس اگر کسی را روشن کن دن از انساناں محال بودے آن ذات پاک

کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرمایا کہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور کتاب مبین آئی، نور سے مراد حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو شاہد و بشر و نذیر و داعی الی اللہ اور سراج منیر بنا کر بھیجا ہے اور منیر روشن کرنے والے اور نور دینے والے کو کہتے ہیں، پس انسانوں

میں سے کسی کو اگر روشن کرنا محال ہوتا تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے لئے یہ امر
میسر نہ ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک
اگرچہ جملہ اولادِ آدم علیہ السلام سے ہے مگر آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذاتِ پاک کو ایسا
مطہر فرمایا کہ نورِ خالص ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے
آپ کو نور فرمایا ہے اور تو اتر سے ثابت ہوا ہے
کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نہ رکھتے تھے اور نور
کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں۔

صلی اللہ علیہ وسلم را ہم این امر میسر نیاید
کہ آن ذاتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہم از جملہ
اولادِ آدم علیہ السلام اند مگر آن حضرت صلی
اللہ علیہ وسلم ذاتِ خود را چنان مطہر فرمود
کہ نورِ خالص گشتند و حق تعالیٰ آن جناب
سلامت علیہ را نور فرمود بہ تو اتر ثابت شد
کہ آن حضرت عالی سایہ نہ داشتند ظاہر
است کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل می دارند۔

(امداد السلوک ص ۸۵)

جناب اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں۔

یہ بات مشہور ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہیں تھا (اس لئے) کہ
ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سر تا پا نور ہی نور تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں ظلمت نام کو
بھی نہ تھی اس لئے آپ کے سایہ نہ تھا کیونکہ سایہ کے لئے ظلمت لازمی ہے۔

(شکر النعمۃ بذکر رحمۃ الرحمتہ ص ۳۹)

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ، علماء، صوفیاء
سب کا مذہب اور عقیدہ یہ ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کا سایہ نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اسی عقیدہ پر قائم رکھے۔ آمین

آج کل کے بعض سائنسدان، فلسفی اور خشک ملاحظہ نافرمانی کی بنا پر کہتے ہیں کہ یہ ممکن
نہیں کہ جسم ہو اور اس کا سایہ نہ ہو۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مجسم ہونا مسلم ہے تو سایہ
کا ہونا ضروری ہے۔

ص سائنس کے اصولوں کے تحت بھی وہ بتائیں کہ کسی جسم کا سایہ کیوں ہوتا ہے؟ سورج کے نور اور نبی پاک

کے نور ہونے کی شان سے کامل واقفیت کے بعد یہ حقیقت ان پر کھل جائے گی کہ وہ وجوہات جو جسم کا سایہ پیدا

کرتی ہیں ان کی گنجائش اس پر نور ذات میں نہیں تھی۔ (کوکبِ غفرہ)

ان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہر جسم کا سایہ نہیں ہوا کرتا بہت سے اجسام لطیفہ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کا سایہ نہیں ہوتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ مجسم تھے مگر آپ کا جسم ہماری روحوں سے بڑھ کر لطیف و پاکیزہ تھا، آپ مجسم نور تھے اس لئے آپ کا سایہ نہ تھا۔

عاصیوں کو چھپائے محشر میں
حق نے یوں ہے اٹھالیا سایہ

فوائد

- ۱۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سر اپا نور تھے اور آپ کا سایہ نہ تھا۔
- ۲۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر تمام کثافتوں سے پاک تھا۔
- ۳۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور آفتاب و ماہتاب کی روشنی پر غالب تھا۔

پسینہ مبارک

شبنم باغِ حق یعنی رُخ کا عرق

اُس کی سچی براقیت پہ لاکھوں سلام

بھینی بھینی مہک پر مہکتی درود

پیاری پیاری نفاست پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ میں سے ایک ذاتی وصف یہ بھی تھا کہ خوشبو لگائے بغیر آپ کے بدن سے ہمیشہ خوشبو آتی کہ کوئی خوشبو اس کا مقابلہ نہیں کرتی تھی، آپ کا پسینہ مبارک بھی بہت ہی خوشبودار ہوتا تھا۔ بوجہ لطافت آپ کے بدن مبارک پر کپڑا میلانا نہ ہوتا تھا۔

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ سے اس قدر تیز خوشبو کستوری کی مانند آئی کہ سارا گھر مہک گیا۔

(زرقانی علی المواہب ص ۲۲۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں -

وَلَا شِمْتٌ مِّسْكَةً وَلَا عَنَبْرَةَ أَطْيَبَ
لَأَيْحَةً مِّنْ لَّأَيْحَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

میں نے عنبر، کستوری اور کسی خوشبو کو بوئے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوشبو
دار نہ پایا۔

(بخاری شریف ص ۲۶۴)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں -

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا
فَوَجَدْتُ لِيَدِهِ بَرْدًا وَرِيحًا كَأَنَّهَا
تو میں نے آپ کے دست مبارک کو برف کی
طرح ٹھنڈا اور ایسا خوشبودار پایا کہ گویا آپ نے
أَخْرَجَهَا مِنْ جُودَةِ عَطَّارٍ -

اپنا ہاتھ عطار کے صندوقچے سے نکالا ہے۔

(مسلم شریف ص ۲۵۶)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب

كُنْتُ أَصَافِعُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدِيمَسُ جِلْدًا جِلْدًا
میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرتا یا میرا
بدن آپ کے ساتھ مس کرتا تو میں اس کا اثر
بعد میں اپنے ہاتھوں میں پاتا کہ وہ کستوری
لَا طِيبَ رَائِحَةٍ مِّنَ الْمِسْكِ - زیادہ خوشبودار ہوتے۔

(طبرانی، بیہقی) (زرقانی علی المواہب ص ۱۸۳)

حضرت عقیقہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر تشریف

لائے۔

فَجَعَلَ النَّاسُ يَأْخُذُونَ بِيَدَيْهِ فَيَمْسَحُونَ
تو لوگ آپ کے مبارک ہاتھوں کو اپنے چہروں پر
بِهَا وَجُوهَهُمْ قَالَ فَأَخَذَتْ بِيَدَيْهِ
ملنے لگے۔ میں نے بھی آپ کا ہاتھ اپنے چہرہ پر
فَوَضَعْتُهَا عَلَى وَجْهِهِ فَرَأَى إِتْرِدَ
رکھا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے
مِنَ التَّلْجِ وَأَطِيبُ رَائِحَةً مِّنَ الْمِسْكِ
زیادہ خوشبودار تھا۔

(بخاری شریف ص ۵۰۲)

حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کا ہاتھ پکڑا

فَرَأَى إِتْرِدَ مِنَ التَّلْجِ وَأَطِيبُ
تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے
رَائِحَةً مِّنَ الْمِسْكِ - زیادہ خوشبودار تھا۔

(بیہقی، زرقانی علی المواہب ص ۲۲۷)

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں۔

وَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى رَأْسِ الصَّبِيِّ
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس بچے کے سر پر اپنا
فَيُعْرِفُ مِنْ بَيْتِ الصَّبِيِّ
ہاتھ مبارک رکھ دیتے وہ ہاتھ کی خوشبو کی وجہ
مِنْهَا - سے دوسرے بچوں میں ممتاز ہو جاتا۔

(شفاء شریف ص ۴)

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے سوار کیا تو میں نے آپ کی مہرِ نبوت کو مونہ میں لیا۔
فَكَانَ يَنْتَعِلُ عَلَيَّ مِسْكَ -
تو مجھ پر کستوری کی سی خوشبو پھیلی۔

(شفاء شریف ص ۴)

چونکہ آپ کا بدن شریف قدرتی طور پر انتہائی خوشبودار تھا، اس لئے بدن شریف کا پسینہ مبارک بھی بے حد خوشبودار تھا، چنانچہ

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں
كَانَ عَرَقُهُ فِي وَجْهِهِ مِثْلَ اللُّوْءِ
کہ آپ کو پسینہ آتا تو پسینہ کے قطرے چہرہ
مبارک سے موتیوں کی طرح گرتے جو کستوری سے
زیادہ خوشبودار ہوتے۔
(البوقیم، خصائص کبریٰ ص ۶۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
وَلَا شَيْئٌ مِّسْكَ قَطُّ وَلَا عِطْرًا
كَانَ أَطْيَبَ مِنْ عَرَقِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -
میں نے کبھی کوئی کستوری اور کبھی کوئی عطر ایسا
نہیں سونگھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
پسینہ مبارک سے زیادہ خوشبودار ہو۔

(شمائل ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سَلَّمَ أَزْهَرَ اللَّوْنِ كَأَنَّ عَرَقَهُ
اللُّوْءُ - (بخاری ص ۲۶۳، مسلم ص ۲۵۷)
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید و روشن
تھا، پسینہ کی بوند آپ کے چہرہ پر ایسی نظر
آتی جیسے موتی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی دوپہر کے وقت ہمارے گھر تشریف لا کر آرام فرماتے
جب آپ سو جاتے تو آپ کو پسینہ آجاتا اور میری والدہ پسینہ مبارک کی بوندوں کو شیشی

میں جمع کر لیتیں۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرتے دکھا تو فرمایا اے اُمّ سلیم یہ کیا کرتی ہو؟

انہوں نے عرض کیا یہ حضور کا پسینہ ہے ہم اسے
عطر میں ملا لیں گے اور یہ تو سب عطروں اور
خوشبوؤں سے بڑھ کر خوشبو دار ہے۔

قَالَتَ هَذَا عَدْرُكَ تَجْعَلُهُ فِي
طَيْبِنَا وَهُوَ مِنْ أَطْيَبِ الطَّيِّبِ -
(بخاری و مسلم و مشکوٰۃ ص ۵۱۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ مجھے اپنی بیٹی کا نکاح کرنا
ہے اور میرے پاس خوشبو نہیں ہے، آپ کچھ خوشبو عنایت فرمادیں۔ فرمایا کل ایک کھلے
منہ والی شیشی لے آنا۔ دوسرے روز وہ شخص شیشی لے آیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنے دونوں بازوؤں سے اس میں پسینہ ڈالنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ بھر گئی پھر فرمایا کہ
اسے لے جا اور بیٹی سے کہہ دینا کہ اس میں سے لگا لیا کرے۔

فَكَانَتْ إِذَا تَطَيَّبَتْ بِهِ يَشْتُمُّ
أَهْلَ الْمَدِينَةِ رَائِحَةَ ذَلِكَ
الطَّيِّبِ فَسُمُّوا بِبَيْتِ الْمُطَيَّبِينَ
پس جب وہ آپ کے پسینہ مبارک کو لگاتی تو
تمام اہل مدینہ کو اس کی خوشبو پہنچتی یہاں تک کہ
ان کے گھر کا نام بیت المطیبین (خوشبو والوں
کا گھر) مشہور ہو گیا۔

(ابو یعلیٰ، طبرانی، ابن عساکر، زرقانی ص ۲۶۴، خصائص کبریٰ ص ۶۷)

حضرت جابر و حضرت انس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا مَرَّ فِي طَرِيقٍ مِّنْ طُرُقِ الْمَدِينَةِ
وَجَدُوا مِنْهُ رَائِحَةَ الطَّيِّبِ وَقَالُوا
مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هَذَا الطَّرِيقِ
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ کی کسی
گلی میں سے گزرتے تو لوگ اس گلی سے خوشبو
پا کر کہتے کہ اس گلی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا
گزر ہوا ہے۔

(دارمی، بیہقی، ابو نعیم، بزار، ابو یعلیٰ، دلائل النبوت ص ۳۸، خصائص ص ۶۷، زرقانی علی المواہب

عنبر زمیں، عبیر ہوا، مشک ترغبار

ادنیٰ سی یہ شناخت تری رگزر کی ہے (اعلیٰ حضرت)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو

غسل دیا تو

سَطَعَتْ مِنْهُ رِيحٌ طَيِّبَةٌ لَوْ
نَجِدُ مِثْلَهَا قَطًّا -
آپ سے ایسی پاکیزہ خوشبو پھیلی کہ ہم نے اس
کی مثل کبھی نہیں پائی۔

(شفاء شریف ص ۴۱)

اب بھی مدینہ منورہ کے درود یوار اور وہاں کی خاک مبارک سے خوشبو نہیں آرہی ہیں
جنہیں محبان و عاشقان جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم شامہ محبت سے محسوس کرتے
ہیں۔

ابن بطال کا قول ہے کہ جو شخص مدینہ منورہ میں رہتا ہے وہ اس کی خاک مبارک او
درود یوار سے خوشبو محسوس کرتا ہے۔

(وفاء الوفا شیخ الاسلام السہودی)

اور یاقوت نے کہا ہے کہ من جملہ خصائص مدینہ اس کی ہوا کا خوشبودار ہونا ہے
اور وہاں کی بارش میں بوئے خوش ہوتی ہے جو کسی اور جگہ کی بارش میں نہیں ہوتی۔

حضرت ابو عبد اللہ عطار علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں ۷

بِطِيبِ رَسُولِ اللَّهِ طَابَ نَسِيمُهَا

فَمَا الْيَسْكُ وَالْكَافُورُ وَالصَّنْدَلُ الرَّطْبُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے مدینہ منورہ کی ہوا خوشبودار ہو گئی پس
کیا ہے کستوری اور کافور اور کیا ہے عطر صندل تر و تازہ۔

شیخ محقق حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

و شبلی کہ یکے از علماء و صاحب وجدان
است می گوید کہ تربت مدینہ را نفعی
کہ حضرت شبلی جو صاحب علم و وجدان ہیں،
فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی مٹی میں ایک خاص

خاص است کہ در بیچ مشک و عنبر
 قسم کی خوشبو ہے جو مشک و عنبر میں نہیں
 نیت۔

ہے

(جذب القلوب صفا)

خاک طیبہ از دو عالم خوشتر است
 وے خنک شہرے کہ دروے دلبر است
 (ڈاکٹر اقبال)

لباس مُبارک

تاج والے دیکھ کر تیرا عشاءِ نور کا
 سر جھکاتے ہیں الہی بول بالا نور کا
 پشت پر ڈھلکا سرِ نور سے شملہ نور کا
 دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا
 میل سے کس درجہ ستھرا ہے وہ پتلا نور کا
 ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا

(اعلیٰ حضرت)

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا عام لباس مبارک عمامہ، چادر، قمیص اور تہبند مبارک تھا، آپ نے پاجامہ کبھی استعمال نہیں فرمایا، عمامہ شریف اکثر سفید، کبھی سیاہ اور کبھی سبز بھی استعمال فرمایا ہے۔ شملہ مبارک کبھی چھوڑتے اور کبھی نہیں، شملہ اکثر دونوں شانوں کے بیچ میں اور کبھی دوش مبارک پر پڑا رہتا، بعض اوقات تنگ بھی فرماتے یعنی دستار مبارک کا ایک بیچ ٹھوڑی مبارک کے نیچے سے لاکر باندھتے۔ عمامہ کے نیچے سر اقدس سے لپٹی ہوئی ٹوپی آپ نے استعمال نہیں فرمائی اور فرماتے۔

فَرَقَ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِينَ
ہم میں اور مشرکین میں یہ امتیاز ہے کہ ہم سے
الْعَمَاءُ عَلَى الْقَلَائِسِ۔
عملے ٹوپوں پر ہوتے ہیں

(البرداؤد کتاب اللباس ص ۱۷۸)

سیدھی سیدھی روش پر کروڑوں درود

سادھی سادھی طبیعت پہ لاکھوں سلام (اعلیٰ حضرت)

آپ اکثر قمیص پہنتے اور ہمیشہ تہ بند باندھتے، شامی عبا بھی آپ نے پہنی ہے جس کی آستینیں اس قدر تنگ تھیں کہ بوقت وضو اور نہیں چڑھ سکتی تھیں بلکہ ہاتھ مبارک ان سے نکالنے پڑتے تھے اور حجبہ کسروانی بھی آپ نے پہنا ہے جس کی جیب اور آستینوں پر رشیم کی سنجاں تھی۔ مین کی دھاری دار چادر آپ کو بہت پسند تھی، ایسی اونی چادر بھی

لے بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے منیٰ کے بازار میں پاجامہ خریدا تھا، ابن قیم نے

لکھا ہے کہ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ شاید پہنا بھی ہو۔

آپ نے استعمال فرمائی ہے جس پر کجاوہ کی شکل بنی ہوئی تھی اور آپ نے مختلف رنگوں مثلاً سفید، سبز، زعفرانی وغیرہ رنگ کے کپڑے پہنے ہیں مگر سفید رنگ بہت ہی زیادہ مرغوب تھا، حلتہ سرخ بھی پہنا ہے جس میں دھاریاں تھیں۔ پورا سرخ رنگ کا لباس آپ کو پسند نہیں تھا۔ نعلین شریفین چلی کی شکل کی تھیں، ہر ایک کے دو دو تسمے دہری تہ والے تھے ایک تسمہ انگوٹھے اور متصل کی انگلی کے بیچ میں اور دوسرا انگشت میاں اور بندھنے کے بیچ ہوا کرتا۔ یہ وہی نعلین شریفین ہیں جس کے متعلق بڑے بڑے بادشاہان عالم یوں کہتے ہیں۔

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور

تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں (حسن رضا خان)

حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمامہ باندھنا اختیار کرو کہ یہ فرشتوں کا نشان ہے اور اس کو پیچھے لٹکا لو۔ (بیہقی)

فرمایا جو شخص تکبر کے طور پر اچھے کپڑے پہنے یا جو شخص درویش یا عالم نہ ہو مگر نیت سے درویشوں اور عالموں کا لباس پہنے کہ لوگ اس کو عالم یا درویش کہیں، قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنایا جائے گا۔ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

ایک شخص بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا جس نے گھٹیا قسم کے کپڑے پہنے ہوئے تھے فرمایا کیا تمہارے پاس خدا کا دیا ہوا مال نہیں ہے؟ عرض کیا ہاں ہے! فرمایا جب خدا نے نعمت دی ہے تو اس کی نعمت کا اثر تم پر دکھائی دینا چاہیے۔

(احمد، نسائی، ابوداؤد کتاب اللباس ص ۱۶۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے ایک شخص کو میلے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا اس سے اتنا نہیں ہوتا کہ کپڑے دھویا کرے۔

اسی طرح ایک شخص کے بال بکھرے ہوئے دیکھے تو فرمایا اس سے اتنا نہیں ہوتا کہ اپنے بال درست کرے۔ (ابوداؤد کتاب اللباس)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جب حروریہ کے پاس سفیر ہو کر گئے تو یمن کے نہایت قیمتی کپڑے پہن کر گئے، جب وہاں پہنچے تو انہوں نے کہا۔

مَرَحَبًا بِكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَا هَذِهِ الْحُلَّةُ؟ قَالَ مَا تَعْيَبُونَ عَلَيَّ لَقَدْ رَأَيْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ مَا يَكُونُ مِنَ الْحُلِيِّ - ہے۔

مرحباے ابن عباس یہ کیا لباس ہے؟ آپ نے فرمایا تم اس پر معترض ہو بلاشبہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہتر سے بہتر کپڑوں میں دیکھا ہے۔

(ابوداؤد، کتاب اللباس ص ۱۴۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص باوجود قدرت کے قیمتی کپڑے پہننا تواضع کے طور پر چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اس کو کرامت کا حلقہ پہنائے گا۔

(ابوداؤد)

فرمایا کہ ٹخنوں سے نیچے تہ بند کا جو حصہ ہے وہ آگ میں ہے۔

(بخاری شریف)

فرمایا سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں پر حلال اور مردوں پر حرام ہے۔

(ترمذی، نسائی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نیا کپڑا پہنتے وقت یہ دعا پڑھے گا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي كَسَانِي مَا أُوَارِي بِهِ عَوْرَتِي وَأَتَجَمَّلُ بِهِ فِي حَيَاتِي أُوَارِي بِهِ كَفْرِي كَوْصَدَقَهُ كَرَمِي وَهُوَ زَنْدُكَى أُوَارِي مَرْتِي كَبَعْدِ اللّٰهِ تَعَالَى كِي حَفَاطَتِي مِي رِي كَا، یعنی اللہ تعالیٰ اس کا حافظ و نگہبان ہے۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ خندق میں کفار کی طرف سے عمرو بن عبدود جو بڑا بہادر اور زڈر تھا میدان میں نکلا اور کہنے لگا مسلمانو! اگر تم میں کوئی میرے مقابلہ کا ہو تو آجائے۔

یہ سن کر شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے آگے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریب آؤ! حضرت علی مرتضیٰ قریب آئے۔

فَاعْطَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَسُّلًا إِلَى اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَأْتِيَهُمْ

وَسَلَّمَ سَيْفَهُ وَعَمَّمَهُ بِعِمَامَتِهِ
وَقَالَ اللَّهُمَّ اعِنُهُ عَلَيْهِ -

تلوار عطا فرمائی اور اپنی دستار مبارک ان کی دستار
پر باندھ دی اور دعا کی لے اللہ علی کو عمرو بن
عبدود پر مدد دے۔

شیر خدا اس کے مقابل ہوئے۔ بہرچند عمرو کئی آدمیوں پر بھاری تھا مگر حملہ حیدری کے
آگے کچھ نہ کر سکا۔ شیر خدا نے ایک ہی وار میں اس کا سر جسم سے الگ کر دیا۔ سب کافر گھبرائے
ہوئے بھاگ گئے اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب فاطمہ بنت اسد (والدہ حضرت
علی کرم اللہ وجہہ) کا انتقال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کے سر کے
پاس بیٹھ کر فرمایا۔

اللہ تم پر رحم کرے بیشک تم میری ماں کے بعد
میری ماں تھیں، تم خود بھوکی رہیں اور مجھے
شکم سیر کرتیں، خود ننگی رہیں اور مجھے کپڑا پہنائیں
اور تم خود اچھے اچھے کھانے نہ کھاتیں اور مجھے
کھلاتیں تھیں اس سے تمہارا مقصود صرف اللہ کی
رضا اور آخرت کا گھر تھا۔

يَرْحَمُكَ اللَّهُ! فَإِنَّكَ كُنْتَ أُمَّحِي
بَعْدَ أُمَّي تَجُوعِينَ وَتَشْبَعِينِي قَتَرِينَ
وَتَكْسِينِي وَتَمْنَعِينَ نَفْسِكَ طَيْبَ
الطَّعَامِ وَتُطْعِمِينِي تُرِيدِينَ
بِذَلِكَ وَجَّهَ اللَّهُ وَالذَّارَ الْآخِرَةَ

پھر آپ نے ان کو غسل دینے کا حکم فرمایا اور غسل کے بعد اپنی قمیص مبارک میں کفن دیا
پھر اسامہ بن زید، ابوایوب انصاری، عمر بن خطاب اور ایک حبشی غلام کو بلا کر قبر کھودنے
کا حکم دیا۔ (حلیۃ الاولیاء ص ۱۲۱)

پھر آپ نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبر پر تشریف لاکر اس کو فراخ اور ہموار کرایا اور پھر
خود قبر میں اتر کر لیٹ گئے اور کہا۔

سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو زندہ کرتا اور
مارتا ہے اور وہ خود بخود زندہ ہے کبھی نہیں مرے
گا (اے اللہ) میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ
وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ اغْفِرْ لِأُمَّي فَاطِمَةَ
بِنْتِ أَسَدٍ وَلِقِّنْهَا حُجَّتَهَا وَ

اَوْسِعْ عَلَيْهِمَا مَدْخَلَهَا بِحَقِّ
نَبِيِّكَ وَالْاَنْبِيَاءِ الدِّينِ مِنْ
قَبْلِي فَاِنَّكَ اَرْحَمُ الرَّحِيْمِينَ -

دے اور اس کو اس کی محبت (قبر میں نکیرین کے
سوالات کا جواب) خوب سمجھا دے اور اس پر
اس کی قبر کو وسیع کر دے اپنے نبی (محمد صلی اللہ
علیہ وسلم) کے طفیل اور ان نبیوں کے طفیل جو
مجھ سے پہلے ہوئے ہیں بے شک تو سب سے
بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ص ۱۲۱)

پھر فرمایا اِنَّمَا الْبَسْتُهُمَا قَمِيصِي لِتُكْسَى مِنْ حُلِيِّ الْجَنَّةِ وَاَضْطَجَعْتُ
مَعَهُمَا لِيَهْوَنَ عَلَيْهِمَا - میں نے اپنا قمیص اس لئے پہنایا تاکہ اللہ اس کو جنت کا حلقہ
پہنائے اور قبر میں اس لئے لیٹا کہ اس پر نرمی و آسانی ہو اور اس کو وقار اور سکون حاصل
ہو۔ (الاستیعاب ص ۴۲)

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے آپ
کو اس بی بی کے ساتھ جو سلوک کرتے ہوئے دیکھا ہے وہ کسی اور کے ساتھ کرتے ہوئے نہیں
دیکھا؟ فرمایا يَا عُمَرَانُ هَذِهِ الْمَرْأَةُ كَانَتْ اُمِّيَ الَّتِي وَلَدَتْنِي اَنَّ اَبَا طَالِبٍ
كَانَ يَضَعُ الصَّبِيْعَ وَتَكُوْنُ لَهُ الْمَادِيْبَةُ اے عمر یہ بی بی میری حقیقی ماں کی طرح تھی
ابو طالب ہمیشہ احسان پرورش جتاتے اور یہ اس کو تہذیب و نشاۃ لگی سکھاتی۔ پھر فرمایا۔

وَ اَنَّ جِبْرِيلَ عَلِيْدَ السَّلَامِ اَخْبَرَنِي
عَنْ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ اِنَّهَا مِنْ اَهْلِ
الْجَنَّةِ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَمْرَسَبْعِيْنَ
اَلْفًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهَا
بے شک مجھے جبریل علیہ السلام نے میرے رت
عز و جل کی طرف سے خبر دی ہے کہ یہ بی بی اہل
جنت میں سے ہے اور یہ بھی خبر دی ہے کہ اللہ
تعالیٰ نے ستر ہزار فرشتوں کو اس پر نماز جنازہ
پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

(المتدرک للحاکم ص ۱۸)

حضرت مولانا روم علیہ رحمۃ اللہ القیوم فرماتے ہیں۔
کہ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازے کے ساتھ قبرستان میں تشریف

لے گئے جب واپس آئے تو ائمہ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے
کپڑوں کو ہاتھ لگا کر دیکھنے لگیں۔

گفت پیغمبر چہ می جوئی شتاب گفت باران آمد امروز از سحاب
آپ نے فرمایا لے عائشہ تم کیا دیکھتی ہو؟ انھوں نے عرض کیا آج بادلوں سے بارش
ہوئی ہے۔

جاہلیت می بجومی در طلب تر نہ می بینم ز باران لے عجب
اور تعجب ہے کہ میں آپ کے کپڑوں کو اس بارش سے بھیگے ہوئے نہیں دیکھ رہی ہوں۔
گفت چہ بر سر فگندی از ازار گفت کردم آن روایت را خمار
فرمایا تم نے سر پر کیا اورٹھا ہوا ہے؟ انھوں نے عرض کیا آپ کی مبارک چادر ہے
گفت بہر آن نمود لے پاک حبیب چشم پاکت را خدا باران غیب
فرمایا لے پاک دلہن! اس چادر کے اورٹھنے کی برکت سے تمہاری مبارک آنکھوں کو خدا
نے غیبی بارش دکھا دی ہے۔

نیست آن باران ازیں ابر سماء ہست ابر دیگر و دیگر سماء
وہ بارش جو تم نے دیکھی ہے وہ اس ظاہری آسمان سے نہیں ہے بلکہ اس کا بادل اور آسمان
ہی کوئی اور ہے۔

ایں چنین باران ز ابر دیگر است رحمت حق در نزولش مضمراست
اس قسم کی بارش کا ایک اور ہی بادل ہے جس سے یہ برستی ہے اور اس بارش کے برسنے
میں رحمت حق پوشیدہ ہوتی ہے۔ (مشنوی شریف دفتر اول)

یعنی تم نے ہماری چادر مبارک اورٹھی جس کے سبب سے تمہاری آنکھوں کے حجابات
اٹھ گئے اور غیب ظاہر ہو گیا اور تم نے رحمت حق کی نورانی بارش دیکھ لی ہے۔

حضرت مولانا نے روم علیہ رحمۃ اللہ القیوم ایک اور واقعہ نقل فرماتے ہیں۔
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار موزے اتار کر رکھ دیئے اور وضو فرمانے لگے
جب وضو فرما کر موزے پہننے لگے تو ایک عقاب آیا، اس نے جھپٹ کر ایک موزہ شریف

اٹھالیا اور اوپر لے جا کر الٹا کر دیا تو اس میں سے ایک سانپ گرا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عقاب سے دریافت فرمایا تجھے کیسے معلوم ہو گیا کہ موزے میں سانپ تھا؟ عقاب نے عرض کیا ہے

مار در موزہ بہ بنیسم در ہوا نیت از من عکس تست اے مصطفیٰ

ہوا میں اڑتے ہوئے میرا موزے میں سانپ دیکھ لینا میری طرف سے (کوئی کمال) نہیں ہے بلکہ اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کے عکس کی وجہ سے ہے۔

یعنی جب میں اڑتا ہوا آپ کے اوپر سے گزرا تو آپ کے سر مبارک سے لے کر آسمان تک ایک نور تھا۔ جب میں اس نور میں سے گزرا تو تمام جہان مجھ پر روشن ہو گیا تو میں نے موزہ شریف میں سانپ دیکھ لیا اور جلدی سے آکر موزہ شریف کو الٹا دیا کہ کہیں بے توجہی میں آپ اس کو پہن نہ لیں۔ موزے میں سانپ دیکھ لینا یہ میرا کمال نہیں ہے بلکہ یہ آپ ہی کا کمال ہے۔ فرمایا۔

گرچہ ہر غیبی خدا مارا نمود

دل دران لحظہ حق مشغول بود (مثنوی دفتر سوم)

اگرچہ اللہ نے ہر ایک غیب کی مجھ کو خبر دے دی ہے مگر اس وقت میں ذات حق

تعالیٰ میں (ایسا) مشغول تھا کہ میری توجہ اس طرف نہ تھی

اس کے بعد فرمایا ہر مسلمان کو چاہیے کہ جب وہ جوڑا وغیرہ پہنے تو اسے دیکھ لیا کرے

(بیہقی، ابو نعیم، مثنوی)

قرآن کریم سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہے کہ محبوبان خدا کے ملبوسات میں بہت

برکتیں ہوتی ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ

مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ

فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ

بنی اسرائیل کے نبی (اشموئیل) نے ان سے

فرمایا کہ (طاہوت کی) بادشاہی کی یہ نشانی ہے

کہ تمہارے پاس وہ صندوق آئے گا جس میں

مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ
هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ
فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّكُلِّ
مُؤْمِنٍ ۝

تمھارے رب کی طرف سے (سامان) تسکین
ہے اور موسیٰ و ہارون کے چھوڑے ہوئے تبرکات
ہیں اس کو فرشتے اٹھا کر لائیں گے بلاشبہ اس
میں تمھارے لئے عظیم نشانی ہے اگر تم مومن ہو

(البقرہ - ۲۴۸)

یہ صندوق شمشاد کی لکڑی کا تین ہاتھ لمبا اور دو ہاتھ چوڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے
حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا اس میں انبیاء کرام علیہم السلام کی تصویریں تھیں اور
یہ وراثتہ منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا تھا، آپ کے بعد بنی اسرائیل کے
پاس رہا اس وقت اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا کپڑے اور نعلین مبارک اور
حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور عصا مبارک اور چند ٹکڑے الواح کے تھے۔
بنی اسرائیل اس صندوق کو جس میں یہ تبرکات تھے، لڑائی کے موقع پر ادب سے
آگے رکھتے اور ان کو اس کی برکت سے فتح حاصل ہوتی اور جب انھیں کوئی حاجت پیش
آتی تو وہ اس کو سامنے رکھ کر دعائیں کرتے ان کی حاجت پوری ہو جاتی۔

لیکن جب بنی اسرائیل کے حالات خراب ہو گئے اور ان میں بد عملی پیدا ہو گئی تو
اللہ تعالیٰ نے ان پر قوم عمالقہ کو مسلط و غالب کیا، وہ ان سے یہ صندوق بھی چھین کر
لے گئے اور اس کو نجس و گندے مقام میں رکھا اور اس کی بے حرمتی کی۔ اس بے حرمتی کی
وجہ سے وہ طرح طرح کے مصائب و امراض میں مبتلا ہوئے اور ان کی پانچ بستیاں تباہ
برباد ہو کر رہ گئیں جب وہ بہت زیادہ متحیر و پریشان ہوئے تو بنی اسرائیل کی ایک عورت
نے جو ان کے پاس تھی کہا کہ اگر سلامتی چاہتے ہو تو اس صندوق کو اپنے یہاں سے نکال دو
تمھاری تباہی کا باعث اس صندوق کی اہانت و بے ادبی ہے۔ ان کو بھی یقین ہو گیا

۱۔ یہ تصویریں قدرتی تھیں، کسی انسان کی بنائی ہوئی نہ تھیں۔ انسان کو جاندار کی تصویر بنانا حرام
ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق و مالک مصوّر حقیقی ہے جو چاہے بنائے۔

آخر انہوں نے ایک بیل گاڑی پر اس صندوق کو رکھا اور دو شریروں کو سرکش بیل جوت کر ان کو چھوڑ دیا، فرشتے اس کو بنی اسرائیل کے سامنے ان کے بادشاہ طالوت کے پاس لے آئے۔ چنانچہ ان ہی تبرکات کی وجہ سے طالوت کو باذن اللہ فتح حاصل ہوئی اور اسی صندوق کا آنا طالوت کی بادشاہی کی نشانی بنا جس کی خبر آیت شریفہ میں بنی اسرائیل کے نبی حضرت اٹموئیل علیہ السلام نے دی۔

(تفسیر خازن، مدارک، ابن جریر، خزائن العرفان ص ۴۷)

ثابت ہوا کہ محبوبانِ خدا کے تبرکات و ملبوسات کا اعزاز و احترام خیر و برکات کا باعث اور ان کی بے حرمتی و بے ادبی بربادی کا باعث ہے۔

اب ذرا غور کیجئے کہ جب حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات کی عظمت کا یہ حال ہے تو حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کی عظمت و شان کا کیا حال ہوگا جن کے امتی ہونے کی آرزو خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تھی، بلاشبہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتے تو وہ آپ کے تبرکات کی تعظیم اسی طرح کرتے جس طرح ان کی امت ان کے تبرکات کی تعظیم کرتی تھی۔

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا

اِذْ هَبُوا بِقَمِيصِيْ هٰذَا فَالْكُوۡفُوۡۃُ
عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَّآتِ بِصِيْرًاۙ

کہ میری قمیص لے جاؤ اور میرے باپ کے
چہرے پر ڈال دو، ان کی آنکھیں روشن ہو
جائیں گی۔

(یوسف ۹۲)

چنانچہ جب اس قمیص کو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرے پر ڈالا گیا تو فوراً ان کی آنکھیں روشن و درست ہو گئیں اور بنیائی واپس آگئی۔ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا معجزہ اور کرامت تھی۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص مبارک میں اتنی برکتیں اور شفا ہے تو حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس مبارک اور ان اشیاء مبارکہ میں کس قدر برکتیں اور شفا ہوگی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کے ساتھ لگی رہی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس مبارک کو اور ان اشیاء کو جنہیں حضور کے جسم مقدس کے ساتھ لگنے کا شرف حاصل ہوا ہے، بہت ہی بابرکت نافع اور دافع البلاء والامراض سمجھتے تھے اور ان کی بہت ہی تعظیم و تکریم کرتے تھے اور کسی تبرک کا اپنے پاس ہونا، اس کو دنیا و مافیہا سے بہتر خیال کرتے تھے۔ اس پر اتنی احادیث صحیحہ شاہد ہیں جن کی یہاں اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں مگر چند احادیث بطور "مشتمل نمونہ از خروارے" ذیل میں پیش کرتا ہوں۔

ام المؤمنین حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں، آپ اس وقت غسل فرما رہے تھے۔

| | |
|------------------------------|--|
| فَنَضَجَ فِي وَجْهِهَا | تو آپ نے ان کے چہرہ پر پانی چھڑکا۔ راوی |
| قَالَ فَلَمَّا يَزِلُّ مَاءٌ | فرماتے ہیں کہ ان کا چہرہ ایسا پر رونق اور خوشنما |
| الشَّبَابِ فِي وَجْهِهَا | ہو گیا کہ بڑھاپے میں بھی جوانی کی رونق اور |
| حَتَّى كَبُرَتْ وَعَجُزَتْ۔ | آب و تاب ان کے چہرہ سے زائل نہ ہوئی۔ |

(الاستیعاب ص ۵۶)

دست مبارک کا اثر پہنچانے کے لئے پانی صرف ایک واسطہ تھا کیونکہ پانی پونچھ دیا گیا ہوگا یا سوکھ گیا ہوگا مگر اس کے معدوم ہونے پر بھی اثر دست مبارک معدوم نہ ہو سکا بلکہ سالہا سال ان کے چہرے میں باقی رہا۔ ضعیفی کے آثار کا چہرے پر نمایاں ہونا فطرتی بات ہے۔ رطوبات خشک ہونے کی وجہ سے پیرانہ سالی میں جس قسم کی شکل بنتی ہے وہ محتاج بیان نہیں، آنکھیں اندر کو گھس جاتی ہیں، رخسار کی ہڈیاں اُبھر آتی ہیں، پوست ڈھیلا ہو کر چھریاں پڑ جاتی ہیں، غرض کتنا ہی خوبصورت انسان کیوں نہ ہو ضعیفی کے آثار نمایاں ہونے پر اس کی خوبصورتی اور جوانی قائم نہیں رہتی مگر دست مبارک کا اثر کیسا اثر تھا جو ان طبعی آثار کو روک کر جوانی کے آثار قائم کرتا رہا۔

اگرچہ ڈاکٹروں، حکیموں نے بہت سی دوائیں تجویز کی ہیں کہ بڑھاپے میں چہرے کی بیہیت نہ بدلے اور چہرہ پر رونق رہے مگر یہ ممکن نہیں کہ جوانی کی آب و تاب ان سے باقی

رہ سکے۔ یہ خصوصیت اور برکت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ہی تھی جس سے بڑھاپے میں بھی جوانی کی آبِ تاب باقی رہی۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ جَاءَ خَدْمَ الْمَدِينَةِ بِأَنْبِيَتِهِمْ فِيهَا الْمَاءَ فَمَا يُؤْتِي بِأَنْبَاءٍ إِلَّا غَمَسَ يَدَهُ فِيهَا فَرُبَّمَا جَاءَهُ فِي الْغَدَاةِ الْبَارِدَةَ فَيَغْمِسُ يَدَهُ فِيهَا۔
کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز سے فارغ ہوتے تو مدینہ منورہ کے بچے اپنے برتن جن میں پانی ہوتا لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے آپ ہر ایک برتن میں اپنا دست مبارک ڈبو دیتے۔ بعض وقت سردی ہوتی تب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے۔

(مسلم شریف ۲۵۶)

وہ بچے اس پانی کو لے کر گھروں میں جاتے اور وہ پانی تبرک سمجھ کر پیا جاتا۔
دیکھئے اس پانی میں کوئی دوا تو شریک نہیں کی جاتی تھی، صرف ہاتھ مبارک کے لگنے سے وہ جمیع بیماریوں کے لئے ایک مجرب نسخہ بن جاتا تھا، اسی لئے طالبانِ شفا نے امراضِ جسمانی و روحانی اس آبِ حیات کے حصول کے لئے جوق در جوق حاضر ہوتے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شانِ رحمۃ للعالمین سے کسی کو محروم نہ فرماتے بلکہ تکلیف گوارا فرما کر ٹھنڈا پانی میں سردی کے موسم میں بھی ہاتھ مبارک ڈال دیتے، اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دستِ رحمت کی تاثیر کے اعتقاد کو جائز رکھتے تھے ورنہ ان کو روک دیتے نہیں بلکہ عملی طریقہ سے اس کی ترغیب فرماتے اور اللہ تبارک و تعالیٰ بھی لوگوں کے اعتقاد بڑھانے کے لئے اس سے شفا عنایت فرما دیتا تھا، اب یہ خیال کرنا کہ اس قسم کی باتوں پر اعتقاد رکھنا شرک ہے بدعت ہے کہاں تک درست ہو سکتا ہے؟

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تو وضو کے پانی کے حصول کے لئے حاضرین میں لڑائی تک کی نوبت پہنچنے لگتی اور پھر جس کو حاصل ہو جاتا وہ تبرک سمجھ کر اپنے چہرہ پر مل لیتا

(بخاری ۳۱، ۳۷۹)

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس

میں حاضر ہوا، آپ چرمی سرخ قبا میں تھے۔

میں نے حضرت بلال کو دیکھا کہ انہوں نے حضور

وَرَأَيْتُ بِلَالَ لَا أَخَذَ وُضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ

صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی لیا اور لوگ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَيْتُ النَّاسَ

اس پانی کو لینے کے لئے دوڑ رہے تھے جس کو

يَبْتَدِرُونَ ذَلِكَ الْوُضُوءَ فَمَنْ

اس میں سے کچھ ملتا وہ اسے اپنے (مونا اور ہاتھوں)

أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ وَمَنْ

پر ملتا اور جس کو کچھ نہ ملتا وہ دوسرے کے

لَمْ يُصِبْ مِنْهُ شَيْئًا أَخَذَ مِنْ

ہاتھوں کی تری لے کر مل لیتا۔

بِلَيْدٍ يَدِ صَاحِبِهِ -

(بخاری شریف ص ۵۴)

قریش مکہ نے عروہ بن مسعود کو جو ابھی تک ایمان نہ لائے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے حالات دریافت کرنے کے لئے بھیجا، وہ آئے اور حالات دیکھ کر واپس ہوئے اور

جا کر قریش سے یوں کہنے لگے۔

اے قوم! خدا کی قسم بیشک میں قیصر و کسری اور

يَا قَوْمُ! وَاللَّهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى

نجاشی اور بڑے بڑے بادشاہوں کے درباروں

السُّلُوكِ وَوَفَدْتُ عَلَى قَيْصَرٍ وَ

میں حاضر ہوا ہوں، خدا کی قسم میں نے کبھی کوئی

كِسْرَى وَالنَّجَاشِيَّ وَاللَّهِ لَأَنْ

ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب اس کی

رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعْظِمُهُ أَصْحَابُهُ

ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسا کہ محمد (صلی اللہ علیہ

مَا يُعْظِمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى

سلم) کے اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعظیم

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَمَّدًا وَاللَّهِ إِنْ

کرتے ہیں۔ خدا کی قسم جب وہ تھوکتے اور ریٹ

تَنَخَّمُ نَحْمَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ

کھنکار پھینکتے ہیں تو وہ ان کے اصحاب میں سے

رَجُلٍ مِنْهُمْ فَذَلِكَ بِهَا وَجْهَةٌ وَ

کسی نہ کسی کے ہاتھ پر ہوتا ہے جس کو وہ اپنے منہ

جِلْدَةٌ وَإِذَا أَمَرَهُمْ ابْتَدَأُوا

اور جسم پر مل لیتے ہیں اور جب وہ ان کو حکم دیتے

أَمْرًا وَإِذَا تَوَضَّأُوا كَادُوا يَقْتَتِلُونَ

ہیں تو وہ سب کے سب تعمیل کے لئے دوڑتے

ہیں اور جب وضو کرتے ہیں تو ان کے وضو کے پانی کے حاصل کرنے کے لئے یوں گرتے پڑتے ہیں کہ گویا ابھی لڑ پڑیں گے۔ اور جب وہ کلام کرتے ہیں تو سب کے سب خاموش ہو جاتے ہیں اور تعظیماً ان کی طرف نظر تک نہیں اٹھاتے انھوں نے تم پر ایک نیک امر پیش کیا ہے، میری رائے یہ ہے کہ تم اس کو قبول کر لو!

أَصَوَاتِهِمْ عِنْدَكَ وَمَا يَحْدُونَ
إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيمًا لَهُ وَإِنَّ
قَدْ عَرَضَ عَلَيْكَ خُطَّةٌ
رُشِدًا فَاقْبَلُوهَا۔

(بخاری شریف ص ۳۷۹)

اس حدیث میں چند امور قابل غور ہیں۔

اولاً مستعمل پانی عقلاً و عادتاً اس قابل نہیں سمجھا جاتا کہ اس کو لے کر اپنے جسم پر یا موٹھ پر مل لیا جائے اور جہاں تک تھوک بلغم اور رینٹ وغیرہ کا تعلق ہے ان کی نسبت تو یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا کہ کوئی سلیم الطبع ان کو اپنے منہ پر ملے۔

ثانیاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو فرمانا اکثر بوقت نماز جمع عام میں ہوا کرتا تھا تاکہ لوگوں کو تعلیم ہو جائے اور وہ بھی روزانہ چند بار ہوا کرتا تھا۔

ثالثاً وضو کے وقت تمام وہ حرکات جن کا اس حدیث میں ذکر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو وقوع میں آتیں اور آپ خود ان کا مشاہدہ فرماتے مگر کبھی یہ نہ فرمایا کہ تم لوگ یہ کیسی ناشائستہ اور خلاف سلیم الطبع حرکات کرتے ہو۔

رابعاً باوجود اس کے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نہایت مؤدب مہذب تھے مگر روزانہ وضو کے وقت وضو کے مستعمل پانی اور تھوک وغیرہ کے حصول میں اس قدر بھڑبھاڑ اور گھس پیٹ کہ دیکھنے والوں کو گمان ہوتا کہ کہیں جنگ و جدال نہ ہو جائے اور پھر وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر سکوت اور رضامندی؟ کس قدر حیرت انگیز ہے۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے نزدیک اس مستعمل پانی اور تھوک مبارک کی بڑی قدر و منزلت تھی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ پانی جسم اقدس تک پہنچ کر سراسر برکت و نور ہو گیا ہے

اور اس پانی سے برکت و شفا و نورانیت حاصل کرنی چاہیے اور وہ فضلات مبارکہ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کے متصل ہونے کی فضیلت حاصل ہو گئی ہے، اپنے چہروں پر مل کر دارین میں سُرخ رُوئی حاصل کریں۔ اس لئے وہ پروانوں کی طرح ان پر نثار ہوتے اور ان کے حصول کی بہت کوشش کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے جذباتِ محبت کا احترام فرماتے تاکہ ان کی جرأت بڑھے اور دل کھول کر ایسے کام کریں جو ان کی روحانی ترقی کا باعث ہوں اور آپ کا مقصود اصلی بھی یہی تھا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو کس کی مجال تھی کہ حضور نبوی میں ایسی حرکات کر سکتا۔

اب اہل انصاف غور فرمائیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو عقلاً و ثمرًا ہم سے بدرجہا افضل ہیں، جب آپ کے فضلات مبارکہ کو اپنے سے افضل بلکہ باعثِ حصولِ فضیلت و برکت سمجھتے تھے تو ہم کون ہیں جو حضور پر نور سید المرسلین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسری اور برابری کا دعویٰ کر سکیں۔ اگر ان روایات کو پیش نظر رکھا جائے تو کہنا پڑتا ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم تو کہاں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات مبارکہ بھی ہم سے افضل و اعلیٰ ہیں۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ

شریف تھا۔

قَالَتَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا فَتَحْنُ نَجِسُهَا
وَهُ فَرَمَاتِي هِيَ كَمَا أَنَّ جِبَةَ حُضُورِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
پہنا کرتے تھے ہم اسے دھو کر بغرضِ شفا بیماروں
کو پلاتے ہیں اور شفا ہو جاتی ہے۔

(مسلم ص ۱۹۰)

امام ابن مامون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالوں میں سے ایک پیالہ تھا۔
فَكُنَّا نَجْعَلُ فِيهَا الْمَاءَ
ہم اس میں پانی ڈال کر بغرضِ شفا بیماروں کو
پلاتے تو شفا ہو جاتی۔
لِلْمَرَضِيِّ فَيَسْتَشْفُونَ بِهَا۔

(شفای شریف)

حضرت محمد بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں
 کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص مبارک کا ایک ٹکڑا ہمارے پاس تھا۔
 نَغْسَلَهَا لَلْمَرِيضِ يَسْتَشْفِيْ بِهَا
 ہم اسے دھو کر بغرض شفا بیماروں کو پلاتے تو اسے
 شفا ہو جاتی۔

(ابن عدی، اصابہ)

حضرت خدش بن ابی خدش رضی اللہ عنہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پیالہ
 تھا جو انھوں نے حضور سے لیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کبھی کبھی حضرت خدش کے
 ہاں تشریف لے جاتے تو ان سے وہی پیالہ طلب فرماتے، اسے آپ زرم سے بھر کر پیتے اور
 اپنے چہرے پر پھینٹے مارتے۔

(اصابہ ترجمہ حضرت خدش و کنز العمال)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ باوجودیکہ اس قسم کے امور میں بہت ہی محتاط تھے لیکن
 حضرت خدش رضی اللہ عنہ کے گھر جا کر اس پیالے کو حاصل کر کے اس میں پانی ڈال کر سر
 اور چہرے کو مشرف کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس پیالے کی برکت کے وہ بھی قائل تھے
 حالانکہ وہ جانتے تھے کہ پیالہ کئی مرتبہ دھویا گیا اور استعمال کیا گیا، مگر ان کا اعتقاد تھا کہ ایک
 بار بھی دست مبارک کا لگ جانا ہمیشہ کی برکت کا باعث ہے۔

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عریض
 و عمدہ پیالہ دیکھا جو چوب نضار کا بنا ہوا تھا اور اس پر لوہے کا ایک حلقہ بنا ہوا تھا حضرت
 انس رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ بجائے لوہے کے سونے یا چاندی کا حلقہ بنوائیں مگر حضرت
 ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنایا ہو اسے
 تبدیل نہ کرنا چاہیے۔ یہ سن کر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ویسے ہی رہنے دیا۔
 اور فرمایا

لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْقَدَحِ أَكْثَرَ مِنْ كَذَا وَكَذَا -
 کہ میں نے اس پیالہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار پانی پلایا ہے۔
 (بخاری شریف ص ۸۴۲)

وہی پیالہ حضرت نصر بن انس کی میراث سے آٹھ لاکھ درہم کو خریدا گیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس پیالے کو بصرے میں دیکھا اور اس میں پانی پلایا ہے۔
 (شرح شمائل للبیجوری بحوالہ شرح مناوی)

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو خالد بن سفیان بن بلیغ ہزلی کے قتل کرنے کے لئے بھیجا۔ میں جب قتل کر کے واپس خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اپنا عصا مبارک عطا فرما کر فرمایا۔
 تَحْضُرُ بِهَذِهِ فِي الْجَنَّةِ - اس کے ساتھ جنت میں چلے جانا۔

وہ عصا مبارک حضرت عبداللہ کے پاس رہا، جب ان کی وفات کا وقت آیا تو وصیت کی کہ اس عصا کو میرے کفن میں رکھ کر میرے ساتھ دفن کر دینا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔
 (زرقانی علی المواہب و حیوۃ المحیوان، بیہقی، ابو نعیم)

حضرت محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک چھوٹا سا عصا مبارک تھا، جب وہ فوت ہوئے تو ان کی وصیت کے مطابق وہ ان کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ (بیہقی، ابن حساک)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بھی پہنی ہے جس پر تین سطروں میں ”محمد رسول اللہ“ نقش تھا، اوپر کی سطر میں اللہ درمیان میں رسول اور نیچے کی سطر میں محمد تھا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

جب بادشاہوں کو خطوط بھیجتے تو اس انگوٹھی سے مہر لگاتے اور ایسی انگوٹھی بھی آپ نے پہنی ہے جس میں نگینہ تھا۔ (بخاری ص ۸۴۳ و مسلم)

حضرت عبداللہ بن حازم کے پاس ایک سیاہ عمامہ تھا جسے وہ جمعہ اور عیدین، اور جب لڑائی میں فتح پاتے تو بطور تبرک پہنتے اور فرماتے کہ یہ عمامہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے پہنایا تھا۔ (اصابہ)

حضرت ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میرے دادا کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاف تھا۔ جب حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے دادا موصوف کو کہلا بھیجا۔ چنانچہ وہ اس لحاف کو چمڑے میں لپیٹ کر لائے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے اپنے چہرے پر ملنے لگے۔ (تاریخ صغیر امام بخاری)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت ایک چادر لے کر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چادر میں نے اپنے ہاتھوں سے بنی ہے اور آپ کے لئے لائی ہوں، آپ نے قبول فرمائی پھر اسے بطور تہ بند باندھ کر ہماری طرف تشریف لائے صحابہ میں سے ایک نے دیکھ کر فرمایا کیا اچھی چادر ہے یا رسول اللہ مجھے پہنا دیجئے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا، چنانچہ کچھ دیر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھ کر چلے گئے، پھر واپس آئے تو چادر لپٹی ہوئی آپ کے پاس تھی۔ وہ آپ نے اس سائل صحابی کے پاس بھیج دی۔ صحابہ کرام نے اس سے کہا کہ تو نے چادر کا سوال کر کے اچھا نہیں کیا حالانکہ تجھے معلوم تھا کہ آپ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے اور اس وقت حضور کو اس کی ضرورت تھی۔

فَقَالَ الرَّجُلُ وَاللَّهِ مَا سَأَلْتُهَا إِلَّا
لِتَكُونَ كَفَنِي يَوْمَ أَمُوتُ قَالَ سَهْلٌ
فَكَانَتْ كَفَنَهُ۔

اس نے کہا اللہ کی قسم میں نے صرف اس لئے سوال کیا کہ میرے مرنے پر یہ چادر (جو آپ کے جسم سے لگ چکی ہے) میرا کفن بنے۔ حضرت سہل فرماتے ہیں کہ وہی چادر مبارک اس کا کفن بنی۔

(بخاری شریف ص ۸۶۵)

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

أَخْرَجَتْ إِلَيْنَا عَائِشَةُ كِسَاءً مُلَبَّدًا
وَأَزَارًا غَلِيظًا فَقَالَتْ قُبِضَ رُوحُ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
هَذَيْنِ۔ (بخاری ص ۸۶۵ مسلم)

کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک کملی جس میں کثرت سے پیوند تھے اور ایک موٹا تہبند نکال کر دکھایا اور فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں وصال فرمایا۔

حضرت ابو عبد الرحمن اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ احمد بن فضلویہ زاہد بڑے غازی اور بڑے تیر انداز تھے، اُن کے پاس ایک کمان تھی جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں میں پکڑا تھا، وہ فرماتے ہیں۔

مَا مَسَسْتُ الْقَوْسَ بِيَدِي إِلَّا عَلَى
طَهَارَةٍ مُنْذُ بَلَغَنِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ الْقَوْسَ بِيَدِهِ -
جب سے مجھ کو یہ معلوم ہوا ہے کہ نبی اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم نے اس کمان کو ہاتھ میں لیا ہے،
میں نے کبھی اس کو بے وضو نہیں چھوا۔

(شفا شریف ص ۴۲۷)

اس عظیم الشان مجاہد کی عقیدت و محبت کا اندازہ کیجئے کہ اس کمان کو بغیر طہارت کے کبھی نہ چھوا جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں میں لیا تھا اور اسی ادب و احترام کا نتیجہ تھا کہ وہ اس فن میں مشہور اور نیک نام ہوئے، اگر اس زمانے کے نام نہاد موحدین اس وقت میں ہوتے تو اُن کو کافر بنانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھتے۔

اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے کہ انہوں نے ایک معمولی کمان کی اتنی تعظیم کی کہ قرآن شریف کے برابر کر دیا لَا يَسْتَهْزَأُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ تو قرآن شریف کی شان میں نازل ہوا ہے انہوں نے اس کو کمان کی شان قرار دیا اور عملاً بھی ثابت کیا کہ بغیر طہارت کے کبھی کمان کو نہیں چھوا، ایک بدعت سیئہ کو واجب بنانا ضرور حد کفر تک پہنچا دیتا ہے غرض کہ کسی نہ کسی طریقہ سے اُن کو کافر و بدعتی ضرور بناتے۔

مگر اس زمانہ خیر القرون کے علمائے کرام نے ان کے اس فعل کی وہ قدر کی کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہیں کہ بلا انکار بلکہ بطور تحسین کتب احادیث میں بیان فرمایا تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں ان کی قدر کریں اور ان کے اس فعل سے ادب و تعظیم سیکھیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا مبارک تھا، جہاہ نے غصے کی حالت میں حضرت عثمان سے لے کر اس کو گھٹنے پر رکھ کر زور سے ٹوڑنا چاہا، ہر طرف سے شور ہوا ارے یہ کیا کرتا ہے مگر اس نے نہ سنا اور توڑ ہی ڈالا، اس کے ساتھ ہی اس کے گھٹنے میں ایک پھوڑا پیدا ہوا جس کو اکلہ کہتے ہیں جو جسم میں سرایت کر جاتا

سے، تھوڑے عرصہ میں پاؤں کاٹنے کی ضرورت پیش آئی اور ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ اس کی تکلیف سے وہ مر گیا۔ (شفائ شریف)

اس سے ظاہر ہے کہ عصا میں کوئی زہریلا مادہ تو تھا ہی نہیں جس کا اثر اس کے پاؤں میں ہو گیا بلکہ یہ اس بے ادبی کا نتیجہ تھا جو اس مبارک عصا کے ساتھ کی گئی تھی، یہ یاد رکھیے کہ بے ادبی کرنے والے کی تباہی ضرور ہوتی ہے اور کبھی عبرت کے لئے ظاہراً بھی وہ تباہ کیا جاتا ہے، اب یہاں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جب ان کے تبرکات کی بے ادبی تباہی کا موجب ہے تو خود ان کی بے ادبی کے نتائج کیا ہوں گے۔

از حد انخواہیم توفیق ادب بے ادب محروم ماند از فضل رب

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے سر کے اگلے حصے میں بالوں کا ایک گچھا تھا۔

إِذَا قَعَدَ وَأَرْسَلَهَا أَصَابَتْ الْأَرْضَ
فَقِيلَ لَهُ: أَلَا تَحْلِقُهَا فَقَالَ لَمْ أَكُنْ
بِالَّذِي أَحْلَقُهَا وَقَدْ مَسَّهَا رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدِيهِ -

جب وہ بیٹھتے اور اس کو چھوڑ دیتے تو وہ زمین سے جا لگتا انھیں کہا گیا کہ تم ان کو منڈوا کیوں نہیں دیتے۔ فرمایا میں انھیں ہرگز نہیں منڈواؤں گا کیونکہ ان پر حضور کا ہاتھ مبارک لگا ہوا ہے۔

(کنز العمال، شفائ شریف ص ۴۴)

صحابہ کرام جانتے تھے کہ جس چیز کو دستِ اقدس یا جسم شریف لگ گیا اس میں برکت ضرور آگئی ہے۔ پھر کوئی اس برکت کو اپنے ساتھ قبر میں لے جاتا اور کوئی مسلمانوں کی خیر خواہی کے لحاظ سے اس عالم میں چھوڑ جاتا، اگر حضرت ابو محذورہ وہ متبرک بال کٹوا دیتے تو دستِ بدست تقسیم ہو جاتے اور وہ تبرک ان کے پاس نہ رہتا، اس لئے انہوں نے کٹوانا تو درکنار مانگ بھی کبھی نہ نکالی کہ کہیں اس حالت میں جو دستِ مبارک کے لگنے کے وقت تھی فرق نہ آئے۔ سبحان اللہ کیا احتیاط اور کیا عقیدہ ہے۔ دراصل یہ سارے کرشمے عشق و محبت کے ہیں ان مقدس حضرات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق تھا جو ہر وقت ایک نئی شکل میں ظہور کرتا تھا۔

ڈاکٹر سمر محترمہ اقبال فرماتے ہیں۔

دیں سراپا سوختن اندر طلب انتہائش عشق و آغازش ادب
زندگی را شرع و آئین است عشق اصل تہذیب است دین دین است عشق
دیں نہ گرد و پختہ بے آداب عشق دیں بگیر از صحبت ارباب عشق
حضرت اسمعیل بن یعقوب تمیمی فرماتے ہیں کہ ابن منکدر مسجد نبوی کے صحن میں ایک خاص
جگہ پر لوٹتے اور لیٹتے، ان سے اس بات کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے
اس جگہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے۔ (وفاء الوفاء)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا گیا
وَإِضَاعًا يَدَا عَلَى مَقْعَدِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمِنْبَرِ
ثُمَّ وَضَعَهَا عَلَى وَجْهِهِ -
کہ منبر اقدس میں جو جگہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے بیٹھنے کی تھی وہاں اپنے ہاتھوں کو ملتے، پھر
اپنے منہ پر پھیر لیتے۔

(شفا شریف ص ۴۴)

مقام غور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے جلیل القدر صحابی نے
لوگوں کے سامنے یہ کام کیا، اس سے ظاہر ہے کہ ان کو یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ ہمارے
اعتقاد میں یہ بات داخل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مقدس تو کیا کپڑے بھی جس
مقام پر لگ گئے ہوں وہ مقام متبرک ہو جاتا ہے اور اس مقام سے برکت حاصل کرنے
کا طریقہ یہ ہے کہ اپنا ہاتھ اس مقام پر لگا کر اپنے جسم میں جو مقام اعلیٰ درجہ کا سمجھا جاتا ہے
یعنی منہ اس پر پھیر لیا جائے۔

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں
کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نہایت گنہ گار تھا، جس نے دوسو برس تک اللہ کی
نافرمانی کی جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اس کو ایسی جگہ میں پھینک دیا جہاں نجاست ڈالی
جاتی تھی، اس وقت حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی آئی کہ اس شخص کو وہاں سے
اٹھا کر لاؤ اور اس پر نماز پڑھو اور دفن کرو! حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض
کی اے اللہ بنی اسرائیل کو ابھی دیتے ہیں کہ وہ شخص دوسو برس تک تیری نافرمانی کرتا رہا

ارشاد ہوا کہ یہ سچ ہے، لیکن اس کی عادت تھی

كُلَّمَا نَشَرَ التَّوْرَةَ وَنَظَرَ إِلَى اسْمِ
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَهُ
وَوَضَعَهُ عَلَى عَيْنَيْهِ وَصَلَّى عَلَيْهِ
فَشَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ وَغَفَرْتُ ذُنُوبَهُ
وَزَوَّجْتُهُ سَبْعِينَ حَوْرَاءً۔

کہ جب وہ تورات شریف کھولتا اور میر حبیب
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کو
دیکھتا تو اس کو چوم کر آنکھوں پر رکھ لیتا اور ان
پر درود پڑھتا اس لئے میں نے اس کو بخش دیا
اور ستر حوریں اس کے نکاح میں دیں۔

(حلیۃ الاولیاء لابن نعیم ص ۲۲ و سیرت حلبیہ ص ۸)

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے مقام
پر بوسہ دینے کی برکت سے دو سو سال کا گنہ گار جنتی اور مقبول بارگاہ ایزدی ہو گیا۔
حدیث سابق سے ثابت ہے کہ جس مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ملبوس خاص لگا
تھا اس سے برکت حاصل کی گئی اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا
نام مبارک جس مقام پر لکھا تھا اس سے برکت حاصل کی گئی اور ادب کی راہ سے اس کو بوسہ
دے کر آنکھوں پر رکھا گیا، حالانکہ ذات مبارک سے حروف مکتوبہ کو کوئی تعلق ہے تو صرف
اس قدر کہ وہ آپ کی ذات مبارک پر دلالت کرنے والے ہیں حالانکہ دال اور مدلول میں
کوئی ذاتی مناسبت نہیں ہوتی باوجود اس کے اس نام مکتوب سے پوری برکت حاصل ہوئی۔
حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف کے تین درجے تھے۔ آپ سب سے
اوپر کے درجے پر بیٹھتے اور درمیانی درجے پر اپنے پاؤں مبارک رکھتے۔ آپ کے بعد حضرت
صدیق اکبر اپنے عہد خلافت میں بہ پاس ادب درمیانی درجے پر بیٹھتے اور پاؤں سب سے
نیچے درجے پر رکھتے حضرت فاروق اعظم اپنی خلافت میں سب سے نیچے کے درجے پر
بیٹھتے اور پاؤں زمین پر رکھتے۔

حضرت عثمان غنی کا عہد آیا تو انہوں نے منبر شریف کے درجات زیادہ کر دیئے، آپ
اوپر کے تینوں درجوں کو چھوڑ کر زیادت کے پہلے درجے پر کھڑے ہوئے۔

(کشف الغمہ - وفاء الوفاء)

حضرت اسعد بن زرارہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک چارپائی بطور ہدیہ پیش کی تھی جس کے پائے ساگوان کی لکڑی کے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر آرام فرمایا کرتے تھے۔ جب وفات شریف ہوئی تو آپ کو اسی پر رکھا گیا، آپ کے بعد حضرت صدیق اکبر کو بھی اسی پر رکھا گیا، پھر لوگ بطور تبرک اپنے مُردوں کو اسی پر رکھا کرتے تھے۔ یہ چارپائی بنو امیہ کے عہد میں میراث عائشہ صدیقہ میں فروخت ہوئی۔ عبداللہ بن اسحاق نے اس کے تختوں کو چار ہزار درہم میں خریدا تھا۔

(زرقانی علی المواہب)

حضرت عبدالرحمن بن زید عراقی فرماتے ہیں کہ ہم زبده میں حضرت سلمہ بن اکوع صحابی کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے اپنا ہاتھ ہماری طرف بڑھایا اور فرمایا کہ میں نے اس ہاتھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی ہے، پس ہم نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

(طبقات ابن سعد)

شیخ الشیوخ حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مروی است کہ بعضے از متروکات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پیش عمر بن عبدالعزیز بود و آنرا در خانہ مضبوط نگاہ می داشت و ہر روز یکبارے می رفت و آنہارا زیارت می کرد و گاہ بود کہ چوں بعضے از اشراف پیش وے می آمدند ایشان سادرا خانہ می بُرد، و آنہارا بایشان می نمود و گفت میراث من اکرم اللہ و اعزکم بہ و گویند در خانہ سرریے و بلشے از ازادیم کہ شوآن لیف خرما و یک جفت موزہ و قطیفہ و آسیادستی و کنانہ کہ وراں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متروکات میں سے بعض چیزیں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس تھیں اور انھوں نے ان کو ایک کمرہ میں محفوظ کر رکھا تھا اور ہر روز ایک بار ان کی زیارت کیا کرتے تھے۔ اشراف میں سے اگر کوئی ان کی ملاقات کو آتا تو اس کو بھی ان کی زیارت کرایا کرتے اور فرماتے کہ میری میراث تو یہی ہے اللہ ان تبرکات کی برکت سے تمہیں بھی عزت دے، کہتے ہیں کہ اس کمرے میں ایک چارپائی، چمڑے کا تکیہ، جس میں خرما کی چھال بھری ہوئی تھی، ایک جوڑا موزہ، لحاف، چکی اور ایک ترکش

چند تیر بود و گویند کہ در آلِ قطیفہ
 اثر و سخ سر مبارک وے بود و مردے
 ز جمتے عظیم داشت و شفا نمی یافت از
 عمر بن عبد العزیز التماس نمودند کہ بعضے
 ازاں و سخ بشویند و باسقوط در بینی
 بیمار چکانیدند بیمار شفا یافت -
 (مدارج النبوت)

جس میں چند تیر تھے، لحاف میں حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم کے سر مبارک کی چکنائی کا اثر تھا، ایک شخص
 کو سخت بیماری لاحق تھی جس سے شفا نہ ہوتی
 تھی، حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت میں
 التماس کی گئی تو آپ کی اجازت سے اس
 چکنائی میں سے کچھ دھو کر بیمار کی ناک میں ٹپکا
 دیا گیا، وہ تندرست ہو گیا۔

حضرت امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں -

ان تمام مقامات ادران تمام اشیاء کی تعظیم و تکریم کرنا جن کو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کے جسم مقدس کے ساتھ لگنے کا شرف حاصل ہوا ہے درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی
 تعظیم و تکریم ہے اور بہت ہی خیر و برکت کا باعث ہے یہاں تک کہ
 وَأَوَّلُ أَرْضٍ مَسَّ جِلْدَ الْمُصْطَفَى
 تَرَابُهَا أَنْ تُعْظَمَ عَرَصَاتُهَا وَتُنَّمَّ
 نَفَعَاتُهَا وَتُقْبَلَ رُبُوعُهَا وَ
 جُدَّ رَأْيُهَا -

جس سرزمین کی مٹی کو حضور کے جسم مقدس کے ساتھ
 لگنے کا شرف حاصل ہوا ہے لازم ہے کہ اس
 کے میدانوں کی بھی تعظیم کی جائے اور اس کی
 ہواؤں کو سونگھا جائے اور اس کے درود یوار
 کو بوسہ دیا جائے۔

(شفا شریف ص ۲۶)

غرض یہ کہ حبیب اور حبیب کے مقامات، ملبوسات، تبرکات کی تعظیم و تکریم کرنی
 چاہیے، یہی وجہ ہے کہ حضرت امام مالک نے اس شخص کو تیس درے مارنے کا حکم دیا تھا
 جس نے یہ کہا تھا کہ مدینہ منورہ کی مٹی خراب ہے، آپ نے فرمایا جس سرزمین میں فضل
 الخلاق آرام فرمائیں تو کہتا ہے کہ اس سرزمین کی مٹی خراب ہے تو اس لائق تھا کہ تیری
 گردن اڑادی جائے۔ (شفا شریف) ۵

جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سید عالم
 اس خاک پہ قرباں دل شیدا ہے ہمارا

عقیدت مند آنکھ جب خاکِ مدینہ کو محبت بھری نظروں سے دیکھتی ہے تو طیبہ و
 بطحا کا ذرہ ذرہ آفتابِ جہاں تاب بن کر چمکتا ہے۔
 خاکِ طیبہ از دو عالم خوشتر است
 دے خٹک شہرے کے دروے دلبر است

فوائد

- ۱۔ یہ کہ پگڑی کے نیچے ٹوپی رکھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔
 - ۲۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس مبارک بہت بابرکت، بلاؤں اور مرضوں کو
 دور کرنے والا ہے۔
 - ۳۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اقدس کے ساتھ جو چیز بھی لگی وہ بہت ہی بابرکت
 اور قابلِ تعظیم ہوگئی، لہذا دیارِ حبیب کا ذرہ ذرہ بہت ہی بابرکت اور قابلِ تعظیم
 ہے کہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہے۔
- علاوہ ازیں بہت سے فوائد ثابت ہوتے ہیں، اگر بہ نظر ایمان دیکھا جائے۔

خاتمہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان حضور پر نور شافع یوم التشریح صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پائے مقدس کو لفظی جامہ پہنا کر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ الفاظ معذوبہیں، کائنات اپنی وسعتوں کے ساتھ محدود ہے اور آپ کے فضائل و برکات اور خصائص و کمالات غیر محدود ہیں قلم اور زبان حقیقی خدو خال پیش کرنے سے عاجز ہے تاہم اپنی طاقت و وسعت کے لحاظ سے آپ کے سر پائے مقدس کا نقشہ اپنے شکستہ الفاظ کے جامہ میں پیش کیا ہے مقصود اظہار علم و فضل نہیں ہے کیونکہ من آنم کہ من دامنم بلکہ صرف اور صرف بارگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیہ عقیدت کی پیش کش ہے۔

گر قبول افتد زبے عز و شرف

اس موضوع پر عاشقان جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے بکثرت تصانیف پیش کی ہیں اور مجموعی حیثیت سے آپ کی صورت و سیرت کا کوئی گوشہ باقی نہیں رہا جو احاطہ تحریر میں نہ آچکا ہو مگر ان تصانیف سے عوام پورا پورا استفادہ نہیں کر سکتے کیونکہ وہ تبحر علمی سے بھرپور ہیں اس لئے اس گنہگار نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پائے اقدس کو الفاظ کا جامہ پہنا کر نہایت آسان صورت میں پیش کیا ہے تاکہ عوام حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پائے اقدس پڑھ کر حضور کی عزت و عظمت، عقیدت و محبت اور ایمان و عرفان کی دولت سے مالا مال ہوں اور ان گستاخوں کو جو سید الانبیاء حبیب کبریا رحمتہ للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر سمجھتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ حضور ہماری طرح کھاتے پیتے اور سوتے جاگتے تھے اور ان کے اعضاء مبارکہ ہاتھ پاؤں اور آنکھ کان وغیرہ ہماری طرح تھے جواب دے سکیں کہ

اے ہمہ سری اور برابری کا دعویٰ کرنے والو

کیا تم بھی سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک ایسے ہی ہو جیسا کہ حضور پر نور صلی

اللہ علیہ وسلم کا سراپائے اقدس تھا؟

کیا تمہارے سراپا میں بھی وہی خصائص اور برکتیں ہیں جو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپائے مقدس میں تھیں؟

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۚ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا
فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۚ

اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو انصاف سے کہو کہ تمہارا ہمسری اور برابری کا دعویٰ کتنا گناہی و بے ادبی اور بے دینی ہے یا نہیں؟

اگر ہے تو اس ناپاک عقیدہ (کہ حضور ہمارے ہی جیسے بشر ہیں) سے باز آؤ اور توبہ کرو اور کہو کہ حضور مجسم نور ہیں اور بے مثل بشر ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی ذات اقدس حسن و جمال کا پیکر تھی اور آپ کا ایک ایک عضو قدرت خداوندی کا مظہر تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا بے مثل و بے نظیر بنایا تھا کہ ایسا بے مثل و بے نظیر نہ ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ ان سانہیں انسان فہ انسان ہیں
قرآن تو کہتا ہے کہ ایمان ہیں یہ اور ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں

صَلَّىٰ اللَّهُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

وَعَلَىٰ آلِكَ وَأَهْلِكَ يَا حَبِيبَ اللَّهِ

طَالِبِ دُعَا

مُحَمَّدِ شَفِيعِ الْخَطِيبِ الْاَوْكَارَوِي

کراچی

تاریخی قطعات

از نتیجہ فکر لسان الحسان استاد الشعراء حضرت علامہ مولانا شاہ
ضیاء القادری بدایونی مدظلہ العالی

کتاب بے عدیل، ذکر جمیل، تالیف لطیف حضرت مولانا المحترم، عالم اکمل، فاضل افضل، واعظ
بے بدل، صاحب اوصاف وسیع مولانا قاری محمد شفیع صاحب اوکاڑوی مدظلہ العالی

وہ قاری محمد شفیع زماں
ہے وعظ آپ کا بعدیل و نسیر
ہے تبلیغ و تصنیف ثقل حیات
ہے تقریر میں جتنا کیف و سرور
لکھا آپ نے ہے جو ذکر جمیل
ضیاء سال تالیف ذکر جمیل

جو ہیں عالم و واعظ محترم
ہیں آپ اہل سنت میں عالی ہمم
ہیں اہل زباں نیز اہل قلم
وہی طرز خامہ ہے بے کیف و کم
ہے بے شبہ ذکر جمیل الشیم
ہے ذکر رسول اسام امم

۹ ۱۳ ۱۴

دیگر

زہے شوکت و شان ذکر جمیل
ہے تفسیر قرآن و شرح حدیث
ہیں جو معجزات و فضائل رقم
رہیں شاد و خرم محمد شفیع
ضیاء کہئے سال کتاب میں

ہیں اوصاف محبوب حسد نظر
صفات حبیب حسد سر بسر
ہیں گویا سراپائے خیر البشر
شرف ان کو دے خالق بحر و بر
ہے ذکر جمیل ملائک سپر

۹ ۱۳ ۱۴

دیگر

آن محمد شفیع فاضل عصر
باتلف غیب ضیاء سالش گفت

کرد چوں سیرت نبی تکمیل
ذکر اللہ ذکر جمیل

۹ ۱۹ ۲۰

دیگر

تذکرہ مصطفیٰ اہل خرد سے ہو کیا ہیں شہ کون و مکان صاحب ذکر رفیع
کیجئے رقم بر محل ہو کے چمن سے جدا سال طباعت ضیاء ذکر محمد شفیع

انتیجہ فکر ناصر الاسلام حضرت الحاج مولانا سید محمد عبدالسلام صاحب

قادری باندوی صدر انجمن امانت الاسلام، کراچی

فاضل جلیل، مؤلف ذکر جمیل، بلبل بوستان نبوی مولانا محمد شفیع صاحب اوکاڑوی،
زادہ اللہ علما و فضلا و قدرا و منزلا کی کتاب ذکر جمیل پڑھ کر فقیر کا غنچہ دل شکفتہ ہو گیا سبحان اللہ
محبوب ذوالجلال کے حسن و جمال، فضائل و کمالات کا کیا خوب بیان ہے۔

فقیر کے تین قطعات تاریخی بدیہ ناظرین ہیں

رحمۃ للعالمین ہیں خرمین اسرار رب منظر انوار قدرت مخزن اسرار رب
اے سلام اس کی حسین تاریخ نے ذکر جمیل (۱) صیغہ راز الہی گلشن اسرار رب

ہے نبی نور جمال لم یزل، ان کا یہ ذکر جمیل اور بے بلبل
اے سلام اسمیں بہار خلد کی تاریخ ہے (۲) ہے یہ دل کش باغ صنایع ازل

خدا جمیل، جمال نبی اے محبوب خوش نصیب کہ ذکر جمیل ہے کیا خوب
کہا سلام بن عیسوی و بجرنی نے (۳) نوائے بلبل مرغوب، گوشہ مرغوب

۱۹۵۹ء

۱۳۷۹ھ

حضرت علامہ مولانا شاہ پیر امیر احمد صاحب اعظ انصاری دامت

برکاتہم العالیہ کا

”ذکر جمیل“ کے متعلق اظہار خیال

حضرت علامہ مولانا محمد شفیع صاحب خطیب اوکاڑوی مدظلہ نے اپنی تازہ ترین تصنیف
کتاب الذکر الجمیل فی حلیۃ الحبیب الخلیل، ازراہ کرم مجھ ناچیز کو عنایت فرمائی، اس کا میں نے

بغور مطالعہ کیا۔ مولانا محمد شفیع صاحب چونکہ زمانہ حاضرہ کے بمثل خطیب، کیتائے زمانہ عالم او ادیب ہیں اور اپنے ساحرانہ اندازِ خطابت اور ادیبانہ فضیلت سے عوام و خواص میں بے حد مقبول و مشہور ہیں اس لئے آپ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ کتاب کے سرورق پر موصوف کا نام نامی اسم گرامی ثبت ہونا ہی کتاب کی عظمت و مقبولیت کی دلیل ہے۔

لیکن ازراہ نیاز مندی اس مبارک کتاب کے متعلق مختصراً لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ مولانا صاحب موصوف نے کتاب ذکر جمیل لکھ کر ماشاء اللہ بہت بڑا دینی اور زبردست تبلیغی کارنامہ انجام دیا ہے۔ سید الموجودات، اشرف البریات، نور من نور اللہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال، عادات و خصائل اور آپ کے معجزات باکمال کو ایسی خوبصورتی اور بالغ نظری کے ساتھ قلمبند فرمایا ہے کہ دل پھڑک گیا۔ چراک اللہ و بارک اللہ

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

بعض اختلافی مسائل پر بھی بڑی خوبی کے ساتھ عالمانہ اور فاضلانہ بحث کر کے ہر عقدہ کو بڑے پیارے انداز میں حل فرما دیا ہے اور مخالفین کے باطل عقائد اور پرانے اعتراضات کے قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے مدلل و مسکت جوابات دے کر بہت سے مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت فرمادی ہے مجھے یقین ہے کہ یہ پُر زور دلائل بعض سادہ لوح مسلمانوں کی تمام غلط فہمیوں کو بدرجہ احسن دُور کر دیں گے۔

مولانا صاحب موصوف نے کتاب ذکر جمیل لکھ کر مسلمانوں پر احسانِ عظیم فرمایا ہے۔ اس تصنیفی و تالیفی کارنامہ سے صاحب موصوف کی ذات گرامی کو اسلامی تاریخ میں مبلغ اسلام اور مصلح قوم کی حیثیت سے ہمیشہ ہمیشہ یاد کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ آپ کے علم و عمل، عمر و صحت میں برکت فرمائے۔ آمین یارب العالمین
بحرمتہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

نیاز کیش خیر اندیش

پیر امیر احمد واعظ انصاری

جو دھپوری

۱۲ اگست ۱۹۶۱ء عیسوی

مآخذ

| مصنف | مآخذ | نمبر شمار |
|---|---------------------|-----------|
| کلام اللہ تعالیٰ جل جلالہ | قرآن کریم | ۱ |
| امام ابو جعفر محمد جبریل الطبری رحمۃ اللہ علیہ | تفسیر ابن جریر | ۲ |
| علامہ قاضی ناصر الدین ابی سعید عبداللہ بن عمر شافعی | تفسیر بیضاوی | ۳ |
| امام محمد فخر الدین محمد بن محمد رازی رحمۃ اللہ علیہ | تفسیر کبیر | ۴ |
| علامہ علاء الدین علی بن محمد خازن رحمۃ اللہ علیہ | تفسیر خازن | ۵ |
| علامہ عبداللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ | تفسیر مدارک التنزیل | ۶ |
| امام ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی رحمۃ اللہ علیہ | تفسیر معالم التنزیل | ۷ |
| علامہ ابو السعود رحمۃ اللہ علیہ | تفسیر ابو السعود | ۸ |
| علامہ حافظ جلال الدین سیوطی و محلی رحمۃ اللہ علیہما | تفسیر جلالین | ۹ |
| " " " | تفسیر درمنثور | ۱۰ |
| " " " | تفسیر الاتقان | ۱۱ |
| علامہ سید سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ | تفسیر جمل | ۱۲ |
| علامہ اسمعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ | تفسیر روح البیان | ۱۳ |
| علامہ سید محمود الوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ | تفسیر روح المعانی | ۱۴ |
| علامہ قاضی شہداء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ | تفسیر منطہری | ۱۵ |
| شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ | تفسیر عزیزی | ۱۶ |
| علامہ سید امیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ | تفسیر مواہب الرحمن | ۱۷ |
| صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ | تفسیر خزائن العرفان | ۱۸ |
| مولانا عبدالحق صاحب حقانی رحمۃ اللہ علیہ | تفسیر حقانی | ۱۹ |

| مصنف | ماخذ | نمبر شمار |
|--|----------------------|-----------|
| امام رغب اصفهانی رحمۃ اللہ علیہ | تفسیر مفردات | ۲۰ |
| امام محمد بن اسمعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ | بخاری شریف | ۲۱ |
| امام محمد بن اسمعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ | الادب المفرد | ۲۲ |
| امام مسلم بن حجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہ | مسلم شریف | ۲۳ |
| امام ابو یوسف محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ | ترمذی شریف | ۲۴ |
| " | شامل ترمذی | ۲۵ |
| امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث رحمۃ اللہ علیہ | ابوداؤد شریف | ۲۶ |
| امام نسائی ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ | نسائی شریف | ۲۷ |
| امام ابن ماجہ ابو عبد اللہ محمد بن یزید (رحمۃ اللہ علیہ) | ابن ماجہ شریف | ۲۸ |
| امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ | مسند احمد | ۲۹ |
| امام ابو محمد حسین بن حنبل الفراء البغوی رحمۃ اللہ علیہ | مشکوٰۃ شریف | ۳۰ |
| امام ابو محمد حسین | المتدرک | ۳۱ |
| امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ | حلیۃ الاولیاء | ۳۲ |
| " | دلائل النبوت | ۳۳ |
| امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ | شفا شریف | ۳۴ |
| امام ملا علی قاری | شرح شفا | ۳۵ |
| " | مرقاۃ شرح مشکوٰۃ | ۳۶ |
| " | جمع الوسائل | ۳۷ |
| امام جلال الدین سیوطی | خصائص کبریٰ | ۳۸ |
| " | شرح الصدور | ۳۹ |
| امام ابن حجر عسقلانی | فتح الباری شرح بخاری | ۴۰ |
| " | الاسماہ | ۴۱ |

| مصنف | ماخذ | نمبر شمار |
|--|---|-----------|
| امام بدرالدين عيني رحمه الله عليه | عمدة القارى شرح بخارى | ۴۲ |
| علامه قسطلانى و علامه زرقانى رحمه الله عليهما | زرقانى على المواهب | ۴۳ |
| علامه على متقى رحمه الله عليه | كتر المعال | ۴۴ |
| امام جلال الدين سيوطى رحمه الله عليه | الفتح الكبير في ضمم الزيادة الى جامع الصغير | ۴۵ |
| " " " " | الحاوى للفتاوى | ۴۶ |
| " " " " | تاريخ الخلفاء | ۴۷ |
| امام يوسف بن عبد الله بن عبد البر رحمه الله عليه | الاستيعاب في معرفة الاصحاب | ۴۸ |
| علامه امام سيد شريف نور الدين على الشافعى السهمودى | وفاء الوفاء | ۴۹ |
| حضرت سيدنا غوث اعظم رحمه الله عليه | فتوح الغيب | ۵۰ |
| " " " " | قصيده غوثيه | ۵۱ |
| امام شطنوفى رحمه الله عليه | بهجة الاسرار | ۵۲ |
| ابن قيم جوزى | زاد المعاد | ۵۳ |
| " " " | جلاء الافهام | ۵۴ |
| علامه ابن عابد بن شامى رحمه الله عليه | رد المحتار شرح در مختار | ۵۵ |
| امام محمد بن سعد رحمه الله عليه | طبقات كبير | ۵۶ |
| علامه محمد بن عبد الملك ابن هشام رحمه الله عليه | سيرة ابن هشام | ۵۷ |
| علامه على بن بربان الدين حلى رحمه الله عليه | سيرة حلييه | ۵۸ |
| امام ربانى مجدد الف ثانى احمد فاروقى سرهندي | مكتوبات شريف | ۵۹ |
| شيخ محقق شاه عبدالحق محدث دهلوى رحمه الله عليه | اشعة اللمعات شرح مشکوة | ۶۰ |
| " " " " | مدارج النبوت | ۶۱ |
| " " " " | جذب القلوب | ۶۲ |
| " " " " | زبدة الآثار | ۶۳ |

| نمبر شمار | ماخذ | مصنف |
|-----------|--------------------------------|---|
| ۶۴ | دلائل الخیرات | علامہ امام محمد بن سلیمان جزولی رحمۃ اللہ علیہ |
| ۶۵ | شواہد النبوت | حضرت مولانا عبد الرحمن جامی |
| ۶۶ | لغات الانس | " " " " " " |
| ۶۷ | قصیدہ بردہ شریف | امام شرف الدین بو صیری |
| ۶۸ | قصیدۃ النعمان | امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ |
| ۶۹ | مثنوی شریف | مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ |
| ۷۰ | مفتاح العلوم شرح مثنوی | مولوی محمد زبیر عرشی |
| ۷۱ | انفاس العارفين | حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ |
| ۷۲ | فیوض الحرمین | " " " " " " |
| ۷۳ | در الثمین | " " " " " " |
| ۷۴ | بتان المحدثین | حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی |
| ۷۵ | نقی الفی | اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی |
| ۷۶ | خالص الاعتقاد | " " " " " " |
| ۷۷ | حدائق بخشش | " " " " " " |
| ۷۸ | لمعة الضحی | " " " " " " |
| ۷۹ | بہار شریعت | صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ |
| ۸۰ | ماہنامہ السعید حیات النبی نمبر | علامہ ستید احمد سعید کاشمی مدظلہ |
| ۸۱ | مقاصد الاسلام | مولانا محمد انوار اللہ خاں صاحب |
| ۸۲ | سیرت رسول عربی | مولانا نور بخش صاحب توکلی |
| ۸۳ | مجموعۃ الفتاوی | مولانا محمد عبد الحی صاحب |
| ۸۴ | فیض الباری | جناب محمد انور شاہ صاحب کشمیری |
| ۸۵ | آب حیات | محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند |

| نمبر شمار | ماخذ | مصنف |
|-----------|---------------|--|
| ۸۶ | تحدیر الناس | محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند |
| ۸۷ | فیوض قاسمیہ | " " " " " " |
| ۸۸ | قصائد قاسمی | " " " " " " |
| ۸۹ | حفظ الایمان | جناب اشرف علی صاحب تھانوی |
| ۹۰ | جمال الاولیاء | " " " " " " |
| ۹۱ | نثر الطیب | " " " " " " |
| ۹۲ | امداد المشاق | " " " " " " |
| ۹۳ | الشہاب الثاقب | جناب حسین احمد صاحب ٹانڈوی |
| ۹۴ | ہب النیم | جناب بہار حسن صاحب |
| ۹۵ | المہند | علماء دیوبند |

بیت مسک اہلسنت مولانا مفتی محمد شفیع اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھ
خطیب پاکستان حضرت محمدت محمدت وکاوی کی تصانیف

ذکر جمیل

نغمہ جلیب غناء و تلاوت

انکوائے چو منے کامرسلہ

ذکر حسین (دو حصے)

درسِ توحید

مسلمان خاتون

راہِ عقیدت

برکاتِ میلاد

اخلاق و اعمال شریعہ

راہِ حق

ثوابِ عبادات

مقالاتِ اوکاڑوی

نماز مترجم

مسئلہ سیاخساب

مسیلا د شفیق

ابا پاک اور نیر پلید

مسئلہ طلاق ثلاثہ

جہاد و قتال

شاکر بلا

انوارِ رسالت (حصہ اول)

جھگڑے کا خاتمہ

سرفینہ فوج (دو حصے)

تعارفِ علمائے یونیند

نجوم الہیت

ضیاءِ قرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ
اردو بازار لاہور